Shahīd, Shāh Muḥammad Ismāʻīl

Darajāt-i Imāmat

وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا
الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب قابل اقتداے اہل خبرت و فطانت اعنی نسخہ متبرکہ و شریفہ
درجات امامت
ترجمہ اردو
منصب امامت
از تالیفات جناب مولانا محمد اسمٰعیل شہید رح ترجمہ جناب مولوی محمد عبد اللطیف صاحب سہسوانی
در مطبع فاروقی دہلی
طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی قال فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والصلوٰۃ والسلام علی اکرم الخلق محمد الذی قال لا یزال ھذا الدین قائما حتی تقوم الساعۃ او یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد ہیچمدان سراپا عصیان ابو حنیف **عبد اللطیف** قرشی شہسوری غفر اللہ لہ ولوالدیہ عرض پرداز ہے کہ ایک روز جناب فیضماب مخدوم مکرم منشی **محمد اسحاق** صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے **منصب امامت** جناب مقبول بارگاہ رب مجید مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ارشاد فرمایا ہرچند خاکسار نے اپنی ہیچمدانی پر خیال کرکے اس امر سے انکار کیا لیکن جناب ممدوح کی کمترنوازی اور حسن ظنی نے نہ چھوڑا کہ اس امر سے اعراض کیا جائے چار ناچار بنام پروردگار خامۂ رہوار کو اس میدان دشوار گزار کی طرف بڑھایا اور جو کچھ خیال نارسا میں آیا سنہ ۱۳۰۶ تیرہ سو چھ ہجری میں اوراق ابیاض پر اس کا نقش جمایا جناب باری سے دعا ہے کہ اسکو مقبول خاص و عام فرمائے اور قیامت تک لوگوں کو اس کا نفع پہنچائے **اب** ارباب سخن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب میں جس مقام پر خطا اور لغزش ملاحظہ فرمائیں بعین صواب اصلاح فرماکر چشم پوشی کو کام میں لائیں اسلیے کہ بھول چوک انسان کا قدیم شعار ہے لاریب بے عیب ذات پروردگار ہے

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

رسالہ منصب امامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَالَ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَكْرَمِ الْخَلْقِ مُحَمَّدِ الَّذِیْ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اما بعد میگوید بندۂ ضعیف الراجی رحمۃ اللہ الجلیل احقر العباد محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ کہ این رسالہ ایست در بیان حقیقت امامت و ذکر اقسام او و آن مشتمل بر دو فصل ست

فصل اول در بیان حقیقت امامت

و آن مشتمل بر دو قسم ست قسم اول در ذکر چندی از کمالات انبیاء علیہم السلام کہ در تحقیق معنی امامت دخل میدارد باید دانست کہ امام نائب رسول ست و امامت ظل رسالت احکام نائب از احکام منیب توان شناخت و حقیقت ظل را از حقیقت اصل توان دریافت بنا علیہ تعداد چندی از کمالات رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ در تحقیق معنی امامت دخل میدارد درین مقام لازم آمد۔ پس میگوئیم کہ مقامات انبیاء و کمالات ایشان ہر چند بسیار از بسیار است و خارج از حد شمار کہ در حصار آن از مثل ما مردم کہ از احاد امتیم متعسر است بل متعذر لیکن آنچہ از کمالات ایشان در تحقیق معنی امامت دخل میدارد بہ پنج اصل راجع میشود وجاہت و ولایت و بعثت و ہدایت

ترجمہ منصب امامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اسواسطے اللہ کے ہے جسنے فرمایا پس جو آویگی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے میری ہدایت کی پس نہیں ڈر اُنپر اور نہ اُنکو غم اور رحمت کاملہ و سلام نازل ہو بزرگترین خلق پر کہ نام پاک اُنکا محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کا ارشاد ہے ہمیشہ یہ دین قائم رہیگا یہانتک کہ قیامت قائم ہووے اور ہوویں اُن پر بارہ خلیفے سب کے سب قریشی ہوں اور اُن کی آل پر اور اُن کے دوستوں پر سب پر

حمد و صلوٰۃ کے بعد بندۂ ضعیف امیدوار رحمت خدائے جلیل کمترین بندگان محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ اس رسالہ منصب امامت میں امامت کی حقیقت کا بیان اور اُس کے اقسام کا ذکر ہے اور اُس کی دو فصلیں ہیں

پہلی فصل میں امامت کی حقیقت کا بیان ہے

اس فصل کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم میں حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کے چند کمالات کا ذکر ہے کہ جو تحقیق معنی امامت میں دخل رکھتے ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ امام نائب رسول ہے اور امامت ظل رسالت ہے نائب کے احکام کی حقیقت منیب کے احکام سے پہچاننے چاہیے اور سایہ کی حقیقت اصل کی حقیقت سے جاننا چاہیے بنا بریں اس مقام پر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے چند کرامات کی تعداد کہ تحقیق معنی امامت میں اُنکو دخل ہے لازم آئی۔ بنظر بلاں گزارش کرتا ہوں کہ مقامات انبیاء اور کمالات مرسلین ہر چند بسیار از بسیار خارج از حد شمار ہیں اور ہم جیسے آدمیوں سے کہ احاد امت سے ہیں اُنکا احاطہ اور احصار دشوار ہے لیکن جو کچھ کمالات کہ تحقیق معنی امامت میں دخل رکھتے ہیں اُن کا مرجع پانچ اصل ہیں۔ وجاہت و ولایت و بعثت و ہدایت

وشیاست پس تحقیق مفهومات این کمالات خمسه در ضمن تنبیهات خمسه بیان باید نمود تنبیه اول در تحقیق معنی وجاهت باید دانست که انبیاء علیهم السلام را بحضور حضرت رحمان به نسبت جمیع افراد انسان نوعی از امتیاز ثابت ست که به نگاه مهربانی منظوراند و بلطف ربانی مسرور بمزیت انعام سرفرازاند و بمزید اکرام ممتاز۔ یاسمین چمن محبوبیت اند۔ اورنگ نشین انجمن مقبولیت۔ اختران افلاک انس اند افسران املاک قدس اند بتفویض مناصب عظیمه لائق اند و در سرانجام مهمات فخیمه فائق۔ سرداران محافل کرّوبیان اند و سران عساکر قدوسیان۔ همت ایشان مفتاح اغلاق ابواب ست۔ و دعائی ایشان بلاریب مستجاب۔ محب ایشان محبوب حضرت رب الارباب ست۔ و مبغض ایشان مبغوض آنجناب محبت ایشان باعث رفع درجات ست و توسل ایشان وسیلۂ نجات۔ انسلاک در سلک ایشان جالب عطیات ست۔ و انهماک در اتباع ایشان دافع بلیّات منبع فیض غیب اند۔ و مخزن اسرار لاریب۔ ادنائی مساعی متوسل ایشان بغایت مشکور ست۔ و اقبح معاصی متبع ایشان فی الحال مغفور۔ بسا ریاضات شاقه ست که از مرتاض بیگانه به نسبت ایشان بظهور میرسد۔ و آخر بمشابه کوه کندن و کاه برآوردن میشود۔ و بسا اعمال سهل ست که از متوسل ایشان سر برمیزند۔ بلاریب مثمر ثمرات جزیله در دنیا و آخرت میگردد۔ تقرب الی الله بتوسّل ایشان شاهراه ست که سلوک آن برراه نوردان طریق اطاعت بغایت سهل ست و آسان و بدون توسّل ایشان محض هرزه گردی ست بے سر و سامان پس مراد از وجاهت همین ست که مذکور گردید۔ از همین بیان

وشیاست سو ان کمالات خمسہ کی معانی کی تحقیق تنبیہات خمسہ کے ضمن میں کیجاتی ہے پہلی تنبیہ وجاہت کے معنی کی تحقیق میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کو بحضور حضرت رحمان بہ نسبت جمیع افراد انسان ایک نوع کی امتیاز ثابت ہے کہ منظور نظر عنایات خداوندِ ذوالجلالی ہیں اور بہ لطف ربانی مسرور الوقت اور خوشحال ہیں۔ بہ ازدیاد انعام الٰہی ممتاز ہیں بہ ترقی اکرام نامتناہی سرفراز محبوبیت کے چمن کے یاسمین ہیں مقبولیت کے انجمن کے اورنگ نشین۔ انس کے افلاک کے اختر ہیں قدس کے افلاک کے سر دفتر۔ مناصب عظیمہ کی تفویض انھیں کی ذات بابرکات کو زیبا ہے۔ اور مہمات فخیمہ کا سرانجام انھیں کی انفاس قدسیہ کے ساتھ خوشنما ہے کرّوبیاں کی محفل کے سرداراہیں قدوسیوں کے لشکر کے سربراہ کار ہیں انکی ہمت اور اولوالعزمی دروازہ بستہ کی کلید ہے انکی دعا بلاریب مقبول بارگاہ رب مجیب ہے انکا دوست محبوب حضرت رب الارباب ہے انکا دشمن دشمن آنجناب ہے انکی محبت باعث ترقی درجات ہے انکا توسل وسیلۂ نجات ہے انکی تقلید جالب عطیات ہے انکا اتباع دافع بلیات ہے۔ منبع فیض غیب ہیں مخزن اسرار لاریب ہیں۔ انکے متوسلین کی ادنیٰ سی سعی بدرجۂ غایت مشکور ہے۔ انکے متبعین کا بڑے سے بڑا گناہ فی الحال مغفور ہے۔ بہت سے ریاضات شاقہ کہ ان کے بیگانے مرتاض سے عمل میں آئے ہیں۔ آخر کو کوہ کندن اور کاہ برآوردن کے مصداق کہلاتے ہیں اور بہت سے سہل اعمال کہ ان کے متوسل کے ذات سے صدور پاتے ہیں بلاریب مثمر ثمرۂ نجات دنیا و آخرت ہوجاتی ہیں۔ نزدیکی بارگاہِ خداوندی انکے توسل سے وہ شاہراہ ہے کہ جسکا طے کرنا سالکان طریقت پر نہایت سہل اور آسان ہے اور بدون توسل انکی کے محض ہرزہ گردی اور کوچہ نوردی بے سر و سامانی ہے سو مراد وجاہت سے یہی ہے کہ جس کا ہمنے ذکر کیا اور اس بیان سے بھی

؎ کھینچنے والا ۱۲ منہ ؎ ریاضت کنندہ ۱۲ منہ

واضح شد کہ منصب وجاہت را سہ شعبہ ست مجوبیت
بہ نسبت رب العالمین وعزت در ملائکہ مقربین و وساطت
فیض بہ نسبت عباد صالحین۔ وہمین وساطت را بلفظ
سیادت تعبیر توان کرد پس منصب وجاہت مرکب باشد
از مجوبیت وعزت وسیادت وچنانکہ این منصب
بہ انبیاء اللہ ثابت ست کما قال اللہ تعالیٰ فی سورۃ
آل عمران اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ
بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وفی سورۃ الاحزاب يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ
اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا
وہمچنین دیگر عباد مقربین را ہم علی حسب قدر ہم این منصب
جلیل القدر بدست می آید چنانچہ در حدیث وارد شدہ
لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ عَبْدِيْ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ
فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ
الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ
يَمْشِيْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ
ونیز وارد شدہ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِيْ بِالْحَرْبِ
ونیز وارد شدہ اُولٰٓئِكَ عَزَّتْ كَرَامَتُهُمْ بِيَدِيْ ہر چند
این وجاہت مذکورہ بہ انبیاء اللہ ودیگر خواص عباد اللہ
ثابت ست فاما این وجاہت دو قسم ست قسم اول
وجاہت اجتبائی قسم ثانی وجاہت کسبی واین معنی را
در ضمن تمثیلی ایضاح باید کرد بیانش آنکہ چنانچہ امراء
عالی مقام ورؤسا ذوی الاحترام وجاہتے بحضور
بادشاہی البتہ حاصل می باشد لیکن حصول آن بہ دو طریق

واضح ہوا کہ منصب وجاہت کے تین شعبے[۱] ہیں اول محبوبیت
بہ نسبت رب العالمین۔ دوم عزت بہ زمرۂ ملائکہ مقربین سوم وساطت
فیض بہ نسبت بندگان صالحین اور وساطت کو سیادت بھی کہہ سکتے
ہیں۔ نظر برین منصب وجاہت محبوبیت اور عزت و سیادت بھی
مرکب ہوتا ہی۔ جیساکہ جناب باری جل مجدہٗ نے یہ منصب حضرات
انبیاء علیہم السلام کو عنایات فرمایا ہی ایسے ہی بندگان مقربین کو بھی علیٰ قدر
مراتب اس مرتبۂ جلیل القدر پر پہنچایا ہی چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت
سورۂ آل عمران میں ارشاد ہی (ترجمہ جس وقت کہا فرشتوں نے ای مریم
تحقیق اللہ خوشخبری دیتا ہی تجھکو ساتھ کلمہ کے اپنی طرف سے کہ اسکا نام مسیح بن مریم
ہی دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مرتبہ والوں سے ہی) اور سورۂ احزاب میں (ترجمہ
ای لوگو جو ایمان لائے ہو مت ہو مثل اُن لوگوں کے کہ تکلیف دی موسیٰ کو پس
بری کر دیا اُنکو اللہ نے اُس چیز سے کہ کہا اُنہوں نے اور تھے نزدیک اللہ کے
صاحب وجاہت) اور بندگان بارگاہ کی نسبت حدیث میں یوں وارد ہوا ہے
(ترجمہ میرا بندہ برابر نزدیکی حاصل کرتا ہی ساتھ نوافل کے یہاں تک کہ
میں دوست کر لیتا ہوں اُسکو میں اُسکی سماعت ہو جاتا ہوں کہ اُس سے سنتا ہے
اور اُسکی بینائی کہ اُس سے دیکھتا ہی اور اُسکے ہاتھ کہ چھوتا ہی اُنسے اور پیر کہ چلتا ہی اُنسے
اور البتہ اگر مانگے مجھسے بیشک دونگا میں اُسکو اور البتہ اگر پناہ مانگے مجھسے پناہ دوں اُسکو)
اور یہ بھی اُنکی شان میں ہی (ترجمہ جس نے میرے واسطے ولی بنایا پس
تحقیق روبرو ہوا میرے لڑائی کو) اور یہی اُنکی نسبت ارشاد ہی
(ترجمہ یہی لوگ ہیں کہ اُنکی بزرگی میرے ہاتھ میں ہے) ہر چند
یہ وجاہت مذکورہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر خاصان
بارگاہ خداوندی کو ثابت ہے لیکن اس کی دو قسمیں ہیں
قسم اول وجاہت اجتبائی قسم دوم وجاہت کسبی
اس کی مثال ایسی ہے جیسے امراء عالی مقام
اور رؤسا ذوی الاحترام کو ایک قسم کی
وجاہت درگاہ بادشاہی میں حاصل
ہوتی ہے لیکن اس کا حصول دو طریق پر

[۱] شعبے ۱۲ منہ

متصور می شود اول آنکه شخصے کمالات نفسانی که مرغوب
مالک ست حاصل کرده وخدمات شائسته بجا آورده تکالیف
و رنج بیش از بیش در امتثال اوامر او برخود گوارا ساخته وجان و
مال و عزت و آبرو در اطاعت او در باخته پس نظر به لیاقت و
اطاعت او عنایت مالک بحال او متوجه گردیده و او را
مقام وجاهت بدست آمده وطریق ثانی آنکه بادشاه
حکیم اراده فرماید که کسے را تربیت وتادیب نموده بر منصب
امارت و وزارت قائم گرداند بنا بر علیه طفلے را از رعایائے
خود ممتاز فرموده بحیله خاص ملقب نماید و او را بذات خود
تربیت و تادیب فرماید و در کنف ولایت و کفالت خود
پرورش کند و نهال تربیت او را بزلال عنایت خود
آب دهد حتی که بسایه حمایت خود بکمال نشو و نما رساند و مثمر
ثمرات مقصود گرداند باز کمالات تعلیمیه خود را در نظر حضار
حضور بانواع تدبیرات بر روے کار آرد و منصب مقصود
به او سپارد اگرچه منصب مذکور بالفعل بظاهر نظر بظهور کمالات او
مسلّم شده فاما منصب مذکور فی الحقیقت در همان وقت
باو مسلّم شده بود که او را در سن طفولیت برائے اقامت
این منصب پرورش فرموده پس این منصب وجاهت
اول حاصل گردید و حصول کمالات و اداے خدمات
از فرع اوست پس وجاهت اولی مترتب ست بر تحصیل کمالات
و اداے خدمات بخلاف ثانی که حصول کمالات و ظهور
خدمات مترتب ست بر حصول وجاهت همچنین خواص
عباد الله را نیز بحضور مالک علی الاطلاق و مالک
بالاستحقاق منصب وجاهت بدو طریق حاصل میشود
اول نتیجه اداے عبادت ست و ثانی اصل اصول همه کمالات

متصور ہوتا ہے اول یہ ہی کہ ایک شخص نے کمالات ذاتی
پسندیدۂ خداوند حاصل کیے اور خدمات شائستہ بارگاہ بجالایا
اور تکالیف بسیار اور رنج بیشمار کا صدمہ بجا آوری ارشاد میں
اپنی ذات پر اُٹھایا اور جان و مال اور عزت و آبرو کو اسکی اطاعت
اور فرمانبرداری میں لوٹایا پس نظر بہ لیاقت و اطاعت عنایات
خداوندی و الطاف بادشاہی اُسکے حال کی طرف متوجہ ہوئیں
اور اُسکو مقام وجاہت حاصل ہوا۔ دوسرے طریق کا یہ بیان
ہے کہ بادشاہ دانا چاہے کہ کسی کو مہذب اور مودب فرما کر منصب
امارت اور وزارت پر قائم کرے بنا بریں کسی لڑکے خردسال کو اپنی رعایا
سے ممتاز اور خوش حال فرما کر حلیہ خاص کے ساتھ ملقب فرمائے اور اُسکو
بذات خود معرض تادیب و تربیت میں لائے اور سایۂ ولایت و ظل کفالت میں
اُسکی پرورش کرے اور اُسکی تربیت کے نہال کو اپنی عنایت کے زلال سے
تروتازگی اور شادابی بخشے یہانتک کہ اپنے سایۂ حمایت میں
اُسکو کمال نشو و نما پر پہنچاوے اور مثمر ثمرات مقصود کرے پھر اپنے کمالات
تعلیمیہ کو حاضری حضور کی نظر میں اقسام اقسام کی تدبیرات کے ساتھ ظاہر
کرے اور منصب مقصود اُسکو مرحمت فرمائے۔ اگرچہ یہ تفویض منصب
بالفعل بنظر ظاہر اُسکے کمالات ظاہری کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے لیکن
درحقیقت یہ مرتبہ اُس کو اُسی وقت مسلّم ہو چکا تھا کہ
جب ایام طفولیت میں بادشاہ نے اس منصب دینے
کے لیے اُس کی پرورش فرمائی تھی۔ الحاصل منصب
وجاہت اول حاصل ہوا اور حصول کمالات اور اداے
خدمات اُس کی فرع ہے پس وجاہت اولی تحصیل کمالات
اور اداے خدمات پر مترتب ہے بخلاف ثانی کہ جہیں کمالات کا
حصول اور خدمات کا ظہور وجاہت کے حصول پر موقوف ہے
ایسے ہی خاصان بارگاہ کو بادشاہ علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق
کے حضور میں دو طریق پر منصب وجاہت حاصل ہوتا ہے اول
نتیجہ اداے عبادات اور ثانی اصل اصول جملہ کمالات

سلہ درخت ۱۲ منہ سلہ لڑکپن ۱۲ منہ

چنانچہ حدیث لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ الخ اشارت ست بوجاہت کسبی۔ وکریمہ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ وکریمہ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وکریمہ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ وحدیث اُولٰئِکَ غَرَسْتُ کَرَامَتَھُمْ بِیَدِیْ کنایت ست از وجاہت اجتبائی و آن مخصوص است باخص عباد اللہ از انبیاء مرسلین و اکابر صدیقین۔

تنبیہ ثانی در بیان حقیقت ولایت۔ باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام را در معاملات روحانی و کمالات نہانی بہ نسبت عموم ناس اعتبارے می باشد کہ از حضرت الارباب قابل خطاب اند و حامل کتاب بإشارات غیبی مامور اند۔ و بہ بشارات لاریبی مسرور۔ پرورش یافتہ بستان تکریم اند و تربیت یافتہ دبستان تعلیم۔ سربلندان مجالس تعظیم اند و دانشمندان مدارس تفہیم۔ مخزن اسرار احکام اند۔ و مورد انوار الہام۔ منور بنور بوارق ملکوت اند۔ و مؤید بظہور خوارق ناسوت۔ بنور ایقان و حکمت معمور اند۔ و در بحر اجتناب و خشیت مغمور۔ بکمال محبت و موالات موصوف اند و بادراک لذت مناجات مشغوف۔ در مقام حب فی اللہ راسخ القدم اند۔ و در معرکۂ بغض فی اللہ صاحب علم۔ در ابواب خضوع بغایت ہوشیار اند۔ و در آداب خشوع نہایت تجربہ کار۔ در شدت خوف و رجا بسان سیماب در اضطراب اند۔ و بقوت محو و فنا مثل شبنم در آفتاب۔ در تعظیم رب کریم بغایت مؤدب اند و در معاملۂ رضا و تسلیم نہایت مہذب۔ در تبتل و تجرید چست و چالاک اند۔ و در توکل و تفرید مطہر و پاک۔ در قطع علائق نفسانی

چنانچہ حدیث میں وارد ہے (ترجمہ) میرا بندہ برابر نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے ساتھ نفلوں کے۔ آخر حدیث تک۔ وجاہت کسبی کی طرف اشارہ ہے اور آیت کریمہ (ترجمہ) اور بنایا میں نے تجھکو خاص اپنے واسطے۔ اور (ترجمہ) اور برگزیدہ کیا میں نے انکو اور ہدایت کی میں نے انکو طرف راہ سیدھی کے۔ اور (ترجمہ) اور ڈالی میں نے محبت تجھپر اپنی طرف سے اور تا تیار ہو تو میری آنکھ سامنے۔ اور حدیث (ترجمہ) یہی لوگ ہیں کہ انکی بزرگی میرے ہاتھ میں ہے۔ وجاہت اجتبائی کی طرف اشارہ ہے اور یہ خاص ترین بندگان خدا کے ساتھ مخصوص ہے جو انبیاء مرسلین اور اکابر صدیقین ہیں دوسری

تنبیہ ولایت کی حقیقت کے بیان میں ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو معاملات روحانی اور کمالات نہانی میں بہ نسبت عوام الناس اس درجہ کا اعتبار ہے کہ بارگاہ پروردگار سے قابل خطاب ہیں اور حامل کتاب بإشارات غیبی مامور ہیں اور بہ بشارات لاریبی مسرور پرورش یافتہ چمنستان تکریم ہیں اور تربیت یافتہ دبستان تعلیم سربلندان مجالس تعظیم ہیں اور دانشمندان مدارس تفہیم مخزن اسرار احکام ہیں اور مورد انوار الہام عالم ملکوت کے شعاعوں کے نور سے منور ہیں اور عالم ناسوت کے معجزات کے ظہور سے مؤید اور مظفر۔ یقین اور حکمت کے انوار سے معمور ہیں اور دریائے پرہیزگاری اور خوف میں سرتاپا مستغرق اور معمور محبت خدا اور دوستی کبریا سے مالامال ہیں اور بوجہ حصول لذت مناجات عاشق دیدار ذوالجلال مقام الحب فی اللہ میں ثابت قدم ہیں اور معرکۂ البغض فی اللہ میں صاحب علم۔ ابواب خضوع میں نہایت ہوشیار ہیں اور آداب خشوع میں کمال تجربہ کار۔ شدت خوف و رجا سے مانند سیماب بیقرار ہیں اور بکمال شوق مثل شبنم در آفتاب محو دیدار۔ تعظیم رب کریم میں بدرجۂ غایت مؤدب ہیں اور معاملۂ رضا و تسلیم میں نہایت مہذب تبتل اور تجرید میں چست و چالاک ہیں اور توکل اور تفرید میں مطہر اور پاک قطع تعلقات نفسانی میں

---

۱ اشارہ کرنیوالے ۱۲ منہ ۲ بندگان ۱۲ منہ ۳ مرد کیے گئے ۱۲ منہ ۴ فتحیاب ۱۲ منہ ۵ ڈوبے ہوئے ۱۲ منہ ۶ دوستی رکھنا راہ خدا میں ۱۲ منہ ۷ دشمنی رکھنا راہ خدا میں ۱۲ منہ ۸ نیزہ ۱۲ منہ ۹ عاجزی ۱۲ منہ ۱۰ انکساری ۱۲ منہ ۱۱ ڈر ۱۲ منہ ۱۲ امید ۱۲ منہ ۱۳ علیحدگی ۱۲ منہ ۱۴ تنہائی ۱۲ منہ

بیباک اند و در قلع وساوس شیطانی سفاک۔ بر طہارت فطرت مجبول اند و در عبادت رب العزت مشغول۔ آتش محبت حق در دل افروختہ اند و غیر حق را سراسر سوختہ۔ در زہد و قناعت بی بدل اند و در صبر و استقامت ضرب المثل۔ در حل مشکلات فہم ممتاز اند و در سر انجام مہمات ہمت بلند پرواز۔ مخزن عقل و علم اند و معدن عفو و حلم۔ مجمع خلت و وفا اند و منبع عفت و حیا۔ بر کافہ خلائق رحیم اند و در مراعات علائق کریم۔ یگانہ ہر بیگانہ اند و ہمای ہر خانہ۔ در پی ہر گریزندہ دوان اند و در پس ہر گزندہ سرگردان۔ ابر نیسان سخاوت اند و بہار گلستان سماحت۔ شیران بیشہ شجاعت اند و دلیران میدان شہامت۔ راست باز اند۔ سیر چشم و دشمن نواز۔ در مکارم اخلاق یگانہ آفاق اند و بہ نسبت طالبین حق عاشق و مشتاق ہمین ست مقصود از لفظ ولایت درین مقام از ہمین بیان واضح گشت کہ مرتبہ ولایت را سہ شعبہ ست اول معاملات صادقہ مثل الہام و تعلیم و تفہیم غیبی و حکمت دوم مقامات کاملہ مثل محبت و خشیت و توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و تفرید و تجرید سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و وفور شفقت و حلم و حیا و محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت و امثال ذلک پس گویا منصب ولایت را ازین سہ شعبہ مرکب توان گفت۔ ہر چند این ولایت جمیع خواص عباد اللہ را حاصل می شود چنانچہ کریمہ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ بر آن دلالت میدارد لکن ولایت این کبار رنگی دیگر میدارد بیانش آنکہ حق جل و علی دو کمال بس عظیم از خزانہ خاص خود بایشان عطا می فرماید و آن ہر دو را در تمامی کمالات مذکورہ

بیباک ہیں اور دفع وساوس شیطانی میں سفاک ستھرائی اور پاکدامنی ابتدا سے اُنکی جبلی اور معمولی ہی اور عبادت رب العزت میں رات دن اُن کو مشغولی آتش محبت حق سے اُنکا دل افروختہ ہے اور غیر حق اُنکے نزدیک سراسر سوختہ۔ زہد و قناعت میں بے بدل ہیں اور صبر و استقامت میں ضرب المثل۔ حل مشکلات فہم میں ممتاز ہیں اور سر انجام مہمات علم میں بلند پرواز عقل و علم کے مخزن ہیں اور عفو و حلم کے معدن۔ مجمع خلت و وفا ہیں اور منبع عفت و حیا۔ جمیع خاص و عام کے حال پر رحیم ہیں اور تمام تعلقات کی رعایت میں کریم۔ یگانہ بیگانہ ہیں اور ہمای ہر خانہ۔ ہر بھاگنے والے اور نفرت کرنے والے کے پیچھے رواں دواں ہیں کہ راہ پر لائیں اور ہر ایک ستانیوالے اور ایذا دینے والیکے پیچھے سرگرداں ہیں کہ انکو اُسکے عادات سے باز رکھکر سایۂ عاطفت میں پہنچائیں۔ سخاوت میں ابر نیساں ہیں اور سماحت میں بہار گلستان شجاعت اور بہادری کے جھاندہ کے شیر ہیں شہامت اور سرداری کے میدان میں دلیر سیر چشمی اور راستبازی اُنکا کام ہی دوست پروری اور دشمن نوازی اُنکا سر انجام۔ مکارم اخلاق میں یکتائے زمانہ ہیں طالبان حق کے عاشق اور پروانہ۔ الحاصل اس مقام پر کہ بیت التیام میں مقصود لفظ ولایت سے یہی ہی کہ معروض ہوا۔ ایسے بیان سے ظاہر ہوا کہ مرتبے ولایت کے تین شاخیں ہیں اول معاملات صادقہ مثل الہام و تعلیم و تفہیم غیبی و حکمت دوم مقامات کاملہ مثل محبت و خشیت و توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و تفرید و تجرید سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و وفور شفقت و حلم و حیا و محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت وغیرہ گویا منصب ولایت ان تین شعبوں سے مرکب ہے ہر چند یہ ولایت جمیع بندگان خاص کو حاصل ہوتی ہے چنانچہ آیت کریمہ (ترجمہ) خبردار تحقیق دوست اللہ کے نہیں خوف اوپر اُنکے اور نہ وہ غمگین ہونگے جو ایمان لائے اور تھے پرہیزگار۔ اسپر دال ہی لیکن ان مقبولان بارگاہ کی ولایت کا رنگ اور ہی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ خداوند ذو الجلال بہت بڑے دو کمال اپنے خزانۂ خاص سے انکو عطا فرماتا ہے اور ان دونوں کو تمامی کمالات مذکورہ میں

جاری وساری می نماید پس ہر کمال ایشان برنگے دیگری برآید ممتاز از کمالات اولیاء دیگر اول عبودیت ست وثانی عصمت معنی عبودیت آنست کہ ایشان را باوجود اتصاف بہ این کمالات نقصان ذاتی خود دائما ملحوظ خاطر می مانند و این کمالات را مثل لباس مستعار می انگارند و مشابہ تقلب لیل و نہار می شمارند دائما بمحض فضل رب العالمین نظر می دارند و بہر حال شکرِ او بجا می آرند و گاہے خود را از حد بندگی نمی کشند و ہمیشہ راہ تادب می روند و ادنیٰ مراتب گستاخی و شوخ چشمی ہرگز روا نمی دارند و نوعے از ناز و تبختر بخیال نمی آرند از سکر و شطح بیزار اند و از شورش و مستی دست بردار ہمیشہ راہ بندگی پویند و زیادت سرافگندگی می جویند علی الدوام تضرعات عبودیت می دارند نہ ادعائے تصرفات الوہیت۔ بسان خاک خاموش اند نہ مثل آتش در جوش۔ در مقام تجرید و تفرید از بندگان الٰہی متنفر نشوند و حقوق ذوی الحقوق تلف نکنند و در مقام توکل راہ مستان لایعقل نروند و طریقۂ تادب را کہ عبارت از رعایت اسباب است بالکل از دست ندہند و بنا بر شوق لذت مناجات از گم گشتگان بادیہ ضلالت دامن نہ کشند بلکہ تخلل اوقات مناجات روا دارند و بہدایت ایشان ہمت برگمارند و در مقام حسن خلق مداہنت در دین متین و مساہلت در احکام رب العالمین گوارا نمی کنند و ہرگز بہ این راہ ناروا نمی روند و در مقام سخاوت و سماحت اسراف را راہ ندہند و در مقام شجاعت و شہامت تابع جوش و غضب نشوند پس گویا کہ افعال و اقوال ایشان از اقتضائے اخلاق کاملہ ایشان صادر نیست بلکہ در محض اطاعت رب العالمین ست و بس

جاری اور ساری کرتا ہے پس انکا ہر کمال دوسرے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے کہ اولیاء کے کمالات سے ممتاز اور جدا ہی اول عبودیت[۱] ثانی عصمت[۲] عبودیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ حضرات باایں ہمہ کمالات اپنے نقصان ذاتی کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور ان کمالات کو مثل لباس مستعار اور ناپایدار جانتے ہیں اور گردش لیل و نہار کے مشابہ پہچانتے ہیں ہمیشہ محض فضل رب العالمین پر نظر رکھتے ہیں اور ہر حال میں شکر پروردگار بجالاتے ہیں اور کبھی حد بندگی سے تجاوز نہیں فرماتے ہمیشہ راہِ ادب میں چلتے ہیں گستاخی اور شوخ چشمی کے ادنیٰ سے مرتبے کے بھی ہرگز ہرگز روادار نہیں ہوتے کسی قسم کا ناز و تبختر خیال میں نہیں لاتے نشہ اور بیہودہ باتوں سے بیزار ہیں اور شورش اور مستی سے دست بردار۔ ہمیشہ راہ بندگی میں پویاں ہیں اور زیادتی سرافگندگی کے جویاں۔ رات دن تضرع و زاری جناب باری میں اپنی نسبت انکا اشتغال ہی معبودیت اور الوہیت کا دعویٰ اور نہ ادعا اُن کی ذات سے محال ہی مانند خاک کے خاموش میں مثل آتش پرجوش بمقام تجرید و تفرید میں بندگان خدا سے اُنکو نفرت نہیں ہوتی حقداروں کے حقوق ضائع کرنا اُنکی عادت نہیں مقام توکل میں مستان بے عقل کی راہ پر نہ چلیں اور طریقۂ تادب کو کہ رعایت اسباب اسکو کہتے ہیں بالکل ہاتھ سے نہ دیں اور بوجہ شوق لذت مناجات گم گشتگان بادیۂ گمراہی سے دامن نہ چھڑائیں بلکہ مناجات کے اوقات میں خلل گوارا کرکے اُن کی ہدایت میں صرف ہمت اپنی فرمائیں مقام حسن خلق میں سے کم ہمتی اور سہل انگاری دین متین اور احکام رب العالمین میں گوارا نہیں فرماتے ہرگز ہرگز اس راہ ناروا کی طرف قدم نہیں اُٹھاتے مقام سخاوت اور سماحت میں اسراف کو راہ نہ دیں معرکہ شجاعت اور سرداری میں جوش و خروش کا نام نہ لیں الحاصل اُن کے افعال اور اقوال اُنکے اخلاق کاملہ کے باعث سرزد نہیں ہوتے بلکہ محض اطاعت رب العالمین اُنکے ظہور کا سبب ہے

[۱] بندگی ۱۲ [۲] پاکدامنی ۱۲

مثلاً اگر کسی را چیزے می بخشند ہرگز بمقتضاے سخاوت جمیلہ خود می بخشند بلکہ تامّل میفرمایند کہ اگر رضاے رب العالمین باین بخشش متعلق ست فی الفور آن را بروے کار می آرند والّا ازان نہایت بیزار اند و اگر در مقامے مقدمۂ کارزار و جنگ و پیکار برپا میکنند بنابر مقتضاے شجاعت خود برپا نمی کنند بلکہ اگر رضاے مولاے خود دران می بینند داد شجاعت در آن مقام میدہند والّا پہلوتہی کردہ براہ خود می روند و ہمچنین در سائر امور قیاس باید کرد پس گویا کہ بظاہر کمالات مذکورہ بسان دانہاے تسبیح متعدد و منکثر ست فاما در حقیقت ہمان رشتۂ عبودیت ہمہ را یک سلک گردانیدہ و معنی عصمت آنست کہ انچہ بایشان تعلق میدارد اقوال و افعال و عبادات و عادات و معاملات و مقامات و اخلاق و احوال آن ہمہ را حق جل و علی از مداخلت نفس و شیطان و خطا و نسیان بقدرت کاملہ خود محفوظ میدارد و ملائکہ حافظین را برایشان می گمارد تا غبار بشریت دامن پاک ایشان را نیالاید و نفس بہیمی بہ بعضی مکنونات خود امر نفرماید و اگر احیاناً چیزیکہ خارج از قانون رضامندی حضرت حق باشد از ایشان بطریق شذوذ و ندرت صادر می گردد فی الفور حافظ حقیقی ایشان را بہ آن آگاہ می فرماید و عصمت غیبیہ طوعاً و کرہاً ایشان را کشان کشان براہ راست می آرد و این ولایت مذکورہ کہ رنگین باشد برنگ عبودیت و عصمت آن را ولایت النبوۃ میگویند پس ولایت النبوۃ غیر منصب نبوّت ست چہ منصب نبوّت مخصوص ست بہ انبیاء و این ولایت النبوۃ اگرچہ بالاصالت در انبیاء یافتہ می شود فاما بعضے اکابر اولیاء را ہم بہ تبعیت انبیاء ازان نصیبے بدست می آید چنانچہ دلائل این دعوی از کتاب و سنت عنقریب

مثلاً اگر کسی کو کوئی چیز عنایت فرماتے ہیں ہرگز اپنی سخاوت جمیلہ کے اقتضاء سے نہیں دیتے ہیں بلکہ غور فرماتے ہیں کہ یہ امر عطیہ ہمارا مرضی خداوندی کے متعلق ہے یا نہیں اگر رضاے پروردگار کے تابع ہے فی الفور اسکے اظہار میں برسرِ کار ہیں ورنہ اس سے نہایت بیزار ہیں اگر کسی مقام میں لڑائی بھڑائی اور جنگ و جدل کا مقدمہ برپا کرتے ہیں ہرگز اپنی بہادری اور شجاعت کے باعث برپا نہیں کرتے بلکہ رضاے مولی اگر اسمیں پاتے ہیں داد شجاعت اس مقام پر دیتے ہیں ورنہ پہلوتہی کو کام فرما کر اپنی راہ لیتے ہیں اور ایسے ہی تمام امور میں قیاس کرنا چاہیے کمالات مذکورہ ظاہر میں تسبیح کے دانوں کی مانند متعدد اور منکسر ہیں لیکن حقیقت میں اسی رشتۂ عبودیت نے سب کو ہم سلک بنا رکھا ہے۔ اب عصمت کے معنی سنیے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اقوال اور افعال عبادات اور عادات معاملات اور مقامات اخلاق اور احوال انکی ذات بابرکات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں حق جل و علی ان سب کو نفس اور شیطان خطا اور نسیان وغیرہ کی مداخلت سے اپنی قدرت کاملہ سے بچاتا ہے اور ملائکہ محافظین سے ان کی نگہبانی کرتا ہے تاکہ غبار بشریت انکی پاکدامن کو آلودہ نہ فرمائے اور نفس بہیمی اپنے بعض مکنونات کے ساتھ غالب نہ آئے اگر اتفاقاً کوئی امر حضرت خداوندی کی رضامندی کے قانون کے خلاف انسے شذوذاً اور ناداراً صدور پاتا ہے فی الفور حافظ حقیقی انکو اسپر مطلع فرماتا ہے اور عصمت غیبی خواہی نخواہی انکو کشاں کشاں راہ راست کی طرف لاتی ہے اور آئندہ کو جناب باری کی طرف سے انکو تنبیہ ہو جاتی ہے یہ ولایت مذکورہ کہ عبودیت اور عصمت کے رنگ سے رنگین ہو اسکو ولایت النبوۃ کہتے ہیں پس ولایت نبوت غیر منصب نبوت ہے اسلیے کہ منصب نبوت نبوت انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ ولایت نبوت اگرچہ اصالتاً انبیاء میں پائی جاتی ہے لیکن بعض اولیاء کرام کو بھی انکی تبعیت میں حصہ پہنچاتی ہے چنانچہ اس دعوے کے دلائل کتاب اور سنت سے عنقریب

سلہ پوشیدہ گبھا ۱۲ منہ سلہ پیروی ۱۲ منہ

مذکور خواہد گردید ان شاء اللہ تعالیٰ تنبیہ ثالث در بیانِ حقیقتِ بعثت - باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور می شوند بہ تبلیغ احکام بسوے خواص و عوام و بعثت را یکے صورتِ ظاہرہ است و یکے حقیقتِ باطنہ ظاہرش ہمین ست کہ از جانبِ حق جلّ علیٰ بطریقِ وحی یا الہام امرِ تبلیغ احکام بہ ایشان برسد و حقیقتش آنست کہ رحمتِ فراوان و شفقتِ بے پایان بہ نسبتِ مبعوث الیہم در قلوبِ ایشان القا فرماید بمشابہ القاے شدّتِ محبّت و فورِ شفقت در قلوبِ آباے بہ نسبت ابناء پس چنانکہ گستاخی ابناء و آوارگی آنہا باعث جد و پیچ و تاب و قلق و ضطراب قلوبِ آباء میگردد حتیٰ کہ تلفِ جان و مال در پے تادیب و تعلیم ایشان بر خود گوارا میسازند و چہ قدر جد و جہد بلیغ بجا می آرند و راحت ایشان را بعینہ راحتِ خود می انگارند و رنج ایشان را بعینہ رنج خود می شمارند و از تہ دل خواہانِ بہبود ایشان می باشند و دائما جویاے سود ایشان میشوند چار و ناچار در پے ایشان می دوند و کشان کشان در پسِ ایشان می روند خواہ از جانبِ بادشاہِ زمان باین خدمت مامور شوند خواہ نشوند بلکہ اگر مامور ہم شوند و سعی بلیغ بجا آرند و باز بتقدیر الٰہی اثر تادیب و تعلیم در ایشان جلوہ گر نہ گردد ہر آئینہ شکستہ خاطر و مضطرب القلب مانند اگرچہ از طرفِ خود امتثالِ امر نمودند و حق خدمتِ مفوضہ بوجہ اتم ادا کردند آئندہ اگر بتقدیرِ الٰہی واقع نشد باین سبب خوب می دانند کہ ہیچ گونہ عتاب بادشاہی بحالِ ما متوجہ نیست و ہیچ قصورے بما عاید نہ بلکہ اگر خود بادشاہ بصد زبان ہزار تحسین و آفرین بر حسنِ خدمت گزاری آنہا فرماید ہر آئینہ پریشانی دل و ملال خاطر از ایشان زائل نگردد و ہمچنین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہ نسبتِ قوم خود بوجہے شفقتِ کاملہ می باشند کہ از آوارگی آنہا

ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے - تیسری تنبیہ میں بعثت کی حقیقت کا بیان ہے - واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام خاص و عام کی طرف احکام پہنچانے کے واسطے مامور ہوتے ہیں اور بعثت کی ایک صورت ظاہرہ ہے اور ایک حقیقت باطنہ ظاہر اسکا یہی ہے کہ جناب باری بطور وحی یا الہام انکو تبلیغ احکام کا ارشاد فرمائے اور حقیقت اُنکی یہ ہے کہ کمال رحمت اور نہایت شفقت اُنکے دل میں ڈالے کہ ہر حال میں اُمت کے مہربان اور غمخوار ہیں اور ماں باپ کی محبت سے زیادہ اُنکے ساتھ محبت رکھیں جسطرح کہ بیٹوں کی گستاخی اور آوارگی باپوں کے دل میں غصہ اور پیچ و تاب قلق اور اضطراب پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اُنکی تادیب اور تعلیم کے پیچھے جان و مال کا ضائع کرنا اپنی ذات پر گوارا فرماتے ہیں اور کمال جد و جہد اُن کی درستی اور صلاح میں بجالاتے ہیں اور اُن کی راحت بعینہ اپنی راحت جانتے ہیں اور اُن کا رنج بعینہ اپنا رنج پہچانتے ہیں اور تہِ دل سے اُن کی بہتری اور بہبودی کے خواہاں رہتے ہیں اور اُنکے سود اور نفع کے ہمیشہ جویاں رہتے ہیں چار و ناچار اُنکے پیچھے جاتے ہیں اور کشاں کشاں اُنکی طرف قدم بڑھاتے ہیں خواہ بادشاہ زمانہ کی طرف سے اس خدمت پر مامور ہوں یا نہوں بلکہ اگر مامور بھی ہوں اور سعی بلیغ بجالائیں اور پھر تقدیر الٰہی سے تادیب اور تعلیم کا اثر اُن میں ظاہر نہو البتہ شکستہ خاطر اور پریشان دل رہیں اگرچہ اپنی طرف سے حکم بجالا چکے اور خدمتِ مفوضہ کا حق کامل طور پر اُسکے موقع پر پہنچا چکے آئندہ اگر بہ تقدیر الٰہی یہ امر واقع نہو اس وجہ سے خوب جانتے ہیں کہ ہم کسی طرح پر قابل عتاب بادشاہی نہیں اور کوئی قصور ہماری طرف عائد نہیں بلکہ اگر خود بادشاہ سو زبان سے ہزار تحسین اور آفرین اُنکی حسن خدمتگزاری پر فرمائے تب بھی پریشانی دل اور رنج خاطر اُن کے دل سے نہ جائے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کو اپنی قوم کی نسبت اس قدر شفقت کاملہ اور رحمت تامہ ہوتی ہے کہ اُنکی آوارگی

در ورطۂ ضلالت و گمراہی نہایت دل تنگ می شوند و انواع
رنج و ملال دامنگیر حالِ طہارت اشتمال آنہا میگردد و کہ باوجود
نزولِ کریمہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ
و کریمۂ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ہرگز در ہمت
ایشان فتورے و در سعی ایشان قصورے راہ نمی یابد چہ قدر
انواع رنج و ملال ست کہ در مقدمۂ دعوت قوم بر ذات خود نہ
پسندیدہ اند و باوجود این کشاکش گاہے ازین امر نہ رنجیدہ سخن
گران ہر کس و ناکس را چہ سبک برداشتہ اند و دشنام سخت تر
نزدیک و دور را چہ سہل انگاشتہ کَافَاهُمُ اللّٰهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ
أَحْسَنَ الْمُكَافَاتِ وَجَازَاهُمُ اللّٰهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ أَحْسَنَ الْمُجَازَاتِ
پس القاے این رحمت ہمین ست حقیقتِ بعثت و نیز باید
دانست کہ در بعضے اوقات بعضے از اہلِ کشف و علم ہم بر حسن و
قبح بعضے اقوال و افعال یا بعضے رسوم و عادات کہ درمیان
قومے جاری و ساری ست بنورِ وہبی و استدلال کسبی مطلع
می شوند و قومِ مذکور را بنابر شفقت و رحمت بر آن آگاہ می فرمایند
و بسوے امورِ مستحسنہ ترغیب میدہند و از امورِ مستقبحہ ترہیب ازین قدر
ثابت نمی شود کہ ایشان بمنصبِ بعثت رسیدہ اند بلکہ منصبِ
مذکور ہمون وقت ثابت خواہد گردید کہ خدمت تعلیم و تادیب و
ترغیب و ترہیب بایشان مفوض خواہد شد مثلاً ہر کہ از باریابان
حضور بادشاہی می باشد لابد آفرین و نفرین او را کہ بہ نسبت
بعضے رعایا صادر می شود و بگوشِ خود می شنود و دوستان
خود را بطریقِ خیر خواہی ہر گرا آگاہ می سازد فاما درین قدر
او را محتسب شہر نتوان گفت بلکہ باین لقب ہمان وقت
ملقب خواہد گردید کہ بمنصب تفویض خدمت احتساب خواہد رسید
پس شخص مبعوث برائے تربیت عباد دیگر ست عارف بمقبولیت

اور گمراہی سے نہایت دل تنگ اور پُر ملال ہوتے ہیں اور اقسام اقسام
کے رنج والم اُن کے لاحق حال ہوتے ہیں اور باوجود نزول کریمہ
(ترجمہ شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اسپر کہ وہ یقین نہیں کرتے)
اور (ترجمہ سوائے اسکے نہیں کہ تو سمجھانے والا ہی نہیں ہے تو
اوپر اُنکے داروغہ) ہرگز ہرگز اُنکی ہمت میں کسی طرح کا فتور اور
اُنکی سعی میں کسی نوع کا قصور راہ نہیں پاتا ہے کیا کچھ رنج و ملال
قوم کی دعوت اور ہدایت کے بارہ میں اپنی ذات پر گوارا نہیں فرماتے
اور باوجود اس کشاکش کے کسی اس راہ سے رنجیدہ ہو کر قدم نہیں
اُٹھاتے ہر کس و ناکس کی بھاری بات کو کیا کچھ ہلکی جانتے ہیں
اور دشنام سخت نزدیک دُور کو کیا سہل پہچانتے ہیں۔
(ترجمہ بدلا دے اُنکو اللہ تعالیٰ[۱۲] اسپر اچھے بدلے اور جزا دے اُنکو
اللہ اسپر اچھی جزائیں) پس انبیاء علیہم السلام کو اس رحمت
اور شفقت کا القا ہونا یہی حقیقت بعثت ہے اور یہ بھی
واضح ہو کہ بعض اہل کشف و علم بھی بعض اقوال و افعال اور
بعض رسوم و عادات کی بُرائی اور بھلائی جو ایک قوم میں
جاری اور ساری ہیں بہ نورِ وہبی اور استدلال کسبی کے ساتھ
مطلع ہوتے ہیں اور قوم مذکور کو بوجہ شفقت و رحمت اسپر آگاہ فرماتے
ہیں اور اچھی باتوں کی رغبت دلاتے ہیں اور بُری باتوں سے
ڈرتے ہیں اس امر سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وہ منصب
نبوت پر پہنچے ہیں بلکہ منصب مذکورہ اُسی وقت ثابت ہوگا کہ
جب تادیب و تعلیم اور ترغیب و ترہیب کی خدمت اُن کو
سونپی جائیگی مثلاً جو کوئی مقربانِ حضورِ بادشاہی سے ہوتا ہے
بالضرور بادشاہ کی آفرین اور نفرین جو بعض رعایا کی نسبت صادر ہوتی
ہے اپنے کانوں سے سنتا ہے اور اپنے دوستوں کو بطور خیر خواہی اُس پر
مطلع کرتا ہے لیکن اتنی بات میں اُسکو محتسب شہر نہیں کہہ سکتے
بلکہ اس لقب کے ساتھ اُسی وقت ملقب ہوگا کہ جب احتساب کی خدمت کا
منصب اُنکو عنایت ہوگا پس شخص مبعوث بندگانِ خدا کی
تربیت کے واسطے اور ہے اور اُنکی مردودیت[نبی ۱۲] اور مقبولیت کا

ومردو دیت ایشان با عالمِ بحسن وقبح افعال واحوالِ ایشان
با واعظ مشغول در ترغیب وترہیب ایشان
دیگر وانچہ از اوصافِ ایشان در تنبیہات
ثلثہ مذکور گردید ہمہ شرح کمالاتِ ایشان ست وانچہ در تنبیہین
آخرین مذکور خواہد شد ہمہ شرحِ تکمیل ایشان **تنبیہ رابع در
بیانِ حقیقتِ ہدایت** - باید دانست کہ ہدایتِ انبیاء
علیہم السلام عبارت ست از ظہور اثرِ سیادتِ ایشان کہ در
تنبیہ اول مذکور شد زیرا کہ سیادت عبارت ست از وساطتِ
ایشان درمیان حق جل وعلی وبندگان او درباب وصولِ
فیض غیبی وہدایتِ ظہور اثر آن فیض ست بواسطہ ایشان
درمقبولین پس درین مقام تامل باید کرد کہ ہدایت از ایشان
بچہ چیز وبچہ طریق صادر میگردد اما اول پس بیانش آنکہ
اصل مقصود از بعثت ایشان ہمین ست کہ بندگان الٰہی در
اقوال وافعال وعبادات ورسوم ومعاملات بوجہے مؤدب شوند ودر اخلاق
بوجہے مہذب گردند ودر مقامات وارادات بوجہے استقامت ورزند
ودر علوم واعتقادات بوجہے رسوخ بدست آرند کہ در دنیا انتظام امر معاش
ودر آخرت بہبودی معادِ ایشان بدست آید وبابِ معاملات مع اللہ بر روی
ایشان مفتوح گردد مگر مراعات جانبِ حسن معاد ومعاملات
مع اللہ در نظر ایشان ملحوظ ست بالذات وجانبِ
انتظامِ معاش بالتبع پس چیزیکہ نافع در معاش باشد ومضر در
معاد لابد ایشان از ان امر مانع خواہند گردید واگر بالعکس ست
لابد بہ آن امر خواہند نمود چنانچہ در حق خمر وقمار حق جل وعلی
می فرماید وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ
اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا
وقال النبی صلعم اِنَّمَا الْخَمْرُ لَیْسَ بِدَوَاءٍ وَّلٰکِنَّهٗ دَاءٌ

عارف اور اُنکے احوال افعال ورحُسن وقبح کا عالم اور اُنکی ترغیب و
ترہیب کا واعظ شخص دیگر ہی جو کچھ اُنکے اوصاف تنبیہاتِ ثلثہ میں
مذکور ہوے تمام اُنکے کمالات کی شرح سمجھنا چاہیے اور جو کچھ
دوسری تنبیہوں میں بیان کیا جائیگا سب شرح اُنکے تکمیل کی
ہے **چوتھی تنبیہ میں ہدایت کی حقیقت کا ذکر ہی**
معلوم کرنا چاہیے کہ ہدایتِ انبیاء علیہم السلام اُنکی سیادت کے
اثر کا ظہور ہے جسکا تنبیہ اوّل میں ذکر ہوا اسلیے کہ سیادت اُن کی
وساطت سے عبارت ہی کہ حق جل وعلی اور اُسکے بندون
کے درمیان درباب وصولِ فیضِ غیبی واقع ہی اور ہدایت
اُس فیض کے اثر کا ظہور ہے کہ اُنکے واسطہ سے مقبولین بارگاہ کو
شامل ہی پس اس مقام میں غور فرمانا چاہیے کہ ہدایت اُنسے
کس چیز اور کس طور سے صادر ہوتی ہی لیکن اوّل پس بیان
اُسکا یہ ہے کہ اصل مقصود انبیاء علیہم السلام کی پیغمبری سے یہی ہے کہ
بندگانِ خدا تمام اقوال اور افعال اور عادات اور عبادات
اور رسوم اور معاملات میں ایسے طور پر مؤدب ہوں اور اخلاق
اور اعمال میں ایسے وجہ پر مہذب ہوں اور مقامات اور واردات
میں اس طریق پر استقامت اور استقلال اختیار کریں اور علوم اور اعتقادات
میں اس نہج پر رسوخ اور متانت کو کام میں لائیں کہ دنیا میں امر معاش کا
انتظام اور آخرت میں بہبودی معاد کا سرانجام اُنکو حاصل ہوئی اور
معاملات مع اللہ کا باب اُنکے واسطے کھل جاوے مگر حسن معاد اور معاملات مع
اللہ کی جانب داری اور مراعات اُنکی نظر میں ملحوظ بالذات ہے اور معاش کی انتظام
کی جانب کا لحاظ بالتبع تو جو چیز کہ اُنکے نزدیک نافع معاش اور ضرر رسانندہ معاد ہو
لابد اُس سے بندگانِ خدا کو بچائینگے اور اگر اسکے برعکس ہے تو ضرور اُنکو اس کی
طرف بلائینگے چنانچہ شراب خواری اور قمار بازی کے بارہ میں اللہ تعالےٰ
ارشاد فرماتا ہی (ترجمہ) اور دریافت کرتے ہیں تجھ سے شراب اور جوے
بازی کو کہہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہی اور نفع بھی ہیں لوگوں کے
اور گناہ بہت بڑا ہے ان دونوں کے نفع سے۔ اور فرمایا
رسول اللہ صلعم نے (ترجمہ) کہ شراب دوا تو نہیں البتہ بیماری تو ہے۔

مقصود ازین کلام ہدایت التیام ابطال تاثیراتِ طبیّۂ خمر نیست مقصود ازان ضررِ اوست در معاد پس گویا حاصلِ کلام چنین باشد کہ خمر ہرچند دوائے جسمانی ست اما دوائے روحانی وقتے کہ بہ نسبتِ روحِ انسانی مرضِ مہلک ست پس او را در امراض باید شمرد نہ در ادویہ بالجملہ انبیاء اللہ بہ ہمین سہ فن ہدایت میفرمایند۔ فنِ عقاید۔ وفنِ احکام۔ وفنِ اخلاق۔ وفنِ فضائل اکابرِ دین از شعبِ فنِ عقائد ست وفنِ فضائلِ اعمال از شعبِ فنِ احکام وفنِ مقامات وارادات از شعبِ فنِ اخلاق پس فنِ عقائد را بہ لفظِ ایمان تعبیر می فرمایند وفنِ احکام را بہ اسلام وفنِ اخلاق را بہ احسان چہ ہمین ہر سہ امر در معاد کار آمدنی ست نہ بہ فنِ حقائقِ تصوّف نہ دقائقِ تفلسف و نہ بہ اشارات دقیقہ شناسانِ تعمق اندیش و بکنایات چرب زبانانِ تکلف کیش بلکہ در امثال این امور سادگی را می ستایند و طلب آن را از جملۂ آوارگی می شمارند وفنِ تاریخ وشعر را از جنس افسانہ ہائے بے مغز می دانند اگرچہ بطریقِ تمثیل گاہے دران سخن می رانند بالجملہ حالِ ایشان در تربیتِ روحانی مثل حالِ طبیب ست در معالجہ جسمانی کہ اصلاح مریض را پیشِ نظرِ ہمت میدارد و گفتگوے زائد را از جنسِ لغو می شمارد مثلاً کدام مریض را اگر استعمال سنامی فرماید ہمین قدر بیان می نماید کہ برگ سنا چنین وچنان می باشد او را کوفتہ و بیختہ با قدرے عسل آمیختہ باید خورد نہ آنکہ سنا در کدام مقام پیدا می شود و در کدام موسم برگ می برآرد و تاجرانِ ادویہ او را چگونہ می آرند و در کدام ظرف او را می گزارند و از کدام راہ می آرند و بیع وشرائے او چگونہ می نمایند و نہ آنکہ عسل در خانۂ مگس چگونہ پیدا می شود و رنگ و بوے نباتاتِ مختلفہ کہ اصلِ عسل ست کجا می رود و اجزائے سنا بسبب کوفتن و بیختن

الحاصل اس کلامِ ہدایت التیام سے شراب کی تاثیرات طبیہ کا ابطال مقصود نہیں بلکہ آخرت میں اسکا ضرر اور نقصان اس سے مراد ہے گویا حاصل کلام یہ ہے کہ شراب ہرچند دوائے جسمانی ہے لیکن مرضِ روحانی ہے اور جبکہ وہ بہ نسبت روحِ انسانی مرضِ مہلکہ مہلک ہے تو اسکو امراض سے شمار کرنا چاہیے نہ ادویہ میں اختیار کرنا چاہیے بالجملہ حضرات انبیاء علی نبینا وعلیہم السلام انھیں تین فن کی ہدایت فرماتے ہیں اول فنِ عقائد دوم فنِ احکام سوم فنِ اخلاق بزرگان دین کے فضائل کا فن عقائد کے فن کا شعبہ ہے اور اعمال کے فضائل کا فن احکام کے فن کی شاخ ہے اور ارادات اور مقامات کا فن فن اخلاق کی فرع ہے پس فنِ عقائد کو بلفظِ ایمان تعبیر فرماتے ہیں اور فنِ احکام اسلام کا نام ہے اور فنِ اخلاق احسان سے عبارت ہے اسلیے کہ یہی تین امر آخرت میں کام آنے والے ہیں۔ رہے تصوّف کے حقائق اور تفلسف کے دقائق کے علوم اور دقیقہ شناسان تعمق اندیش کے اشارات اور چرب زبانانِ تکلف کیش کے کنایات کے فنون سو انکی ہدایت سے انکو بحث نہیں بلکہ ایسے امور میں سادگی پسند فرماتے ہیں اور اسکی طلب کو منجملہ آوارگی شمار میں لاتے ہیں اور فن تاریخ اور شعر کو فسانہائے بے مغز یعنی قصہ کہانی کے جنس سے پہچانتے ہیں اگرچہ بطور تمثیل کبھی اسمیں کلام کرنا برا نہیں جانتے ہیں بالجملہ تربیت روحانی میں انکا حال طبیعت کے حال کے مشابہ ہے معاملہ جسمانی میں کہ مریض اصلاح اسکو ہر وقت منظور نظر رہتی ہے اور گفتگوے زائد کو لغو جانتا ہے مثلاً کسی بیمار کو اگر سنا کے استعمال کا حکم کرتا ہے اسی قدر بیان کرتا ہے کہ برگ سنا ایسی اور ایسی ہے اسکو کوٹ چھان کسی قدر شہد ملا کر کھلانا چاہیے اور اس سے انکو بحث نہیں کہ سنا کہاں پیدا ہوتی ہے اور کس موسم میں اسپر پتے آتے ہیں اور تاجران ادویہ اسکو کیونکر لاتے ہیں اور کس برتن میں اسکو رکھتے ہیں اور کس راستے سے لاتے ہیں اور اسکی خرید و فروخت کس طور پر کرتے ہیں اور اس سے بھی انکو غرض نہیں کہ شہد چھتے میں کیونکر پیدا ہوتا ہے اور نباتات مختلفہ کی رنگ و بو جس سے شہد پیدا ہوتا ہے کہاں جاتی ہے اور اجزائے سنا کو کوٹنے چھاننے کے باعث

چہ قدر باریک می شود آیا بحدود انہ خردل می شود یا خرد تر ازان
و بشہد آمیختن چگونہ می شود بہ سر انگشت باید آمیخت یا بہ انگشتِ
شہادت بالجملہ امثال این گفتگو در نظر طبیب محض پریشانی ست
و در پرسش افتادن در حق مریض سراسر نادانی ہمچنین تحقیق
بے حاصل و تدقیق لاطائل در علم احکام اخلاق در
حق طالبین حق محض آوارگی ست بلکہ سراسر دیوانگی کسی کہ
حق جل و علی او را بحکمتِ بالغہ خود بمنصب ہدایت عموم ناس
قائم فرمودہ باشد ظہور امثال این قیل و قال ازو سراسر متعذر
و محال ست این مقام را بخوبی غور باید فرمود و درمیان
ہادیان راہ حق و نائبان حکیم مطلق و درمیان فضیلت نمایان
سخن ساز و چرب زبانان حیلہ باز بخوبی امتیاز باید نمود اما آنکہ
از انبیاء علیہم السلام بچہ طریق ہدایت صادر می شود پس بیانش آنکہ
اکثر بہ پنج طریق صادر می شود نزول برکت و عقد ہمت و فیضِ
صحبت و خرقِ عادت و اظہار دعوت اما نزولِ برکت پس
بیانش آنکہ وجود باجود انبیاء علیہم السلام مشابہ بآفتاب عالمتاب ست
کہ چون نور او در تمام عالم منتشر شود لابد ظلمت شبینہ بدر رود و
انچہ در محاذات آفتاب بے حجاب واقع ست بتابش او تابناک ست
و از ہمہ مراتب ظلمت پاک و انچہ اندرون خانہ ازو محجوب ست
ہر چند از نفس نور او محروم ست اما تاریکی شب تار ازو معدوم
چہ نور لطیف او در رگ و ریشہ تاریکی در رسیدہ و او را از حد
ظلمت محض بر کشیدہ اگر خانہ بے در درست نہ تاریکی تار سراسر ست
یا مشابہ موسم برشگال باید فہمید کہ چون موسم مذکور بسر رسید
قوتی در نباتات پیدا گردید انچہ ابر ریزان برو بارید گلہاے
رنگارنگ ازو رسید و الا از نفس رطوبت ہوا لابد حالش متغیر
گردید و سبزی و تازگی در و جنبید آرے در سنگ سخت ہیچ گل و خار

کس قدر باریک ہوتے ہیں آیا رائی کے دانے کی مقدار ہوتے ہیں
یا اُس سے بہت چھوٹا اور شہد میں کیونکر ملانی چاہییں انگوٹھے
سے ملانا چاہیے یا انگشتِ شہادت سے الغرض اس قسم کی
گفتگو طبیب کی نظر میں محض پریشانی ہی اور اسکے پیچھے پڑنا بیمار کے
حق میں سراسر نادانی ہی اسی طرح تحقیق بیحاصل اور تدقیق لاطائل
علم احکام اور اخلاق میں طالبین حق کے حق میں محض آوارگی
بلکہ سراسر دیوانگی ہی جس کسی کو حق جل و علی نے اپنی حکمت بالغہ
اور رحمت تامّہ سے منصب ہدایت پر لوگوں کی رہنمائی کے واسطے
قائم فرمایا ہو اس قسم کی قیل و قال اُسکی ذات سے سراسر متعذر اور
محال ہی اس مقام کو بخوبی غور فرمانا چاہیے کہ ہادیان راہِ حق اور
نائبانِ حکیم مطلق اور فضیلت نمایان سخن ساز و چرب زبانانِ
حیلہ ساز کے درمیان فرق زمین و آسمان ہی اور اس بات کا پہچاننا
کہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کس طور پر صادر ہوتی ہی اسکا
بیان یہ ہی کہ اُنسے ہدایت اکثر پانچ طریق پر صادر ہوتی ہی اوّل
نزول برکت دوم عقد ہمت [مضبوط ارادہ کرنا] سوم فیض صحبت چہارم خرق عادت
پنجم اظہار دعوت۔ نزولِ برکت کا یہ بیان ہی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام
کا وجود سراپا جود آفتاب عالمتاب کے مشابہ ہی کہ جس وقت اسکا نور تمام عالم
میں منتشر ہوتا ہی بالضرور رات کی سیاہی اور تاریکی بالکل جاتی رہتی ہی اور
جو چیز آفتاب کے محاذات [مقابل] میں بے حجاب واقع ہی اسکی تابش اور پرتو سے روشن اور
تابناک ہو جاتی ہی اور تمام ظلمت [سیاہی] اور تاریکی سے پاک اور جو کچھ اندرون خانہ اُس سے
محجوب ہی ہر چند عین نور سے محروم ہی لیکن تاریکی شب تار اُس سے معدوم ہی
اسلیے کہ اسکا نور لطیف تمام رگ و ریشہ تاریکی میں جاری اور ساری ہوا اور ظلمت
محض کی تاریکی سے اسکو نکالا اگر خانہ بے در ہی تاریکی شب تار سے سراسر
بھری ہی یا انکی ذات بابرکات کو موسم برشگال کے مشابہ خیال کرنا چاہیے کہ
جب موسم مذکور عالم میں پیدا ہوا نباتات [بوٹیاں] میں ہر طرح کی قوت اور زور
پیدا ہوا اگر باران رحمت الٰہی نے اُسپر نزول فرمایا گلہاے
رنگارنگ نے ہر طرح کا جلوہ دکھایا ورنہ محض رطوبت ہوا سے اسکا حال متغیر ہوتا ہی
سبزی اور تازگی کا اُسمیں اثر ہوتا ہی ہاں سنگ سخت میں کسی گل اور خار نے

نمی ویدو از چوبِ خشک کسی برگ و بار نمی جوید ہمچنین چون
این قدوسیانِ بشری لباس و گروہ بیانِ النبی اساس از اوجِ
فلک الافلاک بہ تیرہ دانِ این خاک نزول میفرمایند لابد یک
برکتے ہمراہ ایشان فرود آمدہ در قلوبِ افراد بنی آدم فرو میرود
خود بخود از دل ہر سعادتمند طلبِ حق جوش میزند و بر گفتۂ ہر واعظ
گوش می نہد ہمت اعمالِ شاقہ در دل پیدا می گردد و عزم
کشیدن رنج و تکلیف در ذہن ہویدا می شود بسا علمائے آن
زمانہ می باشد کہ علومِ خود را مثل فسانہ می خوانند و آن را بر
سبیلِ افسون بر زبان می رانند ناگہان بحقیقتِ فہمِ خود
بیدار می شوند و بمقصدِ علم ہوشیار عمل را ضمیمۂ علم می کنند
و اخلاص را نتیجۂ فہم از تعمقِ سخن آرائی بیزار می شوند و از تکلفِ
انجمن پیرائی دست بردارند بسا زاہدانِ خلوت گزین و درویشانِ
چلہ نشین می باشند کہ ناگاہ بر مفاسدِ مکنونہ خود آگاہ می شوند
و در صلاحِ نفسِ امارہ رو براہ و حبِ جاہ را پس پشت می اندازند
و رضاء اللہ را پیش نظر می سازند و تمامی نام و نشان درین راہ
می بازند و خود را مردانہ وار درین دریا می اندازند ہمین واعظانِ
چرب زبان می باشند کہ بر سرِ منابر فریاد می کنند و تمام کوشش خود
برباد میدہند کسی وعظ ایشان بخیال ہم نمی آرد و کلام ایشان
را بجوے نمی شمارد باز چون طلبِ حق از دلِ ہر کس و ناکس
جوش می زند ہر فردِ کلامِ ایشان را بگوشِ ہوش می شنود و
ہر کلمۂ ایشان در دلِ مستمعان مثل تیرے می نشیند و ہر کس
ایشان را مثل ہیرے می بیند بالجملہ کلمۂ حق بہر دل در جوش ست
و بہر زبان در خروش در ہر محفل ہمین قیل و قال ست و در ہر مجمع
ہمین بحث و جدال آرے ہر کہ شقی ازلی ست درین سعادت
محروم ست و بہر حال مذموم و این انتشار برکت را بہ نزولِ امانت

ظہور نہ فرمایا اور چوبِ خشک سے کسی نے برگ و بار نہ پایا ایسے
طور پر جب قدوسیانِ بشری لباس اور گروہ بیان النبی اساس
بلندی فلک الافلاک سے اس تیرہ دان خاک پر بحکم حضرت ذو الجلال
نزول اجلال فرماتے ہیں لابد ایک عظیم برکت انکے ہمراہ آتی ہے اور
بنی آدم کے دلوں میں انوار الٰہی پہنچاتی ہے جسکی وجہ سے ہر سعادتمند
کے دل میں طلبِ حق جوش زن ہوتی ہے اور ہر واعظ کے کلام
کی طرف گوشِ حق نیوش کی توجہ نے سخن ہوتی ہے اعمالِ شاقہ کا
قصد دل میں پیدا ہوتا ہے اور رنج و تکلیف اُٹھانے کا عزم ذہن میں
ہویدا ہوتا ہے اُس وقت بہت علمار زمانہ ہوتے ہیں کہ اپنے علوم کو افسانہ
جانتے ہیں اور اُسکو بطور افسون زبان پر لاتے ہیں ناگہاں حقیقت فہم سے
بیدار ہوتے ہیں اور مقصد علم سے ہوشیار عمل کو علم کے ساتھ ملاتے
ہیں اور اخلاص کو فہم کا نتیجہ بناتے ہیں سخن آرائی کے خوض سے بیزار
ہوتے ہیں اور انجمن پیرائی کی تکلیف سے دست بردار اور بہت سے
زاہدانِ خلوت گزیں اور درویشانِ چلہ نشین کا یہ حال ہے کہ ناگاہ اپنے
مفاسدِ مکنونہ اور عیوب پوشیدہ پر آگاہ ہوتے ہیں اور اصلاح اور درستی
نفس امارہ میں رو براہ حب جاہ اور خواہش نفسانی کو پس پشت ڈالتے
ہیں اور شاہد رضاء مولیٰ کو پیشِ نظر رکھ کر بہت کچھ دل کے ارمان
نکال لیتے ہیں تمامی نام و نشان اس راہ میں لٹاتے ہیں اور اپنے تئیں مردانہ وار
اس دریاے ناپیدا کنار میں لاتے ہیں یہی واعظان چرب زبان ہیں کہ
بر سر منبر فریاد کرتے ہیں اور تمام کوشش برباد کرتے ہیں کوئی انکی وعظ کی
قدر نہیں پہچانتا انکے کلام کو جَو کے برابر نہیں جانتا جس دم ہر کس و
ناکس کے دل میں طلب حق کا جوش ہو ہر فرد کلام گوہر بے بہا اور
درِ یکتا بگوش ہوش ہوا اور ہر کلمہ سامعین کے دل میں مثل تیر
جا پاے اور ہر کوئی انکو ہیرے کی طرح خیال میں لائے بالجملہ کلمۂ حق ہر
دل میں جوشندہ ہے ہر محفل میں یہی قیل و قال ہے ہر مجمع میں یہی
بحث و جدال ہے ہاں جو کوئی شقی ازلی ہے اس سعادت سے محروم ہے
اور ہر حال میں مذموم اور اس انتشار اور ظہور برکت کو نزول امانت

۱ فرشتے ۱۲ ۲ بنیاد ۱۲ ۳ چھپی ہوئی ۱۲ ۴ سرکش ۱۲ ۵ متوجہ ۱۲ ۶ مذمت والا

تعبیر می فرمایند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الامانۃ نزلت فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من الکتاب ثم علموا من السنۃ وکلام حق ہموں شخص را نافع می شود کہ اول ہمین برکت در دل او فرود وقال اللہ تعالیٰ وتبارک اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وقال اللہ تعالیٰ فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی پس ہمین برکت را درین ہر دو کریمہ بلفظ خشیت تعبیر فرمودہ اند اما عقد ہمت پس بیانش آنکہ این کمال را ظاہر ست وحقیقت اما ظاہرش پس ہمین ست انچہ از انبیاء علیہم السلام در بارہ ہدایت قوم خود در جنس دعا والتجا بحضور حضرت رب العزۃ والکبریاء جلت عظمتہ صادر می گردد عموماً یا خصوصاً یعنی در حق جمیع امت علی سبیل العموم یا در حق بعضے از ایشان بر سبیل خصوص و اما حقیقتش پس توجہ قلبی ست ممزوج بکمال رغبت بسوے ہدایت امت عموماً یا خصوصاً وآن اثر شفقت غیبیہ ست کہ سابق در بیان مقام بعثت مذکور گردید پس چنانکہ ہمت پدر شفیق بہ اصلاح پسر خود دائما مصروف می باشد ہمچنین ہمت این کبار بہ اصلاح جمیع اشرار واخیار دائما مبذول می ماند واین دعاے حالی ست کہ دائما لازمۂ ذات ایشان ست پس گویا تمام وجود باجود ایشان دعائی ست مجسم وہمین دعاے حالی گاہ گاہ بدعاے مقالی ہم ایشان را می کشند وانواع التجا ودعا از ایشان بظہور میرسد واین دعاے روحانی بسہ سبب باعث انتشار ہدایت در قلوب امت می شود اول آنکہ این دعائی ست از شخص ذی اختصاص بکمال صدق واخلاص سر بر زدہ

بولتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ تحقیق نازل ہوئی امانت اصل قلب رجال میں پھر وہ معلوم کر لیتے ہیں قرآن سے پھر وہ معلوم کر لیتے ہیں حدیث سے) اور کلام حق اُسی شخص کو نفع دیتا ہے کہ اول سے یہی برکت دل میں اُس کے آوے اور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے (ترجمہ) تو اُسکو ڈر سناوے کہ سمجھانے پر چلے اور ڈرے رحمان سے بن دیکھے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ) پس تو سمجھا اگر کام کرے سمجھانا تیرا شتاب سمجھ جائیگا جسکو ڈر ہوگا۔ پس ایسی برکت کو ان دونوں آیت کریمہ میں بلفظ خشیت تعبیر فرمایا ہے رہی عقد ہمت اُس کا بیان یہ ہے کہ اس کمال کے واسطے ایک ظاہر ہے اور ایک حقیقت سو جو کچھ انبیاء علیہم السلام سے قوم کی ہدایت کے بارہ میں از جنس دعا والتجا حضور حضرت رب العزت والکبریا میں عموماً یا خصوصاً صادر ہوتا ہے یہ اس کمال کا ظاہر ہے اور اس کی حقیقت اُن کی توجہ قلبی ہے کہ کمال رغبت کے ساتھ عموماً یا خصوصاً اُمت کی ہدایت کی طرف متوجہ ہیں اور یہ شفقت غیبیہ کا اثر ہے کہ مقام بعثت میں مذکور ہوا سو جس طور پر کہ پدر مہربان کی ہمت صلاح پسر میں ہمیشہ مصروف رہتی ہے ایسے ہی ان حضرات ہمیشہ اچھے اور برے لوگوں کی اصلاح اور درستی میں صرف ہمت فرماتے ہیں اور یہ دعاے حالی ہے کہ کبھی اُنکی ذات بابرکات سے جدا نہیں ہوتے گویا انکا تمام وجود باجود سراپا دعاے مجسم ہے اور یہی دعاے حالی کبھی کبھی اُنکو دعاے مقالی کی طرف سے دامن کشاں لاتی ہے نظر بر آں کمال درجہ کی دعا اور نہایت درجہ کی التجا انکی ذات قدسی صفات سے جلوہ ظہور دکھاتے تھے اور یہ دعاے روحانی تین وجہ سے قلوب امت میں ہدایت کے انتشار اور ظہور کا باعث ہوتی ہے اول یہ ہے کہ یہ دعا ایک شخص ذی اختصاص سے بکمال صدق واخلاص ظاہر ہوتی ہے

وشل این دعاء والتجا بلا شک و ارتیاب مقبول و مستجاب ست ثانی آنکہ حکیم
علی الاطلاق بحکمت بالغہ خود ہمین آئین در عالم خلق و تکوین جاری
فرمودہ کہ انعقاد ہمت قویہ را در تکوین کائنات اثرے بخشیدہ
چنانچہ اثر چشم زخم و اثر حسد و اثر دعا و اثر افسون از ہمین
قبیل ست پس وقتیکہ ہمت دون ہمتان را آن قدر اثر بخشید پس اثر
بلند ہمتان را چہ باید دید ثالث آنکہ جوش زدن ہمت قویہ از قلوب این
بزرگان نہ از قبیل خواہش نفسانی و وساوس شیطانی ست بلکہ از
جنس احکام ربانی ست و الہام رحمانی چہ بعثت ایشان
موجی ست از دریاے رحمت کہ بنا بر دستگیری تشنگان
زلال ہدایت جوش زدہ پس جوش زدن ہمت از دل
ایشان علامت توجہ رحمت رحیم مطلق ست بسوے بندگان خود
کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وکریمہ
لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا
من انفسہم برہمین معنی دلالت می دارد و اما فیض صحبت
پس بیانش آنکہ این فیض را ظاہر ست و حقیقت اما ظاہرش
پس بیانش آنکہ ہدایت بسبب فیض صحبت بدو طریق
حاصل می شود اول آنکہ کسی کہ بصحبت کسی می رسد و
کلام او را بالمشافہ می شنود و روبروے او بقصد استفادہ
می نشیند و اوضاع و اطوار او را و عبادات و عادات و
معاشرات و معاملات بچشم غور می بیند البتہ بلا ریب و
اشتباہ بر حقیقت او آگاہ می گردد و در مزاج دانی و مرضی
شناسی او سلیقہ بہم می رساند کہ مناسب را از نامناسب و مرضی را
از غیر مرضی خود بہان سلیقہ ممتاز میگرداند و محامل کلام او را
بسبب اطلاع بر سیاق و سباق و مواضع و موارد کلام
بخوبی می داند بسا معانی ست کہ از نفس کلام مستفاد نیست

اور اس قسم کی دعا اور التجا بلا شک و ارتیاب مقبول
اور مستجاب ہے ثانی یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے
اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے یہی آئین عالم
خلق و تکوین میں جاری فرمایا کہ ہمت قویہ کے
انعقاد کو اشیاے موجودہ کے ایجاد میں اثر بخشا۔
چنانچہ آثار نظر بد و حسد وغیرہ ایسے قبیل سے ہیں
پس جس صورت میں کہ پست ہمتوں کی ہمت کو اس قدر
اثر عنایت ہو تو عالی ہمتوں کے اثر کا کیا کہنا ہے۔
تیسری وجہ یہ ہی کہ ہمت قویہ کا بزرگان بارگاہ کے دلونمیں
سے جوش زن ہونا خواہش نفسانی اور وساوس
شیطانی کے قبیل سے نہیں بلکہ از جنس احکام ربانی
اور الہام رحمانی ہے کیونکہ ان کی بعثت دریاے رحمت
کی ایک موج ہی جو زلال ہدایت کے تشنوں کی دستگیری کے لیے
ہر وقت جوشاں و خروشاں ہی پس انکے دل فیض منزل سے ہمت کا
جوش مارنا کریم برحق اور رحیم مطلق کی توجہ پر دال ہے کہ ہمیشہ اُسکے
بندوں کی شامل حال ہی چنانچہ آیہ کریمہ (ترجمہ) اور تجھکو جہان
والوں کے واسطے رحمت ہی کر کے بھیجا ہی۔ اور آیت شریفہ (ترجمہ)
اللہ کا احسان ہی ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں انھیں میں کا رسول
اس معنی کی تصدیق کرتی ہی لیکن فیض صحبت پس اُسکے لیے بھی ایک
ظاہر اور ایک حقیقت ہی۔ اول اُسکے ظاہر کا حال سنیے کہ ہدایت
فیض صحبت کے باعث دو طریق پر حاصل ہوتی ہی پہلا طریق یہ ہی کہ جو
کوئی کسی کی صحبت میں پہنچتا ہی اور اُسکے کلام کو بالمشافہ سنتا ہی اور اُسکے روبرو بقصد
استفادہ بیٹھتا ہی اور عبادات و عادات و معاشرات و معاملات میں
اُسکی اوضاع اور اطوار کو بچشم خود ملاحظہ کرتا ہی البتہ بلا ریب و اشتباہ اُسکی حقیقت
پر آگاہ ہوتا ہی اور اُسکی مزاج دانی اور مرضی شناسی کا سلیقہ بہم پہنچاتا ہی کہ
افعال مناسب اور غیر مناسب اور اقوال پسندیدہ اور غیر پسندیدہ میں اُس سلیقہ
سے امتیاز کرتا ہی اور مقامات اور موارد کلام پر مطلع ہو کر موقع اور محل کلام
کو بخوبی جانتا ہی بہت معانی ایسی ہیں کہ نفس کلام سے حاصل نہیں ہوتی

و چون در ماسبق و مالحق نظر کردہ شود و حال متکلم و سامع
ملحوظ داشتہ شود ہمان معنی از کلام مفہوم شود بالجملہ ہمنشین
عاقل را در مقدمات رئیس خود ملکۂ اجتہاد البتہ حاصل میشود
و طریق ثانی آنکہ بسبب ملاحظہ حال ایشان از علو ہمت
درباب استقامت بر احکام رب العالمین و مسابقت
از تابعان خود در ادائے حقوق دین متین در دل این مستفید
ہم علو ہمت و وفور رغبت در اطاعت رب العزۃ حادث
می شود و کلام وعظ و تذکیر ایشان در تہ قلب او می رسد
و شخصے کہ دیگران را بسوے یک امر دعوت می نماید و خود
را بران اقدام نفرماید پس مستمعین ہم کلام او را بمثابہ فسانہ
بے مغز می انگارند و از جنس مضامین شعریہ می شمارند کہ کریمہ
إِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ کاشف حال ایشان ست
و لہذا در قرآن حکیم بر واعظان بے عمل بغایت ملامت
متوجہ گردیدہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ
بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ وقال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ نیز آنکہ واعظ بے عمل سد راہ طالب حق ست
کہ بسبب مداہنت در عمل کلام حق را در نظر ایشان بے اعتبار
می گرداند و چون ہادی راہ در عمل بہ نسبت اتباع خود مبادرت
کرد و در تحمل رنج و تکلیف بر ایشان مسابقت نمود لابد اتباع او
ہم بقدر استطاعت خود خواہند کوشید و عیب دون ہمتی خود را
چار و ناچار بہ تکلف خواہند پوشید ہر گاہ کہ میر قافلہ را پیش پیش
خواہند دید کشان کشان در پے او خواہند دوید لہذا حق جل و علا
اولاً انبیاء خود را بہ امتثال امر خود مامور می فرماید بعد ازان دیگران را

اور جب گزشتہ اور آئندہ کی طرف نظر کیجاتی ہی اور حال سامع اور
متکلم کا پہچانا جاتا ہی تو وہی معانی کلام سے خالی نہیں ہوتے
ہیں الحاصل ہمنشین عاقل کو اپنے رئیس کے مقدمہ میں ملکہ اجتہاد
حاصل ہوتا ہی دوسرا طریق یہ ہی کہ انکی علو ہمتی کا حال ملاحظہ
کرنے سے (کہ اجراے احکام رب العالمین مین نہایت درجہ کی
استقامت اور ادائے حقوق دین میں اپنے تابعین سے کمال سبقت
رکھتے ہیں) انکے ملازمان بارگاہ اور مستفیضان ذی جاہ کے دل میں
بھی دربارۂ اطاعت رب العزت کمال ہمت اور نہایت رغبت
پیدا ہوتی ہی اور کلام وعظ و نصیحت انکے تہ دل میں جانشین ہوتا ہے
کیونکہ انکے دل اور زبان میں مطابقت تامہ حاصل ہی اور جو شخص کہ
دوسروں کو کسی امر کی جانب توجہ دلائے اور آپ اسکی طرف نہ آئے تو
سامعین بھی اُسکے کلام کو فسانہ بے مغز اور قصہ کہانی جانتے ہیں اور
مضامین شعریہ کے جنس سے پہچانتے ہیں کہ آیت کریمہ (ترجمہ)
بے شک وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اُنکے حال پر دال ہی اسی لیے
واعظان بے عمل پر کلام تقدس التیام میں نہایت درجہ کی ملامت
واقع ہوئی چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہی (ترجمہ) لوگوں کو تو
اچھی باتیں بتلاتے ہو اور اپنی خبر ہی نہیں حال یہ کہ تم کتاب
پڑھتے ہو کیا بھلا تمھیں عقل نہیں۔ اور یہی ارشاد ہے (ترجمہ)
ای ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے بڑا گناہ ہے نزدیک
اللہ کے کہ تم کہتے ہو اُس کو اور کرتے نہیں
واعظ بے عمل طالب حق کے حق میں سد راہ اور سراپا خلل ہی کہ اپنے عمل کی کوتاہی
اور مداہنت کے باعث کلام کو اُسکی نظر میں بے اعتبار کرتا ہی اور جب ہادی
راہ اور مرشد ذی جاہ کسی فعل کا خود عامل ہوئے اور رنج و تکلیف کی برداشت
میں دوسروں سے سبقت لیجائے لابد اور لوگ بھی بقدر استطاعت اسکی اتباع میں سعی
فرمائینگے اور چار و ناچار اپنی پست ہمتی کے عیب کو بہ لباس تکلف چھپائینگے
اور جس وقت میر قافلہ کو اپنے آگے رواں دواں پائینگے بالضرور آپ سے
اُسکے پیچھے کشاں کشاں جائینگے لہذا حق جل و علی اپنے مقربین بارگاہ
یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام کا امر فرماتا ہے اسکے بعد اوروں کو

بسوے آن ترغیب می نماید قال اللہ تبارک و تعالیٰ فَقَاتِلْ فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ
این ست صورت ظاہرہ ادراک فیض صحبت اما حقیقتش
پس بیانش آنکہ از بسکہ روح ایشان گلدستہ ایست از
گلشن ملکوت و تند شعلہ ایست از آتش جبروت پس چنانکہ
ہرگاہ گلدستہ درمیان محفل می نہند حاضران از ہر سو بہ او
می شوند لابد بوے دل آویز او بدماغ ہر کس می رسد و
روح را فرحتے و سرورے حاصل می شود کسی کہ مزکوم ست
البتہ از ادراک لذت محروم ست ہمچنین ہرگاہ کہ شمعے در
محفلے روشن می شود نور او بہ ہر کس و ناکس می رسد اگر آئینہ
است از نور او تابناک ست بلکہ از عکس او بے حد درخشان ست
کہ بر دیگران نور افشان ست و اگر آئینہ نیست این قدر البتہ
کہ در ظلمت تار نیست بالجملہ این قدر ضرور ست کہ تمام محفل پُر
از نور ست ہر کس بملاحظہ او مسرور آری کسی کہ بے بصرت ست
البتہ از نور افشانی او بیخبر ست ہمچنین قلوب ہمنشینان ایشان
بلذت روحانی مسرور ست و بقوت ایمانی معمور چنانچہ انوار
ہدایت از دل ایشان تابش میکند عکس آن دل ہمنشینان
را آرایش می دہد بروق عظمت و کبریا بر دلہاے
ایشان می درخشد قلوب ہمنشینان از خشیت ہیبت می لرزد
آتش تفرید و تجرید در قلوب ایشان می افروزد چرک بشریت
ہمنشینان از آن می سوزد زلال رحمت بر ایشان می بارد
نہال ہمنشینان از آن برگ و بار می آرد چنانچہ این معنی
در احادیث متعددہ مذکور گردیدہ از انجملہ آنکہ صحابہ عرض
نمودند کہ یا رسول اللہ نکون عندک تذکرنا بالنار و
الجنۃ کانا رای عین فاذا خرجنا من عندک

اُسکی اتباع کی رغبت دلاتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ)
پس لڑ اللہ کی راہ میں نہیں تکلیف دیجاتی ہے مگر جان تیری اور
رغبت دلا ایمان والوں کو۔ یہ فیض صحبت کے ادراک کی صورت ظاہرہ کا
بیان ہوا اب اُسکی حقیقت سننا چاہیے از بسکہ روح انبیا گلشن
ملکوت کا ایک گلدستہ ہے اور آتش جبروت کا ایک تند شعلہ ہے
سو جس طرح ہر کہ جس وقت گلدستہ محفل میں رکھتے ہیں اور
حاضرین ہر طرف سے اُسکے گرد اگرد جمع ہوتے ہیں بالضرور اُس کی
بوے دلاویز ہر کسی کے دماغ میں راحت پہنچاتی ہے اور
روح کو فرحت اور سرور میں لاتی ہے جو کوئی مزکوم ہے البتہ
حصول لذت سے محروم ہے ایسے ہی جس وقت کہ شمع محفل
میں روشن ہوتی ہے اُس کا نور ہر کس و ناکس کو پہنچتا ہے اگر
آئینہ ہے اُسکے نور سے تابناک ہے بلکہ اُسکے عکس سے
اس قدر درخشاں ہے کہ اوروں پر نور افشاں ہے اور اگر آئینہ
نہیں ہے اسی قدر بس ہے کہ ظلمت سے خارج ہے قصہ کوتاہ
یہ امر ضرور ہے کہ تمام محفل پر نور ہے اور ہر کوئی اُسکے
ملاحظہ سے مسرور ہاں جو کوئی نابصیر ہے البتہ اُسکے نور فشانی
سے بیخبر ہے اسی طرح پر انکے ہمنشینوں کے دل روحانی لذت سے
مسرور ہیں اور قوت ایمانی سے معمور جس قدر اُنکے دل فیض منزل سے
انوار ہدایت کا ظہور ہوتا ہے اُنکے عکس سے ہمنشینوں کا دل سراپا نور
ہوتا ہے شان عظمت اور کبریائی کی بجلیاں اُنکے دلوں پر ہمیشہ
درخشاں ہیں ہمنشینوں کے دل خوف اور ہیبت سے ہر وقت لرزاں ہیں
آتش تفرید و تجرید انکے دل میں روشن ہوتی ہے ہمنشینوں کی بشریت کے
آلائش اُس سے زائل و بے سخن ہوتی ہے ابر کرم اُن پر ہر دم آب رحمت
برساتا ہے نہال ہمنشینان اُس سے برگ و بار تازہ لاتا ہے چنانچہ یہ معانی احادیث
متعددہ میں جا بجا مذکور ہوئی ہیں اُنمیں سے چند حدیثیں نقل کیجاتی ہیں۔
ایکروز صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ترجمہ) ہم آپکی خدمت
میں ہوتے ہیں آپ ہمکو دوزخ اور جنت کا ذکر سناتے ہیں تو گویا
ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں پھر جب ہم آپکے نزدیک سے چلے جاتے ہیں

عافسنا الازواج والاولاد والضيعات نسينا كثيرا
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى
نفسى بيده لو تدومون على ما تكونون عندى
وفى الذكر لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفى
طرقكم وروى قال اتى رسول الله صلى الله
عليه وسلم اعرابى وقال جهدت الانفس و
جاع العيال ونهكت الاموال وهلكت الانعام
فاستسق الله لنا فانا نستشفع بك على الله
ونستشفع بالله عليك فقال النبى صلى
الله عليه وسلم سبحان الله سبحان
الله فما زال يسبح حتى عرف ذلك فى وجوه
اصحابه وروى عن بعض الصحابة انه قال كنا
مع النبى صلى الله عليه وسلم جاء الى مقبرة فجلس فجلسنا حوله
وكان على روسنا الطير وقال النبى صلعم ان خيار
عباد الله من اذا رأوا ذكر الله وروى عن بعض الصحابة
انهم قالوا كنا ندفن النبى صلى الله عليه وسلم بايدينا والايمان
يطير من قلوبنا بالجملہ این ہدایت کہ از فیض صحبت حاصل میشود امریست
بس طویل و عریض کہ تفصیل آن درین چند اوراق متعسر ست
بل متعذر بنا بر علیہ برین چند کلمات اکتفا کردہ شد این قدر
مسئلہ اجماعیہ ہست کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم افضل اند
از سائر امت اگرچہ بعضے از ایشان مرتبۂ اجتہاد و منصب
ولایت تامہ نمی داشتند ہمچنین قیاس باید نمود کہ ہمنشینانِ
ہر صاحبِ کمال افضل اند و اکمل از سائرِ اتباع او پس ہدایتے کہ
بفیضِ صحبت حاصل می شود لابد افضل ست بہ نسبت اقسام
دیگر اما خرقِ عادت پس بیانش آنکہ حق جل و علی بقدرتِ کاملۂ خود

مشغول ہوجاتے ہیں ہم بیبیوں اور بچوں اور کاموں میں تو بھول
جاتے ہیں ہم بہت پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہمیشہ
وہی حال رہتا جو میرے پاس ہوتا ہے اور ذکر میں تو راہوں میں
اور بچھونوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور روایت ہے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گاؤں والا آیا
اور کہا ہم پر بڑی سختی ہے اور بھوکوں مرتے ہیں گھروں والوں و
مال کم ہوگئے اللہ پاک سے آپ ہمارے واسطے پانی کی دعا مانگیے ہم
تمہاری سفارش اللہ کے پاس لیجاتے ہیں اور اللہ کی سفارش
تمہارے پاس لاتے ہیں۔ پس فرمایا نبی اللہ نے پاک ہے اللہ پاک ہے
اللہ تعالی پھر حضرت تسبیح ہی پڑھتے رہے یہانتک کہ اسکا اثر صحابہ
رضی اللہ عنہم کے چہروں میں معلوم ہونے لگا اور روایت ہے
بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے انھوں نے کہا کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ
تھے آپ قبرستان میں تشریف لائے پھر آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی گرد اگرد بیٹھ گئے
اور ہم بالکل چُپ بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا نبی صلعم نے
کہ اللہ تعالی کے بندوں میں بہتر وہ بندہ ہے جب اُنکو دیکھیں اللہ
تعالی یاد آوے اور روایت کیا گیا بعض صحابہ سے انھوں نے
کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کو تو اپنے ہاتھوں سے دفن کررہے تھے اور ہمارے
دلوں میں سے ایمان اُڑا جاتا تھا۔ الحاصل یہ ہدایت کہ فیض
صحبت سے حاصل ہوتی ہے ایک امر نہایت طویل و
عریض ہے جسکی تفصیل ان چند اوراق میں متعذر ہے
بنا بر علیہ ان چند کلمات پر اکتفا کیا گیا۔ اس قدر مسئلہ متفق
علیہ ہے کہ صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت سے افضل ہیں
اگرچہ اُن میں سے بعض صحابہ مرتبۂ اجتہاد اور منصب ولایت تامہ
نہ رکھتے تھے ایسے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ ہر صاحب کمال کے
ہمنشین اُسکے تمام تابعین سے افضل و اکمل ہیں پس جو ہدایت کہ
فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے لابد بہ نسبت اقسام دیگر افضل ہے۔ اب خرق
عادت کو ملاحظہ فرمائیے جناب باری تقدس صفاتہ اپنی قدرت کاملہ سے

بنا بر تصدیق انبیا علیہم السلام چیزے اظہار می نماید کہ صدور
آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگرچہ بہ نسبت دیگر کس
ممتنع نمی باشد تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیا بحسب عادت اللہ
موقوف میباشد بر فراہم آمدن اسباب و ادوات آنچیز پس کسیکہ ادوات و آلات
حاصل می دارد صدور چیز مذکور از خرق عادت نیست کسی کہ
ادوات مذکورہ حاصل نمی دارد البتہ صدور آن از قبیل خرق
عادت ست مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست
بہ نسبت اُمّی خرق عادت ست و کشتن بسلاح خرق عادت
نیست و بمجرد ہمت و دعا خرق عادت ست پس ازین بیان
واضح گشت کہ این معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج
از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمین قدر لازم ست کہ بہ نسبت
صاحب خارقہ صدور آن خلاف عادت باشد بجہت فقدان
ادوات و آلات پس بسیار چیزہاست کہ ظہور آن از مقبولین حق از
قبیل خرق عادت شمردہ می شود حالانکہ امثال ہمان
افعال بلکہ اقوی و اکمل ازان از ارباب سحر و اصحاب طلسم
ممکن الوقوع باشد پس وقتی کہ بر حاضران واقعہ این قدر ثابت
باشد کہ صاحب خارق مہارت در فن سحر و طلسم
نمی دارد پس لابد صدور خارقہ مذکورہ علامت صدق او
تواند بود و لہذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح
شمردہ می شود بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے از اشیا نفیسہ
از جنس میوہ و شیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند
و در دوستان و ہمنشینان خود افتخار می نمایند چون معنی
خارق عادت واضح گشت لابد درین مقام تامل باید نمود کہ
خرق عادت چرا ظاہر میگردد و چگونہ ظاہر میگردد اما اول
پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست

انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لیے ایسے امر کا ظہور فرماتا ہے کہ
اُنکی نسبت اُسکا صدور غیر ممکن معلوم ہوتا ہی اگرچہ دوسرے کی سبب
متعذر نہوئی تفصیل اسکی یہ ہی کہ بعض اشیاء کا وجود بحسب عادۃ اللہ
اُنکے اسباب اور آلات کے فراہمی پر موقوف ہوتا ہی پس جس کسیکو
اُنکی ادوات و آلات حاصل ہیں اُس سے اُن چیز کا صدور خرق
عادات میں داخل نہیں ہاں جو کوئی یہ اسباب اور آلات اپنے
پاس مہیا نہیں رکھتا ہے اُس سے ایسی اشیاء کا ظہور خرق
عادت کہلاتا ہی مثلاً کتابت کاتب کی نسبت خرق عادت
نہیں اور اُمّی کی نسبت خرق عادت ہی اور ہتھیار سے قتل
کرنا خرق عادت نہیں اور بمجرد ہمت و دعا خرق عادت ہی
تو اس بیان سے وضح ہوا کہ یہ معنی ضروری نہیں کہ ہر خرق عادت
مطلقا طاقت بشری سے صادر ہوتا ہے بلکہ اسی قدر
لازم ہی کہ بہ نسبت صاحب خارقہ اُسکا صدور بجہت فقدان آلات
خلاف عادت ہوئی پس اکثر اشیاء کا ظہور مقبولان حق سے منجملہ
خرق عادت شمار کیا جاتا ہی حالانکہ اُن جیسے افعال بلکہ اُنسے
اقوی اور اکمل ارباب سحر او راصحاب طلسم سے ممکن الوقوع
اور سہل الصدور ہیں سو جس صورت میں کہ حاضران واقعہ پر اس
قدر ثابت ہوئی کہ صاحب خارق فن سحر اور طلسم میں مہارت
نہیں رکھتا ہے تو بالضرور صدور خارقہ مذکورہ اُسکے صدق
اور راستی کی علامت ہے اور اسی بنا پر نزول مائدہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے شمار کیا جاتا ہے بخلاف
اہل سحر کہ بہت سے اشیاء نفیسہ از جنس میوہ و شیرینی وغیرہ
شیاطین کی استعانت اور مدد سے حاضر کرتے ہیں اور
اپنے دوستوں اور ہمنشینوں میں اپنی کمالیت کا دم بھرتے
ہیں جب کہ خرق عادت کے معنی مذکور ہوئے بالضرور
اس مقام میں تامل کرنا چاہیے کہ خرق عادت کس لیے
اور کیونکر ظاہر ہوتے اول کا بیان یہ ہے کہ ظہور
خرق عادات بالذات اسباب ہدایت سے نہیں

گو کہ در حق بعضے سعداء اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہورِ
آن بالذات برائے اتمام حجۃ و اسکات مخالفین و الزام
مجادلین و تادیبِ گستاخانِ شوخ چشم و تخویفِ معاندانِ
پُرخشم ست قال اللہ تعالیٰ و تبارک وَمَا نُرْسِلُ
بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا چہ پُرظاہر ست کہ ہدایت عبارت ست
از نورے کہ از رحمتِ الٰہیہ در قلبِ سعیدِ ازلی باران
صفت می ریزد کہ او را بر محبتِ محبوبِ حقیقی و اطاعتِ
معبودِ تحقیقے می انگیزد حتیٰ کہ در محبتِ او جان و مال
می بازد و در اطاعتِ او مثلِ باد پا می تازد و این معنی از
مشاہدہ ظہور خوارق کمتر حاصل می شود چہ شخصے کہ در مناظرہ
و مجادلہ ملزم و لاجواب می شود در دلِ او محبت و اخلاص
کمتر حادث می شود آرے حیران و سرگردان و دست و پا
گم کردہ ساکت می شود پس ازین بیان واضح شد کہ ظہورِ
خوارق گاہ گاہ کافی ست و صدور آن ہر بار از لوازمِ
ہدایت نیست و نیز واضح گشت کہ اگر از شخصے خوارق
ظہور نمود و کسی را از حاضرانِ معنی ہدایت حاصل نگردید
این معنی باعثِ نقصانِ منصبِ او نمی تواند شد و اما آنکہ
چگونہ حادث می شود پس بیانش آنکہ حق جل و علی بقدرتِ
کاملہ خود در عالمِ تکوین تصرفے عجیب و غریب بنا بر تصدیق
مقبولے از مقبولانِ خود می نماید نہ آنکہ قدرتِ صدور
خرقِ عادت در و ایجاد می فرماید و او را بہ اظہار آن مامور
می نماید حاشا و کلا قدرتِ تصرف در عالمِ تکوین از خواصِ
قدرتِ ربانی ست نہ از آثارِ قوت انسانی اما اظہارِ دعوت
پس بیانش آنکہ حق جل و علی ایشان را بحکمتِ کاملہ خود
سلیقہ تربیت اشخاص مختلف المزاج و قوتِ کلامِ فصیح بیانِ بلیغ

اگرچہ بعض مقبولین کے حق میں اتفاقاً سبب ہدایت ہوئی بلکہ بالذات
اسکا ظہور اتمام حجت و اسکات مخالفین اور الزام مجادلین اور تادیب
گستاخانِ شوخ چشم اور تخویف معاندان پُرخشم کے لیے ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہی (ترجمہ) اور نہیں بھیجتے ہیں ہم نشانیاں مگر ڈرانے کو۔
کیونکہ یہ بات خوب ظاہر ہے کہ ہدایت اُس نور کو کہتے ہیں جو جناب
باری کی رحمت سے سعیدِ ازلی کے دل میں بارانِ صفت آتا ہی
اور اُسکو محبتِ محبوبِ حقیقی اور اطاعتِ معبودِ تحقیقی پر اُٹھاتا ہی
یہانتک کہ اُسکی محبت میں جان و مال سے مُنہ نہیں موڑتا ہے
اور اُسکی اطاعت میں مثل باد پا دوڑتا ہی اور یہ معنی خوارق کے
مشاہدہ سے کمتر حاصل ہوتے ہیں اسلیے کہ جو شخص مناظرہ اور مجادلہ
میں ملزم اور لاجواب ہوتا ہی اُسکے دل میں محبت اور اخلاص بہت
کم پیدا ہوتا ہی ہاں حیران اور سرگرداں ہاتھ پیر گم کر کے چُپ ہو جاتا
اور پریشان ساکت ہوتا ہی پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ظہور خوارق
کبھی کبھی کافی ہی اور اُسکا صدور ہر بار لوازمِ ہدایت سے نہیں ہے
اور یہ بھی واضح ہوا کہ اگر کسی شخص سے خوارق کا ظہور ہو
اور کسی کو حاضرین سے معنی ہدایت حاصل نہوی تو یہ بات
اُسکے منصب کے نقصان کا باعث نہیں ہوتے۔ رہا اس
بات کا ذکر کہ خوارق عادت کا ظہور کیونکر ہوتا ہے سو بیان
اُسکا یہ ہے کہ جناب باری جل جلالہ و عم نوالہ اپنی قدرت
کاملہ سے عالمِ موجودات میں اپنے مقبولینِ بارگاہ کے تصدیق
کے بارہ میں عجیب و غریب تصرف فرماتا ہی نہ یہ کہ خرق عادت کے
صدور کی قدرت اُنمیں پیدا کرتا ہی اور اُسکو اُسکے اظہار کے
واسطے مامور فرماتا ہی حاشا و کلا عالمِ ایجاد میں تصرف کی قدرت
قدرتِ ربانی کا خلاصہ ہے قوت انسانی کے آثار سے نہیں۔
اب اظہار دعوت کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے بیان اُس کا یہ ہی کہ
جناب کبریا حضرت انبیاء کو اپنی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ
کاملہ سے اشخاص مختلف المزاج کی تربیت کا سلیقہ اور
در بارۂ ہدایت بیانِ بلیغ اور کلامِ فصیح کی قوت

درمقدمۂ ہدایت وایضاح تقریر درباب اظہار ما فی الضمیر
عطامی فرماید چنانچہ حق جل وعلی درحق حضرت داؤد علیہ السلام
می فرماید وَاٰتَیْنَاہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ مراد از حکمت
ہمین سلیقۂ تربیت ست ومراد از فصل خطاب بیانِ
بلیغ وحضرت پیغمبر ما صلے اللہ علیہ وسلم را امر فرمودہ وَقُلْ
لَّھُمْ فِیْ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا لیکن تامل باید نمود کہ دعوت
ہادیانِ مبعوثین بطرزے دیگر می باشد وتعلیم دانشمندانِ
فنون بطرزے دیگر وامتیاز فیما بینہما بدو وجہ ست اول
آنکہ کلامِ دعوتِ ایشان جاری می باشد بر محاوراتِ
اہلِ عرف کہ در معاملات ومکالماتِ خود آن را استعمال
می نمایند نہ بر اصطلاحاتِ دانشمندان کلام ومصنفانِ
کتب کہ تحریر وتقریر خود را بر آن مبنی می سازند وبسا مجازات
کہ در محاورات عرفیہ بہ نسبت حقیقت شائع تر ست و
بسا قید ست کہ اتفاقی ست نہ احترازی وبسا تکرار است
کہ محض برائے تقریر وتاکید نہ برائے افادہ مضمونِ جدید
وبسا مضمون ست کہ جزوے ازان کلام مستفاد میشود
وپارہ ازان مفوض بقرائن حالیہ می باشد وبسا کلمات ست
کہ از اصل خود خارج شدہ بطریق غلط العام برزبان خواص و
عوام دائر وسائر گردیدہ پس تکلم بہ کلمۂ مذکورہ بہمین طریق دائرہ
سائر فصیح ست وبرقانون اصل غیر فصیح بالجملہ کلامِ دعوت ایشان را بر آئین
تقریر وخطاب باید فہمید نہ برقانون تصنیف کتاب وجہ ثانی آنکہ حال ایشان
درباب تربیت قومِ خود حالِ پدر مشفق ست یا اتالیقِ دانشور کہ بنظرِ تربیت
خود را بحال ایشان سوختہ ہرگاہ چیزے غیر مناسب ازانہا صادر میشود او را بطریقِ
تالیف وانس مقلوب وعنف یا در لباس مشورہ وصلاح یا در رنگ
طیبت ومزاح یا بطریقِ اشارہ وکنایہ یا بطریقِ خواندن شعرے

اور درباب اظہار ما فی الضمیر تقریر کی وسعت اور وضاحت عطا فرماتا ہے
چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں سناتا ہی (ترجمہ)
یعنی ہمنے اسکو حکمت اور فصل خطاب عنایت فرمایا۔ مراد حکمت
سے یہی سلیقہ تربیت ہے اور فصل خطاب سے بیانِ بلیغ
مراد ہے اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو ارشاد ہوا
(ترجمہ) اور کہہ تو اُن کے نفسوں میں قول بلیغ۔ لیکن غور
فرمانا چاہیے کہ ہادیانِ مبعوثین کی دعوت کا طرز اور ہے اور
دانشمندانِ فنون کی تعلیم کا طریقہ دوسرا ہی اور امتیاز ان دونوں میں
دو وجہ سے حاصل ہوتی ہی اول یہ ہی کہ انکی دعوت کا کلام محاورات
اہلِ عرف پر جاری ہوتا ہی کہ جسے معاملات اور مکالمات میں اُس کا
استعمال کرتے ہیں اور دانشمندانِ کلام اور مصنفین کتب کے اصطلاحات
پر اُسکا اجرا نہیں ہوتا کہ انکی تحریر وتقریر کی اصطلاحیں اور ہیں
بہت مجازات ایسے ہیں کہ محاوراتِ عرفیہ میں بہ نسبت حقیقت
زیادہ شیوع رکھتے ہیں اور بہت سی قیدیں اتفاقی ہیں اور اکثر مقام
پر اس قسم کی تکرار ہی کہ محض تقریر اور تاکید کے بارہ میں اس کا
اعتبار ہی اور مضمون جدید کا فائدہ اُس سے متصور نہیں اور بہت
مضمون اس قسم کے ہیں کہ اُس سے بلفظہ معانی حاصل ہوتے ہیں
اور کسی قدر قرائنِ حالیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور اکثر کلمات کا
یہ حال ہی کہ اپنی اصل سے خارج ہو کر غلط العام کے طور پر خاص و عام
کی زبان پر جاری ہی جب یہ بات معلوم ہو چکی تو تامل فرمانا چاہیے کہ تکلم بکلمہ
مذکورہ ایسے طریق جاریہ کے ساتھ فصیح ہی اور قانون اصل پر غیر فصیح۔
الحاصل اُنکے کلام دعوت کو آئین تقریر وخطاب جاننا چاہیے نہ
قانون تصنیف کتاب پر۔ وجہ ثانی یہ ہی کہ قوم کی تربیت کے بارہ میں
ان حضرات کا حال پدر مہربان کے با حال خیال فرمانا چاہیے یا اتالیق
دانشور پر قیاس کرنا چاہیے اور اُنکی نگاہ تربیت ہر وقت اُنکے حال کیطرف
نگراں ہی جس وقت کوئی شی غیر مناسب اُنسے صادر ہوتی ہی اُسکو جس طرح سے
سمجھاتے ہیں کبھی اُنکو بطریق تالیف وانس اچھی بات کے عبرت دلاتے ہیں
اور کبھی ادب اور سختی سے بُری باتوں سے بچاتے ہیں کبھی بہ
لباس مشورہ وصلاح اور کبھی برنگ خوش طبعی و مزاح اُنکے ساتھ پیش آتے
ہیں اور کبھی اُنکو اشارے اور کنایے کے طور پر آگاہ کرتے ہیں

از اشعارِ مناسب حال یا بطریق بیان مثلی از امثال یا
در ضمنِ افسانہ ہائے گزشتہ یا در ضمنِ مواعید پیوستہ اورا
بران آگاہ می سازد و ہمچنین وقتے کہ او را می بیند کہ عملی
از اعمال مستحسنہ می کند اما طریقِ آن عمل نمی داند او را برین
معنی بطریقِ مذکورہ آگاہ می سازد یا بہ این طریق کہ خود روبروے
او ہمان عمل را بطریقِ احسن بجامی آرد تا بلاحظۂ او طریق آن را
یاد گیرد بالجملہ این پارہ ایست از تفصیلِ اقسامِ کلامِ ایشان
پس دعوت از ایشان بر ہمین طریق ظاہر می گردد نہ بطریق
مدرسانِ مدارس کہ وقتے برائے تدریس علم تعین می کنند و
در ہمان وقت نشستہ بہ تعلیم بابے از ابوابِ احکام مثل مسائل
طہارت یا صلوٰۃ یا زکوٰۃ ہمت می گمارند و مسائل ہمون
باب را در ان مجلس خواہ واقع باشد خواہ فرضی یک یک
مسلسل می شمارند کہ این طریقِ دانش آموزان ست نہ
روشِ تربیت کنندگان بالجملہ نفع دعوتِ ایشان ممزوج ست
بہ فیضِ صحبتِ ایشان و انتفاعِ کامل از کلامِ ایشان مخلوط ست
بطولِ ملازمتِ ایشان تعمق کتاب و تکلف خطاب کمتر
از ایشان راست می آید شان امیت بر ایشان غالب
می باشد و نشانِ تعمق و تکلف مغلوب سادگی در نظرِ ایشان محبوب
می باشد و بے تکلفی مرغوب و نیز باید دانست کہ دعوتِ ایشان
بہ دو طریق واقع می شود بیانِ حکمت و کلامِ موعظت اما بیانِ
حکمت پس تفصیلش آنکہ حق جل و علا بہ رحمت خاصہ خود ایشان
را قوت بیانی بہ وجہے عنایت می فرماید کہ مکنون ما فی الضمیر را
بہ وجہے ادا می فرمایند و آن را بہ شواہد و دلائل بہ وضعے
مبرہن می گردانند و غوامضِ مقاصد را در ضمنِ تمثیلات و تشبیہات
بطریقے روشن می کنند کہ مدعاے ایشان در نظرِ سامعین

اور کبھی اشعار مناسب حال پڑھکر رو براہ کرتے ہیں کبھی عبرتاً
کوئی مثل یا فسانہ سنا کر اُن کے کان کھول دیتے ہیں کبھی
نہایت نرمی سے اُنکے سامنے بولتے ہیں اور ایسے ہی جس وقت
یہ حضرات اُن کو کوئی اچھا عمل خلافِ طریق پر کرتے ہوے
دیکھتے ہین اُن کو اس معنی پر بہ طریقِ مذکورہ آگاہ کرتے ہیں یا
اُسی عمل کو بہ طریقِ احسن اُس کے روبرو تعلیماً خود بجالاتے ہیں
قصہ کوتاہ اُن کے کلام کے اقسام بہت ہیں یہ قسم کلام بھی اُنہیں سے
ہی خیال کرنا چاہیے پس ان حضرات سے دعوت اسی طریق پر ظاہر
ہوتی ہے نہ مدرسانِ مدارس کے طور پر کہ علم پڑھانے کے واسطے
ایک وقت معین کرتے ہیں اور اُسی وقت کسی جا بیٹھکر مسائلِ
طہارت اور احکامِ زکوٰۃ وغیرہ تعلیم فرماتے ہیں خواہ وہ مسائل واقعی
ہوں یا فرضی ایک ایک مسلسل سمجھاتے ہیں سو یہ دانش آموزوں کا
طریق ہے تربیت کرنے والوں کی روش ایسی نہیں ہوتی -
الحاصل ان کی دعوت کا نفع ان کے فیض صحبت کے
مربوط ہے اور انتفاع کامل ان کے طول ملازمت کے
باعث ان کے کلام سے مخلوط ہے ۔ تعمق کتاب اور
تکلف خطاب بہت کم ان کی ذات سے ثابت ہوتا ہے
بلکہ شان اُمیت ان پر غالب ہوتی ہے اور نشانِ
تکلف مغلوب سادگی ان کی نظر میں محبوب ہوتی
ہے اور بے تکلفی مرغوب اور یہ بھی واضح ہو کہ ان کی
دعوت اکثر دو طریق پر واقع ہوتی ہے اوّل بیان حکمت
دوم کلام موعظت ۔ بیان حکمت کی یہ تفصیل ہے کہ اللہ
تعالیٰ شانہٗ و عم احسانہٗ اپنی رحمت خاصہ سے اُن کو قوتِ
بیانی ایسے وجہ پر عنایت فرماتا ہے کہ مکنونِ ما فی الضمیر کو
اس طور پر ادا کرتے ہیں اور اُس کو دلائل اور شواہد کے
ساتھ اس وضع پر ظاہر کرتے ہیں اور غوامض (باریکی) مقاصد کو
ضمن تمثیلات اور تشبیہات میں ایسے طریق پر
روشن کرتے ہیں کہ اُن کا مدعا سامعین کی نظر میں

حکمت

چندان پیدا وہویدا می گردد کہ گویا معنی معقول بصورت
محسوس متمثل شدہ پیش روے مستمعین حاضر می شود وصورت
آن موبمو بر صفحۂ خیال ایشان منقش می گردد حتی کہ از تہ دل
ہر مستمع گواہی بحقیقت آن سر میزند و اطمینان بصدق
آن در وجدان ہر سلیم الوجدان فرو می رود و عقل ہر صاحب
عقل پسندی می کند و فکر ہر صاحب فکر بہمان سمت بلندی می پرد
اگرچہ بسیارے از مستمعین بسینہ زوری آن را اختیار نہ کنند و از
زبان خود بسبب تعصب بہ آن اقرار نہ نمایند اما در دل
می دانند کہ حق بجانب ایشان ست وتبختر و تکبر بجانب
اینان کما قال اللہ تعالیٰ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا
أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا اھ و اما کلام موعظت پس بیانش آنکہ
در اکثر احیان بنا بر بیدار کردن غافلان و آگاہ کردن جاہلان
وچالاک کردن سست ہمتان کلام شوق آمیز و وجد انگیز
از جنس بیان محبت الٰہی یا ذکر وسعت رحمت و شدت
غضب یا بیان معاملات راز و نیاز کہ فیما بین او تعالیٰ[1]
بندگان او تعالیٰ مشخص گردیدہ یا ذکر تقلب ایام و احوال اسلاف
و اخلاف یا تفصیل معاملات تعذیب و تنعیم کہ در ایام گزشتہ
یا در ایام پیوستہ خواہد گزشت از احوال برزخ و حشر و نشر و جنت
و نار و امثال ذلک بیان می فرمایند تا در باطن مستمعین شورشے
پیدا شود و در خواطر ایشان جوششے ہویدا گردد کہ از قسوت
قلبی زائل گردد و رقتے در دل حاصل شود و ہر چند امثال این
کلمات از واعظان ہر زمان صادر می گردد اما واعظ را
ہمین قدر مقصود مے باشد کہ گریہ ہاے جان سوز و نعرہ ہاے
جگر دوز بہ بوجد و اضطراب و حالت پیچ و تاب در حاضران مجلس
حادث گردد و انبیاء علیہم السلام را ہمین قدر مقصود نمی شود

اس قدر پیدا اور ہویدا ہوتا ہے کہ گویا معانی معقولہ صور محسوسہ کے
رنگ میں سامعین کے روبرو حاضر ہو کر جلوہ ظہور دکھاتے
ہیں پردۂ معانی موبمو اُن کے صفحۂ خیال نقش پذیر ہو جاتے ہیں
یہانتک کہ ہر سامع اُنکی حقیقت پر واقف ہو کر صدق دل سے اُنکی
واقفیت کی شہادت دیتا ہے اور اطمینان قلبی ہر سلیم الوجدان کو
اُس سے حاصل ہوتی ہے اور ہر صاحب عقل کی عقل اُن کو پسند کرتی
ہے اور ہر صاحب فکر کا فکر اُن کی جانب بلند پروازی کرتا ہے اگرچہ
بہت سے سامعین اپنی سینہ زوری اور بے انصافی سے اختیار
نہ کریں اور تعصب کی باعث اپنی زبان سے اقرار نہ کریں لیکن
دل میں جانتے ہیں کہ حق اُنکی جانب ہے اور تبختر اور تکبروں کی جانب
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اور انکار کیا اُنھوں نے اُسکا
اور یقین کیا اُنکی جانوں نے ظلم اور تکبر سے انکار کیا) لیکن کلام
موعظت پس اُسکا بیان یہ ہے کہ اکثر اوقات میں غافلوں کے بیدار کرنے اور
جاہلوں کے ہوشیار کرنے اور سست ہمتوں کے چالاک کرنے اور
ناپاکوں کے پاک کرنے میں طرح طرح کی نصیحت فرماتے ہیں اور کلام
شوق آمیز اور وجد انگیز کہ جو بیان محبت الٰہی اور ذکر وسعت رحمت و
شدت غضب اور بیان معاملات راز و نیاز اور ذکر گردش
زمانہ اور تفصیل معاملات رنج و راحت اور احوال برزخ و قیامت
اور کیفیت بہشت و دوزخ وغیرہ کو شامل ہو سُناتے ہیں
تاکہ سامعین کے دل میں ایک قسم کی سوزش پیدا ہو اور اُنکی
خاطر میں ایک طرح کا جوش ہویدا ہو جس سے دل کی سختی اور
سیاہی زائل ہو اور اعلیٰ درجہ کی رقت حاصل ہو ہر چند کہ
اس قسم کے کلمات ہر زمانہ کے واعظین کے زبان سے صادر
ہوتے ہیں لیکن اُن کو وعظ و نصائح سے یہی غرض ہوتی
ہے کہ گریہ ہائے جاں سوز اور نعرہ ہائے جگر دوز اور بہ
سبب وجد و اضطراب اور حالت پیچ و تاب حاضرین مجلس
سے پیدا ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کو اس سے یہ غرض نہیں

[1] کہ فیما بین او تعالیٰ و بندگان او تعالیٰ مشخص گردیدہ ۱۲ منہ

بلکہ مقصود ایشان آن ست کہ ورود این حال وسیلۂ رسوخ ایشان
در مقام اطاعت و انقیاد و امتثال احکام رب العباد گردد
و باعث تہذیب اخلاق و صلاح اعمال ایشان شود و این را
موعظۂ حسنہ می گویند و گاہ گاہ ایشان در مقام دعوت طریق
ثالث ہم استعمال می فرمایند و آن جدل ست بیانش آنکہ
گاہے مجادل معاند را بلطیفۂ عام فہم و نکتۂ ظریف پسند ساکت و
ملزم می فرمایند گو کہ اصل حقیقت بہ آن منکشف نگردد کما
قال اللہ تعالیٰ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ
ضِیْزٰی ہر چند نسبت مطلق ولد خواہ ذکر باشد خواہ انثیٰ
بہ جناب او تعالیٰ سراسر باطل و محال ست فاما از بسکہ مخالفین
برائے او تعالیٰ بنات ثابت می کردند و برائے خود بنین آرزو
می داشتند بنا علیہ بہ این لطیفہ مخاطب شدند ہر چند اکثر
ظرفا این فن جدل را در مابین خود نہایت استعمال می کنند
لکن در ان یک مضرتے ہم ہست و آن این ست کہ ظریف
را در حال لطیفہ گوئی و نکتہ سنجی پاس دین و ایمان و مراعات
آئین ادب باقی نمی ماند بلکہ ہر لطیفہ کہ مناسب حال می بیند
بلا تکلف آن را بر زبان می راند و این را عین کمال خود
می داند و این ہرگز طریقہ انبیاء علیہم السلام نیست بلکہ
مقصود ایشان ہمین می باشد کہ باوجود حفاظت دین و
رعایت ادب معاندین دین را اسکات می فرمایند و بس و
این را جدال حسنہ می گویند انبیاء بہ استعمال این ہر سہ
طریق مامور اند کما قال اللہ تعالیٰ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ
رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ
و از بسکہ جدل فی الحقیقت از جنس دعوت الی الحق نیست
لکن از لواحق و توابع اوست بنا علیہ این را علیحدہ فرمودند

بلکہ انکا مقصود اصلی وعظ و نصیحت سے یہ ہے کہ بندگان خدا کو مقام اطاعت
اور فرماں برداری میں رسوخ حاصل ہو اور تہذیب اخلاق اور صلاح
اعمال بدرجہ کامل ہو اسی کا نام موعظۂ حسنہ ہے اور کبھی کبھی حضرات
مقام دعوت میں طریق ثالث کا بھی استعمال فرماتے ہیں جس کو
جدال کہتے ہیں اور بیان اُس کا یہ ہے کہ کبھی مجادل معاند یعنی دشمن
کو لطیفہ عام فہم اور نکتہ ظریف پسند کے ساتھ ساکت اور ملزم فرماتے
ہیں اگرچہ اصل حقیقت اس سے منکشف اور ظاہر نہوئی
چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کیا تمہارے واسطے بیٹے
ہیں اور اُس کے واسطے بیٹیاں تو یہ بانٹنا بھونڈا ہے) ہرچند
نسبت مطلق ولد خواہ مذکر ہو یا مؤنث جناب باری کی
طرف کرنا سراسر باطل اور محال ہے لیکن از بسکہ مخالفین اُس
ذات پاک کے واسطے لڑکیاں ثابت کرتے تھے اور اسی واسطے
لڑکوں کی آرزو رکھتے تھے بنا علیہ اس لطیفہ کے ساتھ اُن کی
طرف خطاب ہوا۔ اگرچہ اکثر ظریف لوگ اس فن جدل کو
باہم بدرجہ کمال استعمال کرتے ہیں لیکن اُس میں ایک قسم
کی مضرت بھی جس کا بیان یہ ہے کہ ظریف کو لطیفہ گوئی اور نکتہ
سنجی کی صورت میں دین و ایمان کا پاس اور آئین ادب کا
لحاظ باقی نہیں رہتا ہے بلکہ جس لطیفہ کو کہ مناسب حال
اور موافق قال خیال میں لاتا ہے بلا تکلف زبان پر چلاتا ہے
اور اس کو عین کمال جانتا ہے اور یہ ہرگز طریقہ انبیاء علیہم السلام
نہیں بلکہ مقصود اُن کا یہی ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت
اور ادب کی رعایت بھی ہاتھ سے نجائے اور دشمن دین بھی سکوت
میں آئے اسی کو جدال حسنہ کہتے ہیں انبیاء علیہم السلام کو ان
طریقے کے استعمال کا حکم ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
(ترجمہ بلا اپنے پروردگار کی راہ کی طرف تدبیر سے اور اچھی نصیحت سے
اور جھگڑ اُنسے اُس طرح سے کہ وہ اچھی ہے) اور از بسکہ جدل فی
الحقیقت جنس دعوت الی الحق سے نہیں لیکن اُس کے
لواحق سے ضرور ہے نظر بر آں اس کا ذکر علیحدہ فرمایا

جدال

و در تحت دعوت داخل نمودند و این ہر سہ را بہ این وضع
در یک سلک نہ کشیدند ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ
الحسنۃ والجدال الحسن۔ اما امتیاز در میان این طریق و ہر دو
طریق اول واضح گردید **تنبیہ خامس در بیانِ سیاست**
باید دانست کہ سیاست درین مقام عبارت ست از بندگانِ
الٰہی بر قانونِ اصلاح معاش و معاد بطریق امامت و حکومت
پس مقصود از سیاست اصلاح ایشان ست بحکمرانی خود و نفع رسانی
ایشان در معاش و معاد نہ تحصیل منفعتے برائے ذاتِ خود بہ استخدام
ایشان تفصیلش آنکہ سیاست بدو وجہ متعدی میشود اول سیاست
مربیانہ دوم سیاست امیرانہ مثلاً شخصے می خواہد کہ طفلے
را ہنرے و ادبے تعلیم نماید و او را بہ وجہے مہذب و مؤدب
گرداند کہ استعداد انسلاک در سلکِ سپاہیانِ سخت
معاش و جفاکش کہ دشت نوردی و کوہ گردی کار ایشان ست
و قطع منازلِ دور دست و طے مراحل بالا و پست بے
نان و آب و بے استراحت و خواب در شدتِ تمازتِ
آفتاب شعار ایشان ست حاصل نماید و لیاقتِ ملازمتِ
بادشاہی کہ موقوف بر یاد گرفتن طریقِ بجا آوردن آدابِ
تعظیماتِ آن بادشاہ ست و بر خو گرفتن ہیئتِ تعظیم کہ عبارت
از دست بستہ ایستادن تا مدتے سرنگون و خاموش ست
بدست آرد لابد او را مامور می فرماید کہ خدمتِ اسپ من
بکن کاہ برائے او بیار و بہ وقتِ حاجت او را دانہ و آب بدہ
و مالش بکن و زین بہ این طریق بنہ و لگام بہ این وضع بدہ
در رکاب این قدر دراز بکن و امثالِ آن ہمچنین میفرماید کہ
روبروے من تسلیمات و تعظیمات بہ این طریق ادا بکن و تا مدتے
دست بستہ ایستادہ باش و سر بالا مکن و بہ نظر تیز مرا مبین و

اور تحت دعوت میں داخل نہ کیا اور تینوں کو اس وضع پر ایک سلسلہ
میں نہ کھینچا (ترجمہ بُلا اپنے رب کی طرف تدبیر اور اچھی نصیحت سے
اور جھگڑ اُنسے اچھی طرح) پس امتیاز اس طریق اور دونوں طریق گزشتہ میں
بخوبی واضح ہوئی **پانچویں تنبیہ بیانِ سیاست میں**
جاننا چاہیے کہ سیاست اس مقام میں اس بات کو کہتے ہیں کہ
بندگانِ خدا کی تربیت اور تہذیب قانونِ اصلاحِ معاش اور
آئین درستی معاد بر امامت اور حکومت کے طور پر لیے
جائے پس سیاست سے اُن کے حال کی اصلاح اور درستی
دربارہ معاش و معاد مقصود ہوتی ہے کہ ان کی حکمرانی اور اُن کی
نفع رسانی اس کا باعث ہوتی ہے اور اِن کو اُنکی خدمت سے
اپنی ذات کا کوئی نفع ملحوظ خاطر نہیں ہوتا اس کی تفصیل اس طور
سُننا چاہیے کہ سیاست دو طرح پر جاری ہوتی ہے اول سیاستِ
مربیانہ دوم سیاستِ امیرانہ مثلاً کوئی شخص چاہے کہ کسی لڑکے کو
ہنر اور ادب سکھائے اور اُسکو اس طرح پر مہذب اور مؤدب بنائے کہ
سپاہیوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی استعداد حاصل کرے کیسے
سپاہی سخت معاش جفاکش کہ دشت نوردی اور کوہ گردی اُنکا
کام ہے بے نان و آب و بے استراحت و خواب عین تمازتِ آفتاب میں قطع
منازل دُور دست اور طے مراحل بالا و پست اُنکا شعار لا کلام ہے
اور ملازمتِ بادشاہی کی لیاقت بہم پہنچائے کہ آداب تعظیمات
کی بجا آوری کے طریق کا یاد کرنا اور تعظیم دست بستہ اور تسلیم
دو دستہ کی ہیئت کا خوگر ہونا اسکے واسطے امر لابدی ہے یہ لیاقت
اُسکو حاصل ہوتی ہے تو لابد اُسکو مامور فرماتا ہے کہ میرے گھوڑے کی خدمت
بجا لا اور گھاس اُسکے واسطے بہم پہنچا اور بوقتِ حاجت اُس کو
دانہ دے اور اُسکے پانی کی خبر لے کر مالش اس طرح پر کر زین
اس طریق پر رکھ لگام اس طرح پر دے رکاب اس قدر دراز کر
وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی حکم کرتا ہے کہ میرے روبرو تسلیمات و
تعظیمات اس طریق پر ادا کر اور ایک مدت میرے سامنے
دست بستہ سرنگوں کھڑا رہ سر نہ اٹھا تیز نظر سے مجھکو نہ دیکھ اور

کلام عنف وبیہودہ روبروے من مکن پس وقتیکہ آن طفل
مطابق امر مربی خود بجا می آرد آن مربی اورا تحسین وآفرین
می کند والا سرزنش ونفرین می فرماید ورنجے از دست و
زبان بہ او می رساند ومقصود ازینہمہ تربیت اوست نہ
خدمت او برای ذات خود لہذا سرانجام دیگر حوائج خود
کہ دخل در تربیت او نمی دارد اورا مامور نمی فرمایند مثل
پختن طعام ودوختن جامہ وچرانیدن گاو ومحافظت
سگ کہ ہرگز این خدمات اصلا بہ او تفویض نمی کنند واورا
بسرانجام دادن این خدمات تکلیف نمی دہد پس این تربیت
را سیاست مربیانہ می گویم وشخصے باشد کہ کسے را برای
خدمت خود نوکر گیرد پس بہمین امر مذکورہ ودیگر خدمات خود
اورا مامور می سازد واگر ازو قصورے صادر می گردد اورا
تعزیرے می رساند پس چنانکہ تادیب طفل درصورت اول
بر تقدیر قصور اورا برای سد باب آوارگی او بود ہمچنین تعزیر
او درصورت ثانیہ بنابر انتقام ضرر سابق اوست بہ نسبت
امور خود وبرہم زدن خدمات او ہمچنین نظم ونسق رعایا وتادیب
برایا بنابر تربیت ایشان می باشد کہ مبادا انتظام معاملات
ایشان برہم شود وایشان بسبب بے انتظامی سرگردان وبے
سروسامان شوند یا در دنیا بغضب ملک جبار گرفتار شوند یا
در عقبی در درکات نار رسند پس ہر چیزے کہ در انتظام معاملات
معاش یا حصول نجات معاد دخلے داشتہ باشد در ہمون
مقدمہ امر ونہی بہ او متوجہ می فرمایند ودر مداہنت آن
بہ او تعزیر می رسانند وچیزے کہ بہ آن ہردو تعلق نمی دارد
بہ او تعرض نمی کنند وبنابر اظہار تحکم خود ایشان را در امور
بے فائدہ تنگ نمی کنند وہمچنین محض بنابر لقاے امتیاز خود

کلام سخت وبیہودہ میرے حضور میں نہ کر پس جس وقت وہ لڑکا
اپنے مربی کے امر کے مطابق حکم بجالاتا ہے وہ مربی اسکی تحسین اور
آفرین کرتا ہے ورنہ سرزنش اور نفرین فرماتا ہے اور ایک طرح کا
رنج ہاتھ اور زبان سے اسکو پہنچاتا ہے اور ان سب باتوں سے
اسی کی تربیت مقصود ہوتی ہے اپنی ذات کے واسطے کوئی
نفع اس کی خدمت سے نہیں چاہتا لہذا حوائج دیگر کا سرانجام
کہ اس کی تربیت میں اس کو مداخلت نہیں کراتا جیسے کھانا
پکوانا اور کپڑے سلوانا گاؤ کا چروانا کتے کی محافظت کرانا
کہ ہرگز یہ خدمات اس کو تفویض نہیں کرتا ہے اور اس کو ان
خدمتوں کے سرانجام کرنے کی تکلیف نہیں دیتا ہے سو اس
تربیت کو سیاست مربیانہ کہتا ہوں ہیں اور بعض شخص کا یہ
حال ہے کہ کسی کو اپنی خدمت کے واسطے نوکر کرے پس امر مذکورہ
اور دوسری خدمتوں کے واسطے اسکو مامور فرمائے اگر کوئی قصور اس سے
ظہور میں آئے اسکو تعزیر پہنچائے پس جیسے کہ تادیب طفل صورت
اول میں بر تقدیر تقصیر سد باب آوارگی ہوتی ہے ایسی ہی تعزیر اسکی
صورت ثانیہ میں اسکے ضرر سابق کے انتقام کی بنا پر ہے کہ بہ نسبت
امور مرجوعہ اور برہم زنی خدمات اس سے ظہور میں آنا علی ہذا القیاس
رعایا کا بندوبست اور انتظام اور برایا کی تادیب کا اہتمام انکی تربیت
کی بنا پر ہوتا ہے کہ مبادا انکے معاملات کا انتظام برہم ہووے اور وہ بے
انتظامی کے باعث سرگردان اور بے سروسامان ہووین یا دنیا میں
بادشاہ جبار کے غصہ میں گرفتار اور حیران ہوں یا قیامت کو طبقات
جہنم میں پہنچیں پس جس چیز کو معاملات معاش کے انتظام یا
نجات معاد کے حصول میں داخل ہو اسی مقدمہ میں امر ونہی اسکی
طرف متوجہ فرماتے ہیں اور اسکی سستی اور مداہنت میں اسکو تعزیر
اور ایذا پہنچاتے ہیں اور جو چیز کہ ان دونوں کے
ساتھ تعلق نہیں رکھتے اس سے بحث نہیں کرتے اور اپنے
حکم اور سیاست کے ظاہر کرنے کے واسطے انکو ہو رہے فائدہ میں
تنگ اور مجبور نہیں کرتے اور ایسے ہی محض اپنی بقاء امتیاز کے لیے

ایشان را از تشبیہ بخود در لباس و طعام و زی و کلام
ممانعت نمی کنند و از مساوات خود در نشستن و برخاستن و
گفتن و شنفتن وسائر عادات و معاملات کہ مضر در حق
ایشان در معاش و معاد نباشد باز نمیدارند مدبہ امورِ
تربیت حتی المقدور طریقے از طرقِ ہدایت کہ سابق مذکور
گردید از دست نمی دہند اگر حصولِ تربیت بہ طریقِ
ہدایت متعذر می نماید ہمان وقت بسیاست نوبت
می رسانند و ترغیب در سیاستِ ایشان اغلب میباشد
از زجر و لطف اظہر می باشد از قہر اول آئینِ سیاست
را بر جانِ خود قبول می نمایند بعد ازان ایشان را طوعاً
یا کرہاً بسوے آن می کشند و این را سیاست ایمانی
می گوئیم و گاہے بنا بر جلبِ منفعتے برائے ذاتِ خود باشد
بحکوم کردن ایشان مثلاً فراہم کردن خزانہ بیشمار بنا بر
حصول معنی تکلف در طعام و لباس و عمارت و سلاح
و غیر ذالک یا برائے تحصیل معنی بادشاہت و فرمانروائی
سلطنت و کشورکشائی برائے ذاتِ خود یا بنا بر جمع آوری
لشکر جرار خونخوار یا بنا بر زیر و زبر کردن مخالف خود یا بنا بر مجرد
حصول امتیاز در مابین بنی نوع خود بہ زیادتِ عزت و
مکنت و امثالِ ذالک پس مقصود ایشان از سیاستِ
افرادِ انسان مجرد اصلاح حال ایشان نیست بلکہ اصل مقصود
ہمین ست کہ ایشان اطاعت و رفاقت اختیار کنند تا
بہ اعانتِ ایشان اغراض نفسانیہ خود بدست آید پس حالِ
این سیاست در امور مذکورۃ الصدر عکس حال سیاست اول
باشد و این را سیاست سلطانی می گوئیم پس مقصود درین
مقام یعنی در مقام ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام ہمان سیاست

تشبیہ لباس و طعام وغیرہ سے اُن کو مانع نہیں ہوتے اور اُٹھنے
اور بیٹھنے اور کہنے اور سننے اور تمام عادات اور معاملات میں
بشرطیکہ ان کے حق میں معاش اور معاد میں مضر نہو
مساوات سے باز نہیں رکھتے حتی المقدور امور تربیت میں
کوئی طریقہ طرقِ ہدایت سے کہ جنکا ذکر پہلے ہوچکا ہاتھ سے
نہیں دیتے اگر حصولِ تربیت بطور ہدایت متعذر معلوم
ہوئی اُسی وقت سیاست کی نوبت پہنچاتے ہیں۔
اُن کی سیاست کی صورت میں اُن کی ترغیب اُن کی
زجر و توبیخ سے بڑھکر ہوتی ہے اور لطف و مہربانی قہر اور
غضب سے اظہر ہوتی ہے اول آئینِ سیاست کو اپنی جان
پر قبول کرتے ہیں اور اُس کے بعد طوعاً یا کرہاً انکو اُسکی
طرف کھینچتے ہیں اور اس کو ہم سیاستِ ایمانی کہتے ہیں
اور کبھی اُن کے محکوم کرنے کے ساتھ اپنی ذات کے نفع
حاصل کرنے کے واسطے ہوئی مثلاً خزانہ بیشمار کا جمع کرنا
جس سے طعام اور لباس اور عمارت اور ہتیار وغیرہ
میں تکلف کے معنی حاصل ہویں یا بادشاہت اور
فرمان روائی اور کشورکشائی کے معنی کا حصول ان کی
ذات کے واسطے ہوئی یا دشمن ناہنجار کے زیر و زبر کرنے
کے واسطے لشکر جرار خونخوار کی جمع آوری مقصود ہوئی یا
زیادتی عزت اور تمکنت کے ساتھ اپنے ہی نوع اور ہمجنسوں
میں محض حصول امتیاز کا خیال ہوا مداس کے سوا اور
بھی بہت امور ہیں جو فراہمی خزانہ کا باعث ہوتے ہیں
پس مقصود اُن کا سیاستِ افراد انسان سے مجرد انکے حال کی
اصلاح نہیں بلکہ اصل مقصود یہی ہے کہ وہ لوگ اطاعت اور رفاقت
اختیار کریں تاکہ اُن کی مدد اور اعانت کے ساتھ اپنے اغراض
نفسانیہ حاصل ہوئیں سو امور مذکورۃ الصدر میں اس سیاست کا
حال سیاست اول کے برعکس ہے اور ہم اسکو سیاست سلطانی کہتے ہیں
پس مقصود اس مقام میں یعنی مقام ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام میں وہی سیاست

ایمانی ست نہ سیاستِ سلطانی پس میگویم کہ سیاستِ ایمانی دو قسم ست اول آنکہ سیاست بنابر انتظام اصلاحِ معاملات معاشیہ بنی آدم و بنابرِ انتظام صورت اجمالیہ ایشان باشد و آن را سیاست مدنی می گویم مثل احکامِ معاملات از بیع و شرا و شراکت و احکامِ قضا و دعوی و شہادت و یمین و امثال ذلک و قسم ثانی آنکہ بنابر پاسداری دین و خدمت گزاری ملت باشد مثل قتلِ کفار و اہانت مبتدعین و الزام جزیہ و خراج بر ذمہ ذمیین و امثال ذلک و این را سیاستِ ملت می گویم و ہر یک ازین دو قسم بر دو قسم ست اول آنکہ سیاست در بعضے افعال جاری شود کہ فلان فعل را از ایشان مطلوب ست و فلان ممنوع و این را سیاست افعالی گویم و قسم ثانی آنکہ سیاست جاری شود در بابِ انفاقِ اموال یعنی این قدر مال در بیت المال باید رسانید تا ستہ باب حوائج بنی آدم باور کردہ شود یا در خدمت گزاری دین و ملت صرف گردد و این را سیاستِ اموالی می گویم پس گویا کہ سیاست ایمانی چہار قسم شد سیاست مدنی افعالی و سیاستِ مدنی اموالی و سیاستِ ملت افعالی و سیاستِ ملتِ اموالی پس پارہ ازین ہر چہارگانہ درین جا مذکور می نمایم تا نمونہ باشد ازین پس می گویم قسم اول تعین احکام معاملات ست کہ فیمابین بنی آدم جاری و ساری ست مثل تعین احکام نکاح بتبیین ارکان و شروط و لوازمِ آن مثل ایجاب قبول و حضور شہود و وجوب مہر و امثالِ آن و ہمچنین احکامِ طلاق و عتاق و نسب و لادت و حضانت و وراثت و نفقات ذوی الحقوق و احکام بیع و شرا و قمار و ربا و احکام تجارت و شرکت و اجارہ و عاریت و مضاربت

ایمانی ہے نہ سیاست سلطانی پس کہتا ہوں میں کہ سیاستِ ایمانی دو قسم پر ہے اول سیاست یہ ہے کہ معاملات معاشیہ بنی آدم کے اصلاح کا انتظام اور اُن کی صورت اجمالیہ کا اہتمام اُس کے ساتھ متعلق ہے اور اس کو سیاست مدنی کہتے ہیں مثل احکامِ معاملات بیع و شرا و شرکت و احکامِ قضا و دعوی و شہادت وغیرہ اور قسم ثانی یہ ہے کہ اُس کا حصول پاسداری دین اور خدمت گزاری ملت کے واسطے ہوئی مثل قتل کفار و اہانت مبتدعین والزام جزیہ و خراج بہ ذمہ ذمیین وغیرہ اور اس کو سیاستِ ملت کہتے ہیں الخ پھر یہ دونوں قسم دو قسم پر منقسم ہیں اول یہ کہ سیاست بعضے افعال میں جاری ہوئی کہ فلاں فعل اُن سے مطلوب ہے اور فلاں ممنوع اور اس کو سیاست افعال کہتے ہیں اور قسم ثانی یہ ہے کہ سیاست در باب انفاق اموال جاری ہوں یعنی اس قدر مال بیت المال میں پہنچانا چاہیے تا بنی آدم کے حوائج کا باب اُس کے ساتھ مسدود کیا جاوے یا خدمت گزاری دین اور ملت میں صرف ہووے اور اس کو سیاست اموال کہتے ہیں پس گویا کہ سیاستِ ایمانی کی چار قسمیں ہوئیں سیاستِ مدنی افعالی سیاستِ مدنی اموالی سیاستِ ملتِ افعالی سیاستِ ملتِ اموالی اب کسی قدر ان چاروں قسموں سے بطور نمونہ اس مقام پر بیان کرتا ہوں میں کہ قسم اول اُن معاملات کے احکام کے تعین کے واسطے ہی جو فیمابین بنی آدم جاری اور ساری ہیں مثلِ تعین احکامِ نکاح مع بیانِ ارکان و شروط و لوازم مثل ایجاب و قبول و حضورِ شہود و وجوب مہر وغیرہ اور ایسے ہی احکامِ طلاق و عتاق و نسب و ولادت و حضانت و وراثت و نفقات ذوی الحقوق اور احکام بیع و شرا و ربا اور احکامِ تجارت و شراکت و اجارہ و عاریت و مضاربت

ومضارعت وقضا وشهادت ودعوی وانکار واقرار و
احکام یمین ونکول واحکام شفعه واحکام جنایات واحکام
غصب واحکام حدود وتعزیرات واحکام بغی وخروج
واما قسم ثانی پس به بیان طریق تحصیل مال در بیت المال و
طریق انفاق آن مثل اخذ زکوٰۃ نقود ومال تجارت وسوائم و
تعیین عشر بر اراضی وبیان مقادیر آن وتعیین نصاب
آن وبیان مصارف آن اما قسم ثالث پس به بیان طریق
حفاظت ملت حقه از تغییر وبیان طرق تائید آن واہانت
ملت باطله وطریق استیصال آن مثل بیان احکام جهاد و
هدم بنا کفر وابطال رسوم جاهلیت واستیصال اقسام بدعت
وممانعت از شیوع فواحش وظهور فسق وسد ابواب لهو
لعب وامثال آن وتاکید بر تعمیر مساجد وترمیم معابد و
اقامت جمعه واعیاد ونصب ائمه ومؤذنین وقضاة و
محتسبین وامثال ذلک واما قسم رابع پس به بیان
احکام غنایم وتعیین خمس در آن ووضع جزیه وخراج
امثال ذلک چون اقسام سیاست ایمانی مجملاً مذکور شد
پس باید دانست که مطلق سیاست ایمانی خواه عمالی
باشد خواه اموالی خواه سیاست مدنیه باشد خواه سیاست
ملت به تمام وکمال نمی رسد مگر بچند سلیقه که یا خود صاحب سیاست
به آن همه موصوف باشد یا ارباب آن تدابیر را بحضور خود
فراهم آرد وایشان را تابعان خود سازد وهرچند این سلیقه ها
بسیار است اما اصول آن پنج ست فراست وامارت وعدالت
وحفاظت ونظامت اما فراست پس عبارت ست از
مردم شناسی که از قرائن عالیه ومقالیه از رفتار وگفتار صادق
را از بدخواه ومطلع را از مخلص وخائن را از امین وپست همت

ومضارعت وقضا وشہادت ودعوی وانکار واقرار اور
احکام قسم اور انکار اور احکام شفعہ اور احکام جنایات اور
احکام غصب اور احکام حدود وتعزیرات اور احکام بغاوت و
فساد وغیرہ لیکن قسم ثانی پس بیان اُس کا یہ ہے کہ بیت المال
میں مال کے تحصیل کا کیا طریق ہے اور اُسکے انفاق کی کیا صورت
ہے اور نقود اور مال تجارت اور سوائم کی زکوٰۃ کیونکر لے اور اراضی
پر عشر وغیرہ کا تعین کس طرح پر ہے اور اُسکے مقادیر کا بیان اور اُسکے نصاب
کی تعیین اور اسکے مصارف کا ذکر وغیرہ وغیرہ یہ دوسری قسم میں شامل
ہے قسم ثالث کے بیان کو شامل ہے بیان طریق حفاظت ملت حقہ از
تغییر اور بیان طرق تائید مذہب اور اہانت ملت باطلہ
اور اُسکے استیصال کا طریق مثل بیان احکام جہاد وہدم بنا کفر و
ابطال رسوم جاہلیت وبیخ کنی اقسام بدعت ممانعت از شیوع فواحش و
ظہور فسق وسد ابواب لہو ولعب وامثال ذالک اور تاکید تعمیر مساجد
اور ترمیم معابد اور اقامت جمعہ اور عیدین اور نصب ائمہ و
مؤذنین اور اقامت قضاۃ ومحتسبین وغیرہ وغیرہ اور
قسم رابع بیان احکام غنائم اور تعیین خمس اور وضع جزیہ و
خراج وغیرہ کو حاوی ہے جب کہ سیاست ایمانی کے اقسام
مجملاً مذکور ہوئے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ مطلق سیاست ایمانی خواہ
اعمالی ہو خواہ اموالی خواہ سیاست مدنیہ ہو خواہ سیاست ملت
چند طریقہ اور سلیقہ کے ساتھ کمال کو پہنچتی ہے وہ سلیقے یہ ہیں
یا خود صاحب سیاست اُس تمام کے ساتھ موصوف ہو ارباب
تدابیر کو اپنے حضور میں حاضر لاوے اور اُن کو اپنا تابع بناوے
ہر چند یہ سلیقے بہت ہیں لیکن اصول اس کے پانچ ہیں
فراست۔ امارت۔ عدالت۔ حفاظت۔ نظامت۔
فراست مردم شناسی کو کہتے ہیں کہ قرائن عالیہ اور مقالیہ اور
رفتار اور گفتار کی باعث صادق کو منافق سے تمیز کر سکے
اور خیرخواہ اور بدخواہ میں فرق معلوم کرے اور طماع کو مخلص سے
اور خائن کو امین سے اور پست ہمت اور تنگ حوصلہ کو بلند ہمت

وتنگ حوصلہ را از بلند ہمت و فراخ حوصلہ و عقل و گیاست
ہر کس را بمیزانِ فراستِ خود بسنجد کہ کدام کس لائقِ کدام خدمت
است و کدام کس لائقِ کدام منصب و امّا امارت پس عبارت
است از سلیقہ لشکر کشی و دشمن کشی و تدبیرِ صلح و جنگ و معرکہ
آرائی و عربدہ پیرائی و کسرِ شوکتِ مخالف خواہ مخالف
ہیئتِ اجتماعیہ مسلمین باشد مثل اہلِ بغی و خروج قطاع الطریق
خواہ مخالفِ ملتِ ایشان باشد مثل کفار و جنودِ ایشان پس
لابد قدر شناس اربابِ شجاعت و شہامت باشد و اصحابِ
صولت و سطوت بہ وجہے جرأت و استقامت داشتہ
باشد کہ بزدل موافق را پُردل گرداند و پُردل مخالف را بزدل
امّا عدالت پس عبارت ست از سلیقہ فصلِ خصومات کہ
درمیان بنی آدم در معاملات واقع می شود پس لابد خدا شناس
و تابعِ قانونِ عدل و انصاف باشد نہ پاسدارِ غنی و فقیر و
وضیع و شریف و قریب و بعید و دوست و دشمن کہ این ہمہ را
در بابِ انصاف و عدالت بہ یک نگاہ بیند و از طرفِ این ہمہ
درین مقدمہ پہلو تہی کند و نیز صاحبِ گیاست و درایت باشد کہ
از وضعِ چشم و رد و از طریقۂ کلام و گفتگوے محق را از مبطل
تمیز نماید و راستباز را از سخن ساز و سادہ لوح را از حیلہ باز و نیز
محنت کش باشد و فراخ حوصلہ نہ مساہل نازک طبع کہ از تفحصِ
حق بسببِ تکاسل فرو ماند و از قیل و قالِ اہلِ خصومات
دل تنگ شود و امّا حفاظت پس عبارت ست از سلیقۂ سدِ ابوابِ
فسق و فجور و تعدی و جور و افسادِ مفسدین و رخنہ اندازی ملحدین
و مبتدعین پس لابد دانشور و دلیر و صاحبِ حمیتِ اسلامی
و غیرتِ ایمانی و خیرخواہِ صالحین و بدخواہِ مفسدین باشد تا
مانع شود از زنا و شربِ خمر و قمار بازی و مزامیر نوازی برہم زند

اور تنگ حوصلہ کو بلند ہمت اور فراخ حوصلہ سے فیصل کرے اور
ہر کسی کی عقل و دانائی کو میزانِ فراست میں تولے کہ کون آدمی
کس خدمت کے لائق ہے اور کون شخص کس منصب کا مستحق ہے
لیکن امارت پس وہ عبارت ہے سلیقہ لشکر کشی اور دشمن کشی اور تدبیر
صلح و جنگ اور معرکہ آرائی اور عربدہ پیرائی اور کسرِ شوکت مخالفت
سے خواہ مخالف ہیئت اجتماعیہ مسلمین ہو مثل اہل بغی و خروج
وقطاع الطریق خواہ مخالفِ ملت ہو مثل کفار و جنود کفار پس لابد ضرور
قدر شناسِ اربابِ شجاعت و شہامت ہو اور قدر دانِ اصحابِ
صولت و سطوت اسی وجہ پر جرأت اور استقامت رکھتا ہو کہ
بزدل موافق پُردل کرے اور پُردل مخالف کو بزدل بنائے
اور عدالت سلیقہ فصل خصومات سے مراد ہے کہ فیما بین بنی آدم
معاملات میں واقع ہوئی پس لابد خدا شناس اور تابع قانونِ
عدل و انصاف ہوے اور کسی کی پاسداری اور رعایت کو
خیال میں نہ لائے خواہ کوئی غنی ہو یا فقیر وضیع ہو یا شریف قریب ہو
یا بعید دوست ہو یا دشمن بلکہ ان سب کو مقدمہ انصاف و
عدالت میں ایک نظر سے دیکھے اور ان سب کی طرف سے
اس معاملہ میں پہلو تہی کرے اور بھی صاحبِ گیاست[1] اور
درایت[2] ہو کہ وضع چشم اور رد اور طریقۂ کلام اور گفتگوے
محق[3] کو مبطل[4] سے تمیز کرے اور راستباز کو سخن ساز اور
سادہ لوح کو حیلہ باز سے جدا فرمائے اور محنت کش اور فراخ حوصلہ
بھی ہو نہ مساہل نازک طبع کہ تلاش حق سے تکاسل کے
سبب عاجز رہے اور اہل خصومات کی قیل و قال سے دل تنگ
ہوے لیکن حفاظت پس عبارت ہے سلیقہ سد ابواب فسق و
فجور اور تعدی اور جور و فساد مفسدین اور رخنہ اندازی ملحدین و
مبتدعین سے پس لابد دانشور اور دلیر اور صاحب حمیت اسلامی و
غیرتِ ایمانی اور خیرخواہ صالحین اور بدخواہ مفسدین ہوے تاکہ
زنا اور شرب خمر اور قمار بازی اور مزامیر نوازی سے مانع آئے

[1] سمجھ ۱۲ [2] دانائی ۱۲ [3] حق گو ۱۲ [4] باطل گو ۱۲

و محافلِ طرب و نشاط و مجالس مزاح و انبساط را ہدم کند عمارات
مُطلّا و مذہّب را مانع شود از اختلاطِ رجال بانسوان و امارد
و از تکلف و اسراف در طعام و لباس و در رسومِ شادی و
ماتم و محفوظ دارد ضعفاء مسلمین را از گزند متعدیانِ جفاکش
خواہ بر آبروے کسے دست اندازد مثلِ قذف و سب و
دشنم و خواہ برجان کسے مثل قتل و ضرب خواہ برمال
کسے مثل سرقہ و نہب و خیانت و غصب و مانع شود
از اظہار بدعات مثل گور پرستی و رسومِ جاہلیت و اعمالِ
سحر و طلسم و تعلیمِ نجوم غیر شرعیہ و شیوعِ مذاہبِ غیرِ
اہلِ سنّت و جماعت و تقریر شبہات ملاحدہ و زنادقہ
و تشبّہ بہ کفار در زی و لباس و رفتار و گفتار و امثال
ذلک و این منصب حفاظت فی الحقیقۃ دو منصب ست
سدِّ ابوابِ ظلم و تعدی کہ صاحب آنرا عسس می گویند
سدِّ ابوابِ فسق و فجور و بدعات و منکرات کہ صاحب
آن را محتسب گویند و اما انتظام پس عبارت از سلیقہ
بند و بستِ مداخل و مخارج بیت المال است لابد صاحب
کیاست و امانت باشد تا در تحصیل مال و صرفِ آن
اصلاح حال مسلمین و خدمت گذاری دین متین پیش
نظر دارد نہ منفعتِ جاں خود و اقارب و دوستانِ خود
و نہ مضرّت مخالفان و دشمنانِ خود ہر چند مبحث سیاست
ایمانی صحرائے ست بیکران و دریائے ست بے پایان
اما آنچہ درین مقام ذکر کردہ شد ذرہ ایست ازہمون صحرا و
قطرہ ایست ازہمون دریا ہر کہ صاحبِ ذہنِ ثاقب و فکرِ
صائب ست ازہمین کلمات چند بدان مضامین پس
باریک و بلند پے تواں برد این ست فکر چندے از کمالات

اور محافلِ طرب و نشاط اور مجالس مزاح و انبساط کے
رسومات کو مٹائے اور عمارات مُطلّا[1] اور مذہّب کو گرائے اور
مردوں کو عورتوں اور امردوں کے اختلاط سے بچائے اور
کھانے اور پہننے اور رسومِ شادی و غمی میں تکلف و اسراف سے
لوگوں کو باز رکھے اور ضعفاء مسلمین کو متعدیان جفاکیش کے
ایذاؤں مثل تہمت و سب و شتم قتل و ضرب و سرقہ و
غارت و خیانت و غصب وغیرہ سے محفوظ رکھے اور اظہار
بدعات مثل گور پرستی اور رسوم جاہلیت اور اعمال سحر و
طلسم اور تعلیم نجوم غیر شرعیہ اور شیوع مذاہب غیر اہل
سنت و جماعت اور تقریر شبہات ملاحدہ و زنادقہ[2] و تشبہ[3]
بہ کفار وغیرہ سے مانع ہووے اور یہ منصب حفاظت
فی الحقیقت دو منصب کو شامل ہے ایک ظلم و تعدی کے دروازہ کا
بند کرنا کہ اسکے منتظم کو عسس اور کوتوال کہتے ہیں اور دوسرا
سدِ ابواب فسق و فجور و بدعات و منکرات کہ اس کے عامل کو
محتسب کہتے ہیں اما انتظامت پس سلیقہ بند و بست آمد و
خروج بیت المال سے عبارت ہے سو بالضرور ایسا شخص
صاحب کیاست و امارت ہو تاکہ مال کی تحصیل اور
اس کے صرف میں اصلاح حال مسلمین اور خدمت گزاری
دین متین پیش نظر رکھے اور اپنے اور دوست و اقارب
کی منفعت اور دشمن اور مخالفوں کی مضرت کا خیال
دل میں نہ لائے ہر چند کہ مبحث سیاست ایمانی ایک صحرا ہے
بیکراں اور ایک دریا ہے بے پایاں لیکن جو کچھ اس
مقام میں ذکر کیا گیا اسی صحرا کا ایک ذرہ ہے اور اسی
دریا کا ایک قطرہ ہے جس کسی کو اللہ تعالےٰ نے ذہن
ثاقب[4] اور فکر صائب[5] عطا فرمایا ہے انھیں چند کلموں سے
وہ شخص اُن مضامین عالیہ کی طرف راہ پاتا ہے یہ چند کمالات

[1] سنہری ۱۲ [2] کافر ۱۲ [3] خواہ مشابہت صورت میں ہو یا لباس میں۔ رفتار میں ہو یا گفتار میں ۱۲ [4] روشن ۱۲ [5] رسا ۱۲

انبیاء که بیانِ آن در تحقیقِ حقیقتِ امامت بکار آید و
چنان مناسب مے نماید که درین مقام نامہاے کمالات
مذکورہ بشماریم تا در مقامِ تحقیقِ حقیقتِ امامت اگر کمالے
ازین کمالات مذکور شود ناظر را در تفحصِ آن در جنس این
کلام طویل پریشانی خاطر دامن گیر نشود پس می گوئیم کہ کمالِ
اول وجاہت ست وآن سہ شعبہ است۔ محبوبیت بہ نسبت
رب العالمین و عزت در ملائکہ مقربین و سیادت بہ نسبت
عبادِ صالحین و کمالِ ثانی ولایت ست و آن را سہ شعبہ است
معاملاتِ ربانی و مقاماتِ روحانی و اخلاقِ نفسانی اما
معاملات پس چندے ازان درین مقام مذکور گردیدہ کلام
و الہام و تعلیم و تفہیم و حکمت اما مقامات پس عبودیت و
عصمت و محبت و توکل و رضا و تسلیم و خوف و رجا
و محو و فنا و صبر و شکر و تجرید و تفرید اما اخلاق پس سخاوت
و شجاعت و علوِ ہمت و وسعتِ حوصلہ و استقامت و
وفورِ رحمت و شفقت و خیر خواہی دشمنان و قدر شناسیِ
دوستان و کمالِ ثالث بعثت ست و او را صورتے ست
و حقیقتے صورتش نزولِ امر ست بہ ترتیبِ خلق اللہ و
حقیقتش حدوثِ شفقتِ کاملہ است بہ نسبت انسان در
دل کمالِ رابع ہدایت ست و آن را پنج قسم ست نزولِ برکت
و عقدِ ہمت و فیضِ صحبت و خرقِ عادت و اظہارِ دعوت
و فیضِ صحبت را ظاہر ست و حقیقتے ظاہرش حدوثِ رغبتِ
اتباع ست در قلب بسبب ملاحظہ حالِ ایشان و حقیقتِ
انعکاسِ نورِ غیبی ست از دلِ ایشان بر دلِ ہمنشینان
ایشان و اظہارِ دعوت بر طریقِ محاوراتِ عرفی ست نہ
اصطلاحاتِ کتابی و دو طریق در آن اصل ست بیانِ حکمت

انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے کہ بیان اُس کا تحقیق حقیقت امامت
میں کام آئے اور ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام میں ہم
کمالات مذکورہ کے نام بیان کریں تا مقامِ تحقیق حقیقت
امامت میں اگر کوئی کمال ان کمالات میں سے مذکور ہو
ناظر اور مطالعہ کرنے والے کو اس جیسے کلام طویل میں پریشانی
خاطر دامن گیر نہوئی نظر بریں گزارش کرتا ہوں کہ کمال اول
وجاہت ہے اور اُسکی تین شاخیں ہیں محبوبیت بہ نسبت
رب العالمین عزت بہ زمرۂ ملائکہ مقربین سیادت بہ نسبت
عباد صالحین کمال ثانی ولایت ہے اور اسکے بھی تین شعبے
ہیں معاملات ربانی مقامات روحانی اخلاق نفسانی اما
معاملات پس اُن میں سے چند معاملات کا اس مقام پر
ذکر ہوا کلام الہام تعلیم تفہیم حکمت مقامات یہ ہیں عبودیت
عصمت محبت۔ توکل رضا تسلیم خوف۔ رجا۔ محو۔ فنا صبر
شکر۔ تجرید۔ تفرید۔ اخلاق اس کا نام ہے سخاوت۔ شجاعت
علو ہمت۔ وسعت حوصلہ۔ استقامت۔ وفور رحمت
شفقت۔ خیر خواہی دشمنان۔ قدر شناسی دوستاں
کمال ثالث بعثت ہے اور اُسکے واسطے ایک صورت ہے
اور ایک حقیقت صورت اُس کی ترتیب خلق اللہ کے
واسطے امر ہے اور حقیقت اُس کی بہ نسبت انسان دل
میں شفقت کاملہ کا حادث ہونا ہے کمال رابع ہدایت
ہے اور اُس کی پانچ قسمیں ہیں نزول برکت۔ عقد
ہمت۔ فیض صحبت۔ خرق عادت۔ اظہار دعوت
فیض صحبت کے لیے بھی ایک ظاہر اور ایک حقیقت ہے
ظاہر اُسکا یہ ہے کہ اُنکے حال کے ملاحظہ کرنے سے قلب میں
اتباع اور پیروی کی رغبت ظاہر آئی اور حقیقت اُسکی یہ ہے کہ
اُنکے ہمنشینوں کے دل پر اُنکے دل سے نور غیبی کا انعکاس
جلوہ دکھائے اور اظہار دعوت طریق محاورات عرفی پر ہے نہ
اصطلاحات کتابی پر اور دو طریق اُسمیں اصل ہیں بیان حکمت

وکلامِ موعظت و طریقِ ثالث از توابع آن و آن فنِ ظرافت
است وجدل و انچہ بہ آن ہدایت می نمایند سہ چیز ست
عقائد و احکام و اخلاق۔ کمالِ خاص سیاستِ ایمانی ست
وآن بر چہار قسم ست سیاستِ مدنیہ اعمالی و اموالی و سیاستِ
ملّتِ اعمالی و اموالی وآن را پنج ملکات می باید۔ فراست
و امارت و عدالت و حفاظت و نظافت و کمال اول و
دوم و سوم و شعب و لوازم آن را کمالات می نامند و
چہارم و پنجم و اقسام و طرق آن را تکمیل می نامند **قسم ثانی**
دربیان آنکہ بعضے از اکابر اولیاء در کمالات مذکورہ بہ انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام مشابہت میدارند وآن مشتمل بر دو
تنبیہ ست **تنبیہ اول** دربیان آنکہ بعضے از بندگانِ
مقبولین ہر چند منصب نبوت نمی دارند امّا از کمالاتِ
مذکورہ نصیبہ فراخورِ استعدادِ خود می دارند باید دانست کہ
دلائلِ کتاب و سنت برین معنی دلالت میدارند کہ نصیبہ
ازین کمالاتِ مذکورہ بہ دیگر بندگانِ مقبولین ہم میرسد
ہر چند آیات و احادیث کہ دلالت بر اتصاف مقبولین
باین کمالات مذکورہ می دارد اگر ہمہ را بالاستیعاب ذکر
کردہ شود و دربیان ہر ہر کمال علیحدہ علیحدہ شواہد از آیات
و احادیث گذرانیدہ شود نہایت تطویلِ کلام درین مقام
لازم آید بناءً علیہ بہ ذکر چندے از کمالاتِ مذکورہ اجمالاً کہ
عمدہ ترین آنہاست درین مقام اکتفا کردہ شد تا حال
دیگر کمالات بالاولیٰ ازآن فہمیدہ شود پس میگوئیم اما
ثبوت وجاہتِ اجتبائی مر غیر انبیاء را پس مستفاد ازین
آیہ می شود وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کلامِ موعظت اور طریق ثالث اُس کی توابع میں سے ہے اور
وہ فنِ ظرافت اور جدل ہے اور تین چیزیں ہدایت کا باعث
ہیں۔ عقائد۔ احکام۔ اخلاق۔ کمالِ خاص سیاستِ ایمانی
ہے اور وہ چار قسم پر ہے سیاستِ مدنیہ اعمالی و اموالی و
سیاستِ ملتِ اعمالی و اموالی اور اسکے لیے پانچ ملکے
چاہئیں۔ فراست۔ امارت۔ عدالت۔ حفاظت۔ نظافت
اور کمال اول اور دوم اور سوم اور اُسکے شعبوں اور لوازم کو
کمالات کہتے ہیں اور چہارم اور پنجم اور اُس کے اقسام اور
طرق کو تکمیل نام رکھتے ہیں **قسم ثانی** اس بات کے بیان
میں ہے کہ بعضے از اکابر اولیاء کمالاتِ مذکورہ میں حضرات
انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دو تنبیہ پر
مشتمل ہے **تنبیہ اول** اس بات میں ہے کہ بعض
بندگانِ مقبولین ہر چند منصبِ امامت نہیں رکھتے
لیکن کمالاتِ مذکورہ سے اپنی استعداد کے موافق نصیبہ
رکھتے ہیں۔ معلوم کرنا چاہیے کہ کتاب اور سنت کے
دلائل اس معنی پر دال ہیں کہ ان کمالاتِ مذکورہ سے
دوسرے بندگان مقبولین کو بھی حصہ پہنچتا ہے جس قدر
کہ آیات اور احادیث ان مقبولین کی شان میں ان کمالات
مذکورہ کے اتصاف پر دال ہیں اگر سب کا باستیعاب
ذکر کیا جاوے اور ہر ہر کمال کے بیان میں علیحدہ
علیحدہ شواہد اور نظیریں آیات اور احادیث سے گزاری
جائیں نہایت تطویل کلام اس مقام میں لازم آوے
نظر برین چند کمالات عمدہ ترین مجملاً اس مقام میں ذکر کیے
جاتے ہیں تاکہ اور کمالات کا حال بالاولیٰ اُس سے سمجھا جاوے
پس کہتا ہوں میں کہ وجاہتِ اجتبائی کا ثبوت غیر انبیاء کو
اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے (ترجمہ جب کہا فرشتوں نے
اے مریم بے شک اللہ نے برگزیدہ کیا تجھکو اور پاک
کیا تجھکو اور برگزیدہ کیا تجھکو جہان کی عورتوں پر)

وقال اللہ تعالیٰ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا
نَبَاتًا حَسَنًا و درین کریمۂ ثانیہ ذکر توجہ و عنایتِ حضرت
حق سبحانہ بسوے حضرت مریمؑ در سنِ طفولیت وقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفاطمۃ ان اللہ اطلع علی
اهل الارض فاختار اباك وبعلك و ذکر شعبِ آن
تفصیلاً پس ذکرِ محبوبیت بہ نسبتِ رب العالمین درین آیات
واحادیث واقع شدہ۔ قال اللہ تعالیٰ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ
وَیُحِبُّوْنَهٗ و مراد ازین قوم درین کریمہ حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ واتباع ایشانند کہ بہ مرتدین مقابلہ نمودند
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللهم ائتنی باحب خلقك
الیك یاكل معی هذا الطیر فجاءه علی فاكل معه
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارك وتعالی
امرنی بحب اربعة واخبرنی انه یحبهم قیل یا رسول اللہ
سمهم لنا قال علی منهم یقول ذلك ثلثا وابوذر
ومقداد وسلمان امرنی بحبهم واخبرنی
انه یحبهم واما ذکر عزت در ملائکہ مقربین۔
فقد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ
نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ و
ملئکته یصلون علی معلم الناس الخیر
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبعض الصحابة اذ
راهم جالسین لذکر اللہ ان جبرئیل اخبرنی ان اللہ

اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ پس قبول کیا اُسکو پروردگار
اُسکے نے اچھا قبول کرنا اور بڑھایا اُسکو اچھا بڑھانا) اور اس آیت
ثانیہ میں جناب باری کی عنایت اور توجہ کا ذکر ہی جو حضرت مریمؑ
کی طرف سن طفولیت میں متوجہ ہوئی اور جناب نبی کریم علیہ التحیۃ و
التسلیم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین
والوں کو دیکھا تو پسند کیا تیرے باپ کو اور خاوند کو) اور اُسکے
شعبوں کا ذکر تفصیلاً مثل ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین ان آیات
اور احادیث میں واقع ہوا فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے مسلمانو
تم سے جو پھر جاوے دین سے پس لے آویگا اللہ تعالیٰ ایسی قوم کہ
دوست رکھے گا وہ اُنکو اور دوست رکھینگے وہ اُسکو) اور مراد قوم سے
اس آیت کریمہ میں حضرت صدیق اکبرؓ اور اُنکے اتباع ہیں کہ مرتدوں کے
ساتھ مقابلہ کیا۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اے اللہ
لا میرے پاس وہ کہ زیادہ محبوب ہو تجھکو تیری خلقت سے کھاوے
میرے ساتھ یہ جانور پس آئے آپکے پاس حضرت علیؓ پھر آپکے
ساتھ کھایا) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ
نے مجھکو حکم فرمایا چاروں کی محبت کا اور خبر دی مجھکو کہ وہ یعنی
اللہ تعالیٰ بھی اُنکو دوست رکھتا ہے عرض کیا کہ اے رسول اللہ
ہمکو اُنکے نام بتاؤ فرمایا علیؓ اُنہیں سے ہی فرمایا اسکو تین مرتبہ
اور ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ حکم کیا مجھکو اُنکی دوستی کا اور خبر دی
مجھکو کہ وہ بھی اُنکو دوست رکھتا ہے) رہا ذکر عزت بہ زمرۂ ملائکہ
مقربین پس تحقیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ جن لوگوں نے
کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہی پھر قائم رہے اُترتے ہیں اُنپر فرشتے یہ کہ
مت خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور خوش ہو ساتھ جنت کے کہ
وعدہ دیے جاتے تھے ہم ہیں دوست تمہارے دنیا اور آخرت میں)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے
درود بھیجتے ہیں بھلی بات کے بتانیوالے پر) اور فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے (ترجمہ جسوقت دیکھا اُنکو کہ اللہ کا
ذکر کر رہے ہیں کہ مجھکو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی یہ کہ اللہ تعالیٰ

يباهي بكم الملائكة وقال النبي صلى الله عليه وسلم
من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به
طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع
اجنحتها رضًى لطالب العلم وان العالم ليستغفر
له من في السموات ومن في الارض حتى الحيتان في جوف
الماء وقال صلى الله عليه وسلم ان احبّ الناس الى
الله يوم القيامة واقربهم مجلسا امام عادل وقال حكاية
عن ربه تبارك وتعالى انّ عبدي اذا ذكرني في ملاء
ذكرته في ملاء خير منه وقال النبي صلى الله عليه و
سلم ان الله اذا احبّ عبدا دعا جبرئيل فقال
اني احب فلانا فاحبه قال فيحبه جبرئيل ثم
ينادي في السماء فيقول ان الله يحب فلانا فاحبوه
فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول في الارض
وقال صلى الله عليه وسلم اهتز العرش لموت سعد
ابن معاذ وقال صلى الله عليه وسلم العالم يدعى عظيما
في السماء اما سيادت يعني وساطت درميان رب
العالمين و عباد مقبولين در وصول فيض غيبي و انحصار
مقبوليت در محبت واتباع ايشان۔ قال الله تبارك و
تعالى وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وقال الله تعالى اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ
ذُرِّيَّتُهُمْ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وقال
النبي صلى الله عليه وسلم في حق علي لا يحبه الا مؤمن
ولا يبغضه الا منافق وقال النبي صلى الله عليه
وسلم اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه

فخر کرتا ہی بسبب تمہارے فرشتوں میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ترجمہ جو علم کی طلب میں راہ چلا تو اللہ تعالی اُسکو جنت کی
راہ چلاتا ہی اور فرشتے طالب علم کی رضا کو اپنے پر بچھاتے ہیں عالم
کی بخشش آسمانوں اور زمین والے مانگتے ہیں یہانتک کہ پانی کے اندر
کی مچھلیاں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
یہ کہ محبوب لوگوں سے طرف اللہ کے قیامت کے دن اور
قریب تر اُن کا درجہ میں امام منصف ہے) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ترجمہ
میرا بندہ جب میری یاد جماعت میں کرتا ہی تو میں بھی اسکو بہتر
جماعت میں یاد کرتا ہوں) اور فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے
(ترجمہ تحقیق اللہ تعالی جس وقت کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو
جبرئیل علیہ السلام کو بُلا کر فرماتا ہی کہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو
تو بھی محبت کر۔ فرمایا رسول اللہ نے اسکو دوست کرتا ہی جبرئیل پھر
ندا کرتا ہی آسمان میں کہ فلاں بندہ کو اللہ تعالی دوست رکھتا ہی تم بھی دوست
رکھو محبت کرنے لگتے ہیں آسمان والے پھر زمین میں بھی قبولیت ہوجاتی ہی)
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہل گیا عرش بسبب موت
سعد بن معاذ کے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
کہ عالم عظیم پکارا جاتا ہی آسمان میں) اب سیادت یعنی وساطت
درمیان رب العالمین اور عباد مقبولین اور وصول فیض غیبی
اور انحصار مقبولیت محبت واتباع انکی میں اللہ تبارک و تعالی
فرماتا ہے (ترجمہ جسنے اطاعت کی اللہ کی اور اُسکے رسول کی یہی
لوگ ہیں ساتھی اُنکے کہ انعام کیا اللہ نے اُنپر نبیوں اور صدیقین اور
شہیدوں اور نیکوں سے) اور فرمایا اللہ صاحب نے (ترجمہ جو لوگ ایمان
لائے اور تابعداری کی اُنکی اولاد اُنکی نے ہم اُنکو اُنکی اولاد ملا دینگے)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کے بارے میں فرمایا (ترجمہ
کہ نہیں محبت رکھتا اُن سے مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھتا مگر منافق)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اے اللہ دوستی کر
جو کوئی دوستی رکھے اُس سے اور دشمنی کر جو کوئی دشمنی رکھے اُس سے

وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة
نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلك
وقال انی تارك فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما
لن تضلوا بعدی کتاب الله وعترتی اهل بیتی
واما ذکر ولایت اجمالاً۔ فقد قال اللہ تعالیٰ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ
اولیاء الله لاخوف علیهم ولاهم یحزنون ٥
الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ٥ لهم البشریٰ
فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ وقال اللہ تعالیٰ
اِنْ اَوْلِیَاءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ٥ واما ذکر شعب آن
تفصیلاً پس باید دانست که از ان جمله الهام ست همین الهام
که به انبیاء اللہ ثابت ست آن را وحی می گویند واگر بغیر
ایشان ثابت می شود او را تحدیث می گویند وگاہے در
کتاب اللہ مطلق الهام را خواه به انبیاء اللہ ثابت ست
خواه به اولیاء اللہ وحی نامند واین مطلق الهام گاہے در
صورت کلام از پرده غیب بکمن لاریب نازل می گردد
کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ
اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ وقال اللہ تعالیٰ
وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ
عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا
رَادُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ٥
وقال اللہ تعالیٰ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ
وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا وقال النبی
صلے اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من الامم
محدثون وان یك فی امتی احد فانه عمر
وگاہے همین الهام بواسطه ملک می شود کما قال اللہ تعالیٰ

اور فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری اہل بیت مثل نوح کی کشتی
کے ہے جو سوار ہوا بچا اور نہ ہلاک ہو گیا) اور فرمایا (ترجمہ ہیں
تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان کو
مضبوط پکڑے رہو گے میرے بعد بہکنے کے نہیں ایک تو قرآن
شریف دوسری اہل بیت) اب ولایت کا ذکر اجمالاً ملاحظہ فرمایئے
پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ خبردار ہو اللہ کے دوست
نہ انپر خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے جو لوگ کہ ایمان لائے اور تھے
پرہیزگار انھیں کو دنیا اور آخرت میں خوشی ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے (ترجمہ ہیں اُس کے دوست مگر پرہیزگار) اور اُس کے
شعبوں کا ذکر تفصیلاً معلوم کرنا چاہیے از آں جملہ الہام ہے
یہی الہام کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کے واسطے ثابت ہے
اُس کو وحی کہتے ہیں اور اگر انکے غیر کے لیے حاصل ہے اُس کو
تحدیث کہتے ہیں اور کبھی کتاب اللہ میں مطلق الہام کو وحی
کہتے ہیں خواہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہو خواہ اولیاء کرام کو
اور یہ مطلق الہام کبھی صورت کلام میں پردۂ غیب سے
لاریب نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے
(ترجمہ اور جب حکم بھیجا ہمنے حواریین کو کہ مجھ پر اور میرے
رسول پر ایمان لاؤ) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (
کہ ہمنے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم دیا کہ اس کو دودھ پلا
اور جب تجھکو خوف ہو تو دریا میں ڈال دے اور ڈر مت
اور نہ رنجیدہ ہو کیونکہ ہم اس کو تیرے ہی پاس لوٹا دیں گے
اور اُس کو رسول بنادیں گے۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ کہ کہا ہمنے اے ذوالقرنین چاہے تو سختی کر
ان میں یا بھلائی سے پکڑ ان کو) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ پہلی امتوں میں محدث تھے
اگر میری اُمت میں ایک ہو تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے)
اور کبھی یہی الہام فرشتے کے واسطے سے
ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ۝ وقال اللہ تعالے وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ وقال اللہ تعالیٰ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وگاہے ہمین الہام بہمین طریق واقع می شود کہ خود بخود از دلِ صاحبِ الہام کلامے جوش می زند و آن را بر زبان می راند و فی الحقیقت آن کلام رحمانی ست کہ بر زبانِ او جاری گشتہ نہ کلام انسانی این قسمِ الہام کہ بہ انبیاء اللہ می شود او را نفث فی الروع گویند۔ کما قال النبی علیہ السلام الا ان روح القدس نفث فی روعی واگر بہ نسبت اولیاء اللہ می شود او را نطق سکینہ می گویند چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ ذکر فرمودہ اند ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر و قلبہ و بسیار قصص از امثالِ این از جناب فاروق اعظم مروی ست

(ترجمہ یاد کر مریم علیہا السلام کا قصہ جبوقت اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر شرقی مکان میں گئی پھر درمیان میں ایک پردہ ڈال لیا۔ پھر اُسکے پاس ہمنے اپنی روح بھیجی وہ اُسکو آدمی کی شکل میں نظر آیا کہا مریمؑ نے کہ مَیں تو اللہ کی پناہ مانگتی ہوں چاہیے تو پرہیزگار کیوں نہو۔ کہا اُس نے کہ مجھے تو تیرے پروردگار نے بھیجا ہی کہ مَیں تجھے ایک لڑکا پاک سا دوں۔ کہا مریمؑ نے کہ بھلا میرے لڑکا کہاں ہو سکتا ہے مُجھے کسی مرد نے تو چھوا ہی نہیں اور مَیں خراب بھی تو نہیں ہوں۔ کہا اُس آنے والے نے کہ اسی طرح ہو گا تیرے پروردگار نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور ہم اسکو لوگو نکے واسطے ایک نشانی بنائینگے اور ہماری طرف سے ایک رحمت ہی اور یہ بات تو ہوئی ہوائی ہے) اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب کہا فرشتون نے اے مریم تحقیق اللہ نے تجھکو پسند کیا اور پاک کیا اور پسند کیا جہان کی عورتوں پر۔ اے مریم فرمانبرداری کر اپنے پروردگار کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے) اور کہا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب کہا فرشتوں نے اے مریمؑ اللہ تعالیٰ تجھکو خوشی سُناتا ہی اپنی طرف سے ایک کلمہ کی کہ نام اُسکا مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہے خوبی والا ہی دنیا اور آخرت میں اور نزدیک والوں سے ہے) اور کبھی یہی الہام اس طور پر واقع ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے کلام جوش مارتا ہے اور اُسکو زبان پر لاتا ہے اور فی الحقیقت وہ کلام رحمانی ہے کہ اُس کی زبان پر جاری ہوا نہ کلام نفسانی اس قسم کا الہام کہ انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے اُسکو نفث فی الروع کہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار ہو کہ روح پاک نے میرے دل میں پھونک دیا) اور اگر بہ نسبت اولیاء اللہ ہوئے اُسکو نطقِ سکینہ کہتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے (ترجمہ ہمکو دوری نہیں ہوتی تھی کہ سکینہ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر جاری ہو) اور اکثر اس جیسے قصے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں

واز جملہ اقسام الہام خواب ست کہ کسے را از مقبولین عالی
مقام درحالت منام برامرے از امور غیبیہ مطلع می نمایند
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا
المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یریہا
المؤمن او تری لہ واز عمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی ست
قال اللہ تبارک و تعالی وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ
بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا
وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ
وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وظاہرست کہ
طالوت نبی نبود وقال اللہ تعالی فَوَجَدَا عَبْدًا
مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ
مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ومراد از عبد درین مقام حضرت خضر
اند وایشان براصح اقوال از جملہ انبیا نیستند واز کمالات
مذکورہ تفہیم غیبی ست ومعنی آن القاء برکت ست در
فکر ونظر کہ قوت نظریہ را کشان کشان براہ راست
آرد وبحق مشخص رساند۔ قال اللہ تعالی فَفَهَّمْنَاهَا
سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا وظاہرست
کہ حضرت سلیمانؑ درین زمان کہ ہفت سالہ بودند بمنصب
نبوت فائز نشدہ بودند وقال علی رضی اللہ تعالی عنہ
والذی خلق الجنۃ وبرء النسمۃ ما عندنا الا ہذا القرآن
وقال علی بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی الیمن قاضیا فقلت یا رسول اللہ ترسلنی و
انا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال
ان اللہ سیہدی قلبک ویثبت لسانک قال علی

اور منجملہ اقسام الہام خواب ہے کہ کسی کو مقبولین عالی مقام میں
سے حالت منام یعنی خواب میں کسی امر غیبی پر مطلع اور آگاہ کر دیتے
ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ نہیں باقی رہا نبوت سے مگر
خوشخبریاں صحابہ نے پوچھا کہ خوشخبریاں کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ
خواب نیک جو مومن دیکھتا ہے) اور عمدہ کمالات ولایت سے
تعلیم غیبی ہے فرمایا اللہ تبارک و تعالی نے (ترجمہ اور انسے انکے نبی نے
کہا کہ اللہ تعالی نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہی
کہا انہوں نے وہ ہمپر بادشاہ کیونکر ہوگا اور بادشاہی کے تو
ہم زیادہ حق دار ہیں اُس سے اور وہ مالدار بھی تو نہیں ہے کہا
اللہ تعالی نے اسکو پسند کیا تم پر اور زیادہ کیا اُسکو علم اور
جسم میں) اور ظاہر ہے کہ طالوت نبی نہ تھا اور فرمایا اللہ تعالی
نے (ترجمہ کہ وہ دونو ہمارے ایک بندہ سے ملے کہ اسکو
ہمنے رحمت اور علم اپنے پاس سے دیا تھا) اور مراد عبد سے
اس مقام میں حضرت خضر ہیں اور وہ اصح قول پر منجملہ انبیا نہیں
بلکہ از زمرۂ اولیا ہیں اور کمالات مذکورہ سے تفہیم غیبی ہی
اور معنی اُن کے یہ ہیں کہ القاء برکت فکر اور نظر میں ہو
کہ قوت نظریہ کو کشاں کشاں راہ راست پر لائے اور
حق مشخص کو پہنچائے چنانچہ جناب باری جل جلالہ
فرماتا ہے (ترجمہ پھر سمجھا دیا وہ ہمنے سلیمان علیہ السلام کو
اور ہر ایک کو دیا ہمنے حکم اور علم) اور ظاہر ہے کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام اس زمانے میں کہ سات برس کے تھے
منصب نبوت پر نہ پہنچے تھے) اسی بارہ میں حضرت علیؓ نے
فرمایا ہے (ترجمہ قسم ہے اُس ذات کی کہ پیدا کیا جنت کو اور جان کو
سوائے اس قرآن شریف کے ہمارے پاس کچھ اور نہیں ہے مگر سمجھ
جو آدمی کو دیا گیا) اور علیؓ سے ہے (ترجمہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے مجھکو
یمن کا قاضی کرکے بھیجنے لگے تو مینے کہا آپ مجھکو بھیجتے ہیں اور میں کم عمر
ہوں اور فیصلوں کا مجھکو علم نہیں پس فرمایا اللہ تعالی تیرا دل کھول دے گا
اور ثابت کرے گا تیری زبان کہا علی رضی اللہ عنہ نے

فاشککت فی قضاء بعدہ و فی التوریۃ المقدسۃ انہ لیس قاض
یقضی بالحق الا کان عن یمینہ ملک و عن شمالہ
ملک یسددانہ و یوفقانہ للحق مادام علی الحق
فاذا ترک الحق عرجا و ترکاہ ۔ و از انجملہ حکمت ست
قال اللہ تبارک و تعالی وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ
أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا دار العلم
و علی بابہا و دعی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس
اللہم علمہ الحکمۃ و از عمدہ ترین مقامات ولایت عبودیت
ست ۔ قال اللہ تعالی فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا
آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا و قال اللہ تعالی إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ
مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ
بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ و مراد از
عباد اللہ درین مقام حضرت مرتضی و حضرت زہرا و امامین
شہیدین علیہم السلام اند و قال اللہ تعالی وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ
الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝
إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا
لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝
وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن
يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

پھر میں نے شک بھی تو نہیں کیا فیصلے میں) اور توراتِ مقدس میں ہے
(ترجمہ یہ کہ کوئی قاضی جب حق کرتا ہی تو ایک فرشتہ اُسکے سیدھے
طرف اور ایک اُلٹی طرف ہوتا ہی کہ مدد کرتے رہتے ہیں واسطے حق کے
جب تک حق پر ہوتا ہی پھر جب حق کو ترک کر دیتا ہی تو چڑھ جاتے ہیں
اور چھوڑ جاتے ہیں اُسکو) اور از انجملہ حکمت ہی۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے
(ترجمہ اور البتہ دی ہمنے لقمان کو حکمت یہ کہ اللہ کا شکر کرے) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ مَیں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ
دروازہ اُسکا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضؓ کے
واسطے دعا کی کہ ای اللہ سکھا اسکو حکمت) اور عمدہ ترین مقامات ولایت سے
عبودیت ہی۔ فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ کہ ملے وہ دونوں ہمارے ایک
بندے سے کہ ہمنے اپنے پاس سے اُسکو رحمت دی تھی) اور فرمایا اللہ تعالی نے
(ترجمہ بیشک نیک لوگ پئینگے پیالہ کہ ملونی اُسکی کافور سے ایک چشمہ ہی کہ
پیتے ہیں اُس سے بندے اللہ کے چلاتے ہیں وہ اُسکی نالیاں) اور
مراد عباد اللہ سے اس مقام میں حضرت مرتضیٰ اور حضرت زہرا اور امامین
شہیدین علیہم السلام ہیں اور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور بندے
رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرم اور جب جھگڑتے ہیں اُنسے
جاہل کہتے ہیں سلامتی ہے اور وہ جو رات گزارتے ہیں پروردگار
اپنے کو سجدے اور قیام میں اور وہ جو کہتے ہیں ای رب ہمارے پھیر ہمسے
عذاب جہنم کا بیشک اُسکا عذاب بھاری ہے تحقیق وہ بُری جگہ
اور بُرا مقام ہے اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہیں زیادتی
کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور درمیانہ ٹھیک ہیں
اور وہ جو نہ پکارتے ہیں ساتھ اللہ کے معبود اور نہ مار ڈالتے
ہیں جان کو جو حرام کیا اللہ نے مگر حق پر اور نہ زنا کرتے
ہیں اور جس نے ایسا کیا گناہ کیا دونا کیا جاویگا عذاب
قیامت کے دن اور ہمیشہ رہیگا اُس میں رسوا مگر جس نے
توبہ کی اور ایمان لایا اور کام کیے اچھے پس یہی لوگ ہیں کہ
بدل دیں اللہ نے برائیاں اُن کی نیکیوں سے اور
ہے اللہ بخشش کرنے والا مہربان ۔

وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ
يَتُوبُ إِلَى اللهِ مَتَابًا ○ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ
وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ○ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ
رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ○ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ○ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا
وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ○ خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا
وازاعظم مقاماتِ ولایت عصمت ست باید دانست که
حقیقتِ عصمت حفاظتِ غیبی ست که جمیع اقوال و افعال و
اخلاق و احوال و اعتقادات و مقاماتِ معصوم را براه
حق کشاں کشاں می برد و از انحرافِ حق مانع می شود
ہمیں حفاظت که به انبیاء الله متعلق می باشد آنرا عصمت
می نامند و اگر به کاملے دیگر متعلق می باشد آنرا حفظ میگویند
پس عصمت و حفظ فی الحقیقت یک چیزست اما بنابر تادب لفظ
عصمت را بر حفظ که متعلق به اولیاء الله ست اطلاق نمی نمایند
بالجملہ مقصود ازین مقام آن ست که این حفاظت غیبی چنانکه
به انبیاء الله متعلق ست ہمچنین بعضے اکابر از اتباع ایشان
ہم متعلق می باشد قال الله تعالیٰ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ
عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ○ پس معلوم شد که تعلق حفاظت
غیبیہ ثمرهٔ کمال عبودیت ست خواه در انبیاء الله یافته شود خواه
در اتباع ایشان وقال الله تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي
أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللهُ
آيَاتِهِ ○ و قراءة ابن عباسؓ این کریمه مسطوره به این طریق
مرویست وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی

اور جس نے توبہ کی اور کام کیے اچھے پس بیشک وہ رجوع کریگا
اللہ کی طرف رجوع کرنا اور وہ جو نہیں حاضر ہوتے ہیں گناہ کو
اور جب گزرتے ہیں بیہودہ پر گزر رہتے ہیں با کرامت اور وہ کہ
جب سمجھائی انکو رب کی باتیں نہ ہو پڑیں اُن پر بہرے اندھے اور
وہ کہ کہتے ہیں اے رب ہمارے دے ہمکو بیبیوں ہماری اور اولاد
ہماری سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور کر ہمکو پرہیزگاروں کے
آگے انکو بدلا ملیگا کوٹھوں کے جھروکے اس پر کہ ٹھہرے رہے اور
لینے آوینگے وہاں انکو سلام اور دعا کہتے ہوئے رہا کرینگے اُنمیں
خوب جگہ ہی ٹھہراؤ کی اور رہنے کی) اور اعظم مقامات ولایت سے
عصمت ہی جاننا چاہیے کہ حقیقت عصمت کی حفاظت غیبی
ہے کہ جمیع اقوال اور افعال اور اخلاق اور احوال اور اعتقادات
اور مقامات معصوم کو راہ حق کی طرف کشاں کشاں لیجاتی ہے
اور حق سے انحراف کرنے کو مانع آتی ہے یہی حفاظت کہ
انبیاء علیہم السلام کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتی ہی اُس کا
عصمت نام ہی اور اگر کسی کامل دوسرے کے ساتھ متعلق ہو
اُسکو حفظ کہتے ہیں پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک چیز ہے
لیکن بوجہ ادب لفظ عصمت کو حفظ متعلق بہ اولیاء اطلاق
نہیں کرتے ہیں بالجملہ مقصود اس مقام سے یہ ہے کہ یہ حفاظت
غیبی جیسے کہ انبیاء اللہ کے ساتھ متعلق ہے ایسے ہی بعض
بزرگان دین کو بھی شامل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ
تحقیق میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہے اور کافی ہی پروردگار تیرا
کارساز) پس معلوم ہوا کہ تعلق حفاظت غیبیہ ثمرہ کمال عبودیت ہی
خواہ انبیاء اللہ میں پائی جائے خواہ اولیاء اللہ میں۔ اور فرمایا
اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور نہیں بھیجا ہمنے پہلے تجھسے کوئی رسول
اور نہ نبی مگر جس وقت تمنا کی ڈالا شیطان نے خواہش انکی میں
پھر مٹا دیا اللہ تعالیٰ نے جو القا کیا تھا شیطان نے پھر محکم کرتا ہے
اللہ تعالیٰ آیتیں اپنی) قراۃ ابن عباسؓ میں یہ آیت اس طور پر
مروی ہے (ترجمہ اور نہیں بھیجا پہلے تجھسے کوئی رسول اور نہ نبی

ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته
فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته
پس برین تقدیر معنی عصمت کہ مفاد این کریمہ ہست چنانکہ
بہ رسل و انبیا ثابت شدہ ہمچنین بہ محدثین ہم ثابت گردید ہر چند
قرأۃ ابن عباسؓ از قرأۃ متواترہ نیست واما قرأۃ غیر متواترہ
در اثبات حکم بمنزلہ خبر مشہور ست پس امتیاز متواتر از
غیر متواتر در تلاوت ست نہ در اثبات حکم۔ وقال النبی صلعم
لعلیؓ اللھم ادر الحق معہ حیث دار وقال النبی صلعم
القرآن مع علی وعلی مع القرآن وقال النبی صلی الله
علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی
اھل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض
وقال النبی علیہ السلام الحق ینطق علی لسان عمر وقلبہ
وقال النبی صلی الله علیہ وسلم نعم المرء صہیب
لو لم یخف الله لم یعصہ واز جملہ مقامات ولایت زہد ست
قال النبی صلی الله علیہ وسلم ان تؤمروا ابابکر تجدوہ
امینا زاھدا فی الدنیا راغبا فی الآخرۃ
وقال النبی صلی الله علیہ وسلم من احب
ان ینظر عیسی ابن مریم فی زھدہ فلینظر الی
ابی الدرداء واز انجملہ تفرید ست قال النبی علیہ السلام
سیروا سبق المفردون قالوا وما المفردون یا
رسول الله قال الذین وضع الذکر عنہم اثقالھم
واز انجملہ توکل ست قال النبی صلی الله علیہ وسلم
سید خل من امتی الجنۃ سبعون الفا بغیر
حساب وجوھھم کالقمر لیلۃ البدر ھم الذین
لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلی ربہم یتوکلون

اور نہ محدث مگر جس وقت کہ تمنا کی ڈالا شیطان نے خواہش انکی
میں پھر مٹا دیا اللہ نے جو ڈالا شیطان نے خواہش انکی میں پھر
محکم کرتا ہے اللہ تعالیٰ آیتیں اپنی) پس اس تقدیر پر معنی عصمت کے
اس آیت کریمہ کے مفاد ہیں جیسے کہ حضرات انبیاء اور مرسلین کی
ذات کے واسطے ثابت ہیں ایسے ہی محدثین کو بھی شامل ہیں
ہر چند قرأۃ ابن عباسؓ قرأۃ متواترہ سے نہیں اور قرأۃ غیر متواترہ
اثبات حکم میں بمنزلہ خبر مشہور ہے لیکن امتیاز متواتر از غیر متواتر
تلاوت میں ہے نہ اثبات حکم میں اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علیؓ کے حق میں (ترجمہ الٰہی اللہ حق جاری کر اسکے ساتھ جس جگہ وہ
جائے) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ قرآن شریف
ساتھ علیؓ کے اور علیؓ ساتھ قرآن کے) اور فرمایا نبی صلعم نے
(ترجمہ میں چھوڑے جاتا ہوں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں
قرآن شریف اور اہل بیت اپنی اور جدا نہیں ہونے کے وہ
یہانتک کہ حوض پر آویں گے) اور فرمایا نبی صلعم نے (ترجمہ
حق جاری ہوتا ہے عمرؓ کی زبان اور دل پر) اور فرمایا نبی صلعم نے
(ترجمہ اچھا آدمی صہیب ہے اگر نہ خوف کرتا اللہ سے نہ نافرمانی
کرتا اسکی) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اگر حکم کرو
ابو بکرؓ کو پاؤ گے اسکو امین بے رغبتی کرنیوالا دنیا میں رغبت کرنیوالا
آخرت میں) اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے (ترجمہ جو کوئی دوست
رکھے کہ دیکھے عیسیٰ بن مریمؑ کو اسکی زہد میں تو ابو درداء کو دیکھے)
اور از انجملہ تفرید ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
پھر کر دیکھو سبقت لیگئے مفردون دریافت کیا کون ہیں مفردون
فرمایا آپنے وہ ہیں کہ دور کر دیے اُنسے ذکر نے انکے بوجھ) اور از انجملہ
توکل ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ میری امت
کے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب جائینگے چودھویں رات
کے چاند جیسے انکے منہ ہونگے وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہ
کرتے تھے اور نہ جانوروں سے فال لیتے تھے اور نہ داغ
لگاتے تھے اور اپنے پروردگار ہی سے بھروسہ رکھتے تھے

فقام عکاشة فقال یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی
منہم قال انت منہم و از انجملہ محو و فناست۔ قال النبی
صلے اللہ علیہ وسلم عن ربہ تبارک و تعالی لا یزال یتقرب
الی عبدی بالنوافل حتی احببتہ کنت سمعہ
الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی
یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ولئن سألنی
لاعطینہ ولئن استعاذنی لاُعیذنّہٗ و از انجملہ
تہذیب اخلاق ست۔ قال النبی صلی علیہ وسلم لجعفر
ابن ابی طالب اشبہت خلقی وخُلقی واخبر النبی
صلی اللہ علیہ وسلم عن المہدی علیہ السلام انہ یشبہ
فی خُلقی و لا یشبہ فی خَلقی و از انجملہ کمالات مذکورہ
درین مقام بعثت ست۔ قال اللہ تبارک و تعالی
وَلَقَدْ اَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِی اِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ
اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيبًا۔ و ظاہر ست کہ این دوازدہ بزرگ
از انبیاء اللہ نبودند۔ قال اللہ تعالی اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ
اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا اِنَّا اِلَيْكُمْ
مُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ
الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُونَ ۝ قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ
اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ۝ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝
ظاہر ست کہ این بزرگوار از حواریین حضرت عیسی علیہ السلام بودند نہ انبیاء
اللہ تعالی و قال لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ
طَالُوتَ مَلِكًا و قال اللہ تعالی وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَهْدُونَ
بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝
قال النبی علیہ السلام ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی
راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا و از جملہ

عکاشہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ای رسول اللہ میرے واسطے
دعا فرمائیے کہ اللہ تعالی مجھکو انھیں میں کردے فرمایا تو انھیں میں
سے ہے) و از انجملہ محو اور فنا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ
اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ نوافل سے میری قربت حاصل کرتا
رہتا ہی یہانتک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہی جب میرا محبوب ہو جاتا ہے
تو مَیں اُسکے کان ہوں گویا مجھسے سنتا ہی اور بینائی کہ دیکھتا ہی اور
ہاتھ کہ چھوتا ہی اور پاؤں کہ چلتا ہے اگر مجھسے پناہ مانگے تو
میں اُسکو پناہ دوں) اور منجملہ اُسکے تہذیب اخلاق ہی فرمایا نبی صلعم نے
جعفر بن ابی طالب سے (ترجمہ مشابہ ہوا تو میری صورت اور
سیرت میں) اور خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مہدی علیہ السلام اُنکے حال سے (ترجمہ بیشک وہ مشابہ ہوگا خُو
میری میں اور نہ مشابہ ہوگا صورت میری میں) اور اُن کمالات
مذکورہ میں سے اس مقام میں بعثت ہی۔ فرمایا تبارک تعالی نے
(ترجمہ ہمنے بنی اسرائیل کا عہد لیا اور اُنمیں بارہ نقیب بنائے)
اور ظاہر ہے کہ بارہ بزرگ نبی نہ تھے۔ فرمایا اللہ تعالی نے
(ترجمہ جب بھیجے ہمنے اُنکی طرف دو پیغمبر جھٹلایا انکو پھر ہمنے
زور دیا تیسرے سے جب کہا ہم آئے ہیں تمھاری طرف بھیجے
بولے تم تو انسان ہو جیسے ہم اور رحمن نے کچھ نہیں اُتارا تم
سارے جھوٹ کہتے ہو کہا ہمارا رب جانتا ہے ہم بیشک تمھاری
طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں اور ہمارا ذمہ یہی ہے کھول کر پہنچا دینا)
اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگوار حوارین حضرت عیسی علیہ السلام سے
تھے نہ نبی۔ اور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور کہا اُنکے نبی نے
بیشک اسنے بھیجا ہے تمھارے واسطے طالوت کو بادشاہ
بناکر) اور فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور کیے ہمنے اُنمیں سے
امام ہمارے حکم سے امام بناتے ہیں جب صبر کیا اُنھوں نے اور
ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے) اور فرمایا نبی علیہ السلام نے (ترجمہ
بیشک اللہ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایک
شخص ایسا اُٹھادیگا کہ دین کی درستی کردیا کریگا) اور منجملہ

کمالاتِ مذکورہ ہدایت ست۔ قال النبی علیہ السلام
ان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً
مھدیاً یاخذ بکم الصراط المستقیم اما اقسام ہدایت
پس از انجملہ نزولِ برکت ست۔ قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الشام ان فیھا ابدالا بہم یمطر اھل الارض
وبہم یرزقون وبہم ینصرون من اعدائھم واما
عقدِ ہمت۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ
اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۰ وقال اللہ تعالیٰ حَتّٰی
اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ
اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ
تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۰ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ارحم امتی بامتی ابوبکر یعنی بسیار شفقتِ وافرہ
وارد بہ نسبتِ ایشان وہمت بغایت مصروف
میدارد بہ اصلاح حالِ ایشان واما فیضِ صحبت
فقال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ
کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ وقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الذین یجلسون لذکر اللہ ھم القوم
لایشقی بھم جلیسھم وقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ان خیار عباد اللہ الذین اذا
رُؤا ذکر اللہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک
ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک
واما ان تبتاع منہ واما ان تجد ریحا طیبۃ

کمالاتِ مذکورہ ہدایت ہی فرمایا نبی علیہ السلام نے (ترجمہ اگر امیر
بناؤ گے تم علیؓ کو اور نہیں دیکھتا ہوں میں تمکو کرنے والا پاؤ گے
تم اُسکو ہادی مہدی لیگا ساتھ تمہارے راہ سیدھی) اب اقسام
ہدایت سنیے از انجملہ نزولِ برکت ہی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ ملکِ شام میں کہ یہاں ابدال ہیں انھیں کی وجہ سے
زمین والوں پر بارش ہوتی ہے اور انھیں کے سبب رزق
دیے جاتے ہیں اور انھیں کے سبب دشمنوں پر فتح پاتے ہیں)
اب عقدِ ہمت کا حال ملاحظہ فرمایئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں ای رب ہمارے دے ہمکو
بیبیوں اور اولاد ہماری سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر ہمکو
نیکوں کے آگے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ یہانتک کہ
پہنچا جوانی کو اور پہنچا چالیس برس کو کہا اے رب میرے
توفیق دے مجھکو یہ کہ شکر کروں میں تیری نعمت کی کہ تونے انعام کیا
مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ میں اچھے کام کروں کہ
تو انسے خوش ہو جاوے اور میری اولاد کو سنوار دے تحقیق میں نے رجوع
کیا طرف تیرے اور میں ایمان والوں سے ہوں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ میری اُمّت میں
سب سے زیادہ رحم کرنیوالا اُمّت پر ابوبکرؓ ہے) یعنی اُنکی نسبت
شفقت کامل رکھتا ہے اور اُنکی اصلاح حال میں ہمّت کو
بدرجۂ غایت مصروف رکھتا ہے اور لیکن فیضِ صحبت پس
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو
اور سچوں کے ساتھ رہو) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ اُن لوگوں میں کہ بیٹھتے ہیں اللہ کے ذکر کو کہ وہ قوم
ہے کہ اُنکے پاس والے بھی ٹوٹے نصیب نہیں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ کے اچھے بندے
وہ ہیں جب انکو دیکھو تو خدا یاد آوے) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ اچھا ساتھی اور برا ساتھی ایسے ہیں جیسے
مشک والا اور لوہار پس مشک والا یا تو تجھکو مشک دیگا یا تو خرید

ونافخ الكير اما ان يحرق ثيابك واما ان تجد
منه ريحا خبيثة" وقال ابن مسعودؓ لمجلس
من عمر خير من عبادة سنة" واما خرقِ عادت
پس احتیاج به بیان ندارد زیراکه ظهورِ خوارق از هادیانِ راه
حق که از اتباعِ انبیا اند بوجهے مشهور و متواتر ست که حاجتِ بیان
نیست واما اظهارِ دعوت - قال الله تعالى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ
اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ قال الله تعالى وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ
اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وقال النبي صلى الله عليه وسلم اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ وقال النبي صلى الله عليه وسلم من
دعى الى الهدى كان له اجره واجر من عمل عليه
من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً وقال
النبي صلى الله عليه وسلم انما العلماء ورثة الانبياء و از جمله كمالاتِ
مذكوره سياستِ ايمانى ست - قال الله تعالى اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ
فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا
لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ وقال النبي صلى الله
عليه وسلم تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم
يرفعها الله تعالى ثم يكون ملكا عاضًا
فيكون ما شاء الله ان يكون ثم يرفعها
الله ثم يكون ملكا جبرية فيكون ما شاء الله
ان يكون ثم يرفعها الله تعالى
ثم تكون خلافة على منهاج
نبوة ثم سكت و از جمله مناصبِ سیاستِ ایمانی فراست ست
وقال النبي صلى الله عليه وسلم اتقوا فراسة المؤمن

ورنہ اچھی خوشبو تو تجھکو آوے ہی گی اور بھٹی والوں نے تو تیرے
کپڑے ہی پھونکے اور بدبو سے تو تو بچ ہی نہیں سکتا) یعنی ابن مسعودؓ
نے فرمایا (ترجمہ البتہ عمرؓ کی مجلس ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے)
اب ہا خرقِ عادت تو اُسکے بیان کی حاجت نہیں اسلیے کہ ظہورِ
خوارق ہادیانِ راہِ حق سے ایسے طور پر مشہور اور متواتر ہے کہ
حاجت بیان نہیں اب اظہارِ دعوت کا حال سنیے - فرمایا اللہ
تعالیٰ نے (ترجمہ کہ تم بہترین اُمت ہو لوگوں کے واسطے نکالے
گئے بھلی باتیں بتاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر
یقین رکھتے ہو) فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور تم میں سے ایک جماعت
ایسی ہو کہ بھلائی کی طرف بلاوے اور اچھی باتیں بتاوے اور
برائی سے روکے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ کہ اللہ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں بھلائی کے بتانیوالے پر)
اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جو بلاوے
ہدایت کی طرف اُسکا ثواب ہوتا ہے اور جو کوئی عمل کرے
اور عمل کرنیوالے کا کچھ ثواب کم نہیں ہوتا) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ بیشک علماء نبیوں کے وارث
ہیں) اور منجملہ کمالاتِ مذکورہ سیاستِ ایمانی ہے - فرمایا
اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ ہمنے بیشک توراتِ اُتاری اُسمیں ہدایت
اور نور ہے حکم کرتے ہیں اُس سے نبی کہ ایمان لائے اُن لوگونکو
کہ یہودی ہوئے اور اللہ والونکو اور علماء کو) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ نبوت تم میں جب تک چاہے اللہ کہ رہے
پھر اُٹھالیگا اُسکو اللہ تعالیٰ پھر ہو خلافت نبوت کے طریق پر
جب تک چاہے اللہ کہ رہے پھر اُٹھالیگا اللہ تعالیٰ اُسکو پھر ہو
بادشاہی مضبوط پھر رہے جب تک چاہے اللہ تعالیٰ پھر اُٹھالیگا
اُسکو پھر ہو بادشاہی زبردستی کی پھر جب تک چاہے اللہ تعالیٰ
پھر اُٹھاوے اُسکو پھر ہوئی خلافت نبوت کے طریق پر پھر آپ
چپ ہو رہے) اور سیاستِ ایمانی کی مناصب سے فراست بھی
ہے - فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ بچالے کھو فراست مومن کا

فانہ ینظر بنور اللہ تعالی و آزانجملہ امارت ست۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اسامۃ بن زید ان کنتم تطعنون فی امارتہ فقد کنتم تطعنون فی امارۃ ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ و آزانجملہ عدالت ست قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقضی ھم علی الخ و ازانجملہ حفاظت ست و آنرا دو شعبہ ست اول انتظام امت کہ صاحب این خدمت را عسس میگویند دوم سد مفاسد دین وملت کہ صاحب این خدمت را محتسب میگویند اما اول فقد روی کان قیس بن سعد من النبی صلعم بمنزلہ صاحب الشرط من الامیر وصاحب الشرط عسس را میگویند۔ و اما ثانی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضیت لامتی ما رضی بہا ابن ام عبد مراد از ابن ام عبد عبد اللہ بن مسعود ست و اما نظامت کہ آنرا امانت نیز گویند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح انچہ درین تنبیہ مذکور گردید از اتمام این بیان واضح شد کہ کمالات مذکورہ چنانکہ در انبیاء اللہ یافتہ میشود ہمچنین اتباع ایشان را ہم ازان نصیبے میرسد ہرچند ہمہ کمالات مذکورۃ الصدر درین مقام بالاستیعاب مذکور نگردیدہ وانچہ مذکور گردیدہ تمامی شواہد آن از کتاب و سنت مذکور نشدہ بلکہ از کمالات مذکورۃ الصدر انچہ عمدہ ترین آنہا بود درین مقام مذکور گردید و بر ذکر شواہد و دلائل قلیلہ از کتاب و سنت اکتفا کردہ شد تا نمونہ باشد برائے منفعت طالب حق و ہر کہ ذہن ثاقب و فکر صائب داشتہ باشد کمالات غیر مذکورہ را بر کمالات مذکورہ قیاس تواند کرد و از ہمین شواہد قلیلہ بدلائل کثیرہ پے تواند برد۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **تنبیہ ثانی**۔ در تحقیق معنی مشابہت اولیاء بہ انبیاء در کمالات مذکورہ باید دانست

کیونکہ وہ دیکھتا ہے ساتھ نور اللہ کے۔ اور ازانجملہ امارت بھی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کی بابت (ترجمہ اگر تم اسکے امیر ہونے میں طعن کرتے ہو تو تم پہلے اسکے باپ کی امارت میں بھی طعن کرتے تھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اور بیشک وہ خلیق تھا وہ امارت کو) اور ازانجملہ عدالت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ انمیں اچھا فیصلہ کرنے والا علی رضؓ ہے آخر تک) اور ازانجملہ حفاظت ہے اور اسکی دو شاخیں ہیں اول انتظام امت کہ اس خدمت والے کو عسس کہتے ہیں کوتوال دوم سد باب مفاسد دین وملت کہ اس خدمت والے کو محتسب فرماتے ہیں۔ پہلے کا حال سنئے (ترجمہ پس تحقیق روایت کیا گیا کہ تھے قیس بن سعدؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنکی جگہ صاحب شرط امیر سے) دوسرے کی کیفیت یہ ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ راضی ہوں میں اپنی اُمت کو جو کہ راضی ہوا ساتھ اُسکے ابن اُم عبد) یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ۔ اب نظامت یعنی امانت کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہر اُمت میں امین ہوتا ہے اس اُمت میں امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے) جو کچھ اس تنبیہ میں مذکور ہوا اُسکے اتمام بیان سے واضح ہوا کہ کمالات مذکورہ جیسے کہ حضرات انبیا میں پائے جاتے ہیں ایسے ہی اُنکے تابعین کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے اب سننا چاہیے کہ تمام کمالات مذکورہ اس مقام میں کامل طور پر مذکور نہیں ہوے اور جو کچھ مذکور ہوے اُن کے تمامی شواہد و دلائل کتاب و سنت سے مذکور نہوے بلکہ کمالات مذکورۃ الصدر سے جو کچھ عمدہ تھے اس مقام میں ذکر کیے گئے اور کسی قدر ذکر کرنے اور شواہد و دلائل پر کہ کتاب و سنت سے ثابت ہیں اکتفا کیا گیا تا طالب حق کی منفعت کے لیے نمونہ ہو اور جو کوئی ذہن ثاقب اور فکر صائب رکھتا ہے کمالات غیر مذکورہ کو کمالات مذکورہ پر قیاس کر سکتا ہے۔ (ترجمہ سیدھی راہ پر چلانا اللہ ہی کا کام ہے) **تنبیہ ثانی** معنی مشابہت کی تحقیق میں ہے کہ اولیا کو انبیا کے ساتھ کمالات مذکورہ میں کیونکر حاصل ہوتی ہے معلوم کرنا چاہیے

که هرچند مراتبِ عالیه از کمالاتِ مذکوره مخصوص ست بذاتِ انبیاء
علیهم السلام فاما اصلِ هر کمال و تخم این نهال در دلِ هر مومن
صحیح الاعتقاد و مُسلم قوی الانقیاد یافته می شود مثلاً هر مومن
صادق را یک گونه وجاهتے بحضور حضرت رب العالمین و
در مجامع ملائکه مقربین ثابت ست. کما قال الله تعالیٰ
اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
و همچنین نوعے از ولایت مومن مخلص را ثابت ست کما قال
الله تعالیٰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا
هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○
چنانکه ثبوت نوعے از اصلِ ولایت برائے هر مومن ازین کریمه
مستفاد گردید همچنین ثبوت نوعے از شعب و فروع آن هم برائے
هر مومن از آیات و احادیث مستفاد می شود مثلاً از انجمله
الهام ست که ملکِ مُلهم خیر همراه هر مومن ملازم ست و آن
مومن در اکثر اقوال تابع الهامات اوست همچنین تعلیم و
تفهیم در منام بطریقِ رویا هر مومن را حاصل و قدرے از
توکل که باعث بر ترکِ اسبابِ شرکیه و محرمیه شرعیه باشد
از لوازمِ اصلِ ایمان ست. کما قال الله تعالیٰ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ همچنین قدرے از
زهد که باعثِ آن بر ترکِ مستلذات ممنوعه شرعیه باشد
از ارکانِ اسلام ست و همچنین بوجهے حفاظتِ غیبی بواسطه
مَلکِ مُلهمِ خیر یا بواسطه وعظ و تذکیر هادیانِ راهِ حق بسوئے
هر مومن متحقق ست و همچنین مرتبه از بعثت و هدایت که ادنائے
آن فرضیت امر بالمعروف و نهی عن المنکر ست هر مومن را
حاصل و همچنین شرکت در ریاستِ ایمانی در بعضے اوقات

کہ ہرچند مراتبِ عالیہ منجملہ کمالاتِ مذکورہ ذواتِ انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ مخصوص ہیں لیکن ہر کمال کی اصل اور اُسکا تخم ہر مومن صحیح
الاعتقاد اور ہر مسلم قوی الانقیاد (تابعداری) کے دل میں پایا جاتا ہے مثلاً
ہر مومن صادق کو ایک طرح کی وجاہت حضرت رب العالمین کے
حضور اور ملائکہ مقربین کے مجمع میں ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (ترجمہ جو کہ اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو
اور جو گرد اُسکے ہیں تسبیح کرتے ہیں ساتھ تعریف پروردگار اپنے
کی اور یقین لاتے ہیں اُسپر اور بخشش ایمان والوں کی) اور ایسی
ہی ایک قسم کی ولایت مؤمن مخلص کو حاصل ہے۔ فرمایا اللہ
تعالیٰ نے (ترجمہ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ
خوف اور نہ غم اور جو یقین رکھتے ہیں اور رہیں پرہیزگار)
جس طور پر کہ اصل ولایت کی ایک نوع کا ثبوت ہر مومن کے
حق میں اس آیتِ کریمہ سے مستفاد ہوا اسی طور پر اُسکے فروعات
کی بھی ایک نوع کا حصول ہر مومن کے واسطے آیات اور
احادیث سے مستفاد ہوتا ہے مثلاً از انجملہ الہام ہے کہ ایک
فرشتہ ملہم خیر ہر مومن کے ہمراہ ہر وقت رہتا ہی اور وہ
مومن اکثر اقوال میں اسکے الہامات کا تابع ہوتا ہے اور ایسے
ہی تعلیم و تفہیم خواب میں بطریقِ رویا ہر مومن کو حاصل ہے۔
اور کسی قدر توکل منجملہ لوازمِ ایمان ہے کہ اسی کی وجہ سے انسان
اسباب شرکیہ اور محرمہ شرعیہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ جیساکہ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں
ایمان والے) اور ایسے ہی کسی قدر زہد ارکانِ اسلام سے ہے
جسکے باعث ممنوعاتِ شرعیہ سے اجتناب حاصل ہوتا ہے
اور ایسے ہی ایک طرح کی حفاظتِ غیبی بواسطہ ملہمِ خیر اور
بذریعہ وعظ و نصیحت ہر مومن کی طرف متحقق ہے اور ایسے
ہی ایک مرتبہ بعثت اور ہدایت کا کہ ادنیٰ اُسکا فرضیت امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ہر مومن کو حاصل ہے اور ایسے
ہی شریک ہونا ریاستِ ایمانی میں بعض اوقات میں ذمہ

مثل شرکت در اقامت جہاد در صورت نفیر عام یا غلبۂ کفار
بر ذمۂ ہر مسلم واجب پس فی الحقیقت اصل این ہمہ کمالات از
لوازم کمال آن قدر کہ ایمان کامل تر ظہور آثار این کمالات قوی تر
پس گویا کہ ہر کمال را ازین کمالات یک سلسلہ ست کہ ابتداء آن
از نفس ایمان حادث می شود و بہ اعتبار تفاوت مراتب ایمان
در مراتب آن کمال ہم تفاوت می گردد تا آنکہ بمرتبہ نبوّت منتہی
می شود کہ ہر کمال آنجا بکمال خود می رسد پس لابد اگر در سلسلہ مراتب
ہر کمال ضعف مراتب آن گرفتہ کہ نصیبہ انبیاست تامل نماید
البتہ واضح خواہد گردید کہ از جملہ مراتب مذکورہ مرتبہ ایست کہ
متصل مرتبہ کمال انبیاء واقع گردیدہ کہ اضعف ست از مرتبہ
کمال انبیاء واقوی ست از سائر مراتب دیگر پس ہرگز مرتبہ مراتب
کمال انبیاء را در سلسلہ مراتب آن کمال شمار نمی کنیم بنا بر آنکہ انبیاء از
نوعے دیگر اند و سائر بشر نوعے دیگر پس ہمین مرتبہ کمال را کہ متصل
مرتبہ کمال ایشان واقع ست منتہای سلسلہ مراتب کمال مذکور
شماریم واگر در مرتبہ کمال انبیاء را ہم درہمین سلسلہ وارد کنیم پس
کمال ایشان را در درجہ اول نہیم واین مرتبہ را در درجہ ثانیہ و نیز
باید دانست کہ تفاوتیکہ درمیان مراتب ہر کمال قوۃً وضعفاً
واقع ست آنرا بمشابہ اختلاف اشیائے منسلکہ در سلک احد باید دید۔
تفصیلش آنکہ اختلاف درمیان شیئین بدو نہج واقع میشود اول آنکہ
ہر یک ازان ہر دو شئی بہ نسبت دیگرے از ذات و آثار احکام امتیاز بدیہی
ظاہر داشتہ باشد مثل اختلاف درمیان چوب و سنگ و انسان و
حیوان و اسپ و گاؤ و شیر و بز و امثال ذلک و دیگر آنکہ ہر یکے بہ
نسبت دیگرے امتیاز کلی نہ داشتہ باشد و بالذات درمیان آنہا
اختلاف نباشد بلکہ ہر دو در یک سلک منسلک باشند و از یک جنس
معدود و اختلاف فقط بہ اعتبار کمال و نقصان باشد و بس

ہر مسلمان کے واجب ہے مثل شرکت جہاد بصورت اذن عام یا غلبۂ
کفار پس درحقیقت ان تمام کمالات کے اصل منجملہ لوازم اصل ایمان ہے
اور کمال اسکا لوازم کمال سے جس قدر کہ ایمان کامل تر ہوگا ان
کمالات کے آثار کا ظہور بھی قوی زیادہ ہوگا پس گویا کہ ہر کمال کو
ان کمالات سے ایک سلسلہ ہے کہ جسکی ابتدا نفس ایمان سے ظاہر
ہوتی ہے اور بہ اعتبار فرق مراتب ایمان اُس کمال کے مراتب
میں بھی تفاوت ہوتا ہے یہانتک کہ مرتبہ نبوّت پر منتہی ہوتا ہے
کہ ہر کمال اُس مقام پر اپنے کمال پر پہنچتا ہے پس بالضرور اگر سلسلۂ
مراتب ہر کمال میں اُسکا اضعف مراتب لیکر (کہ حصہ عوام مومنین کا
ہے) اُسکے اقویٰ تک (کہ حصہ انبیاء ہے) تامل کرے البتہ واضح ہوگا
کہ منجملہ مراتب مذکورہ ایک مرتبہ ہے کہ متصل مرتبہ کمال انبیاء کے
واقع ہوا جو اضعف ہے مرتبہ کمال انبیاء سے اور اقویٰ ہی تمام
مراتب دیگر سے پس ہرگز مرتبہ مراتب کمال انبیاء کو سلسلہ مراتب
اُس کمال میں شمار نہیں کرسکتے اس بنا پر کہ انبیاء اور نوع دوسری
ہیں اور تمام انسان نوع دوسری پس ایسے مرتبہ کمال کو کہ ان کے
مرتبہ کمال کے متصل واقع ہے منتہائے سلسلہ مراتب کمال مذکور کا
معلوم کریں اور اگر مرتبہ کمال انبیاء کو بھی ایسے سلسلہ میں وارد کریں ہم
پس کمال اُنکے کو درجہ اول میں رکھیں ہم اور اس مرتبہ کو درجہ ثانیہ
میں۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے وہ تفاوت کہ درمیان مراتب
ہر کمال کے قوۃً اور ضعفاً واقع ہے اُسکو مشابہ اختلاف اشیائے
منسلکہ سلک واحد کے دیکھنا چاہیے تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اختلاف
دو شے کے درمیان دو طرح پر واقع ہوتا ہے اوّل یہ ہے کہ
ہر ایک انمیں سے دوسرے کی نسبت ذات اور آثار اور احکام
میں امتیاز ظاہری رکھے مثل اختلاف فیما بین چوب و سنگ و انسان
و حیوان و اسپ و گاؤ و شیر و بز وغیرہ وغیرہ اور دوسری یہ
ہے کہ ہر ایک بہ نسبت دیگر امتیاز کلی نہ رکھتی ہو اور بالذات
انمیں اختلاف نہو بلکہ دونوں ایک سلک میں منسلک ہوں
اور ایک جنس معدود سے اختلاف فقط باعتبار کمال اور نقصان کے ہو

مثل اختلاف مراتب حرارت که حرارت قویه وضعیفه هردو از قسم
حرارت اند ومتحد الجنس اگرچه باعتبار شدت وضعف تفاوت
میدارند وهمچنین اختلاف در مراتب برودت و مراتب نور وظلمت و
اختلاف مراتب الوان بضعف وقوت و اختلاف مراتب شیرینی
ونمکینی وتلخی وشوری وامثال ذلک پس از لوازم اختلاف
اول آنست که اشتباه را دران گنجائش نیست مثلاً درمیان
چوب وسنگ هیچگونه اشتباهے نیست ودرمیان اسپ وخر
اصلا التباسے نه بخلاف اختلاف ثانی که هرچند در بعضے مقامات
درین قسم هم اشتباه را گنجائش نمی باشد اما در بعضے مقامات
التباس شدید بحدے راه می یابد که امتیاز آن بدقت نظر
هم متعذر میگردد مثلاً اگرچه درمیان حلاوت قند سیاه و
قند سفید اصلا اشتباه نیست فاما درمیان حلاوت شکر سپید
نفیس مصفا وحلاوت قند سفید بحدے التباس واقع ست
خصوصاً وقتیکه باورچی استاد برنج باریک مصفا را دران بخته
باشد که امتیاز آن بدقت نظر دریافت نتوان کرد واصل درین
مقام آنست که چون سلسله مراتب مختلفه یک چیز را ملاحظه نمایم
پس اگر ادنائے او را به اعلائے او قیاس کنیم البته امتیاز در بینها
ظاهر و باهر میباشد واگر یک مرتبه را از ان با مرتبه دیگر که متصل
آن واقع ست قیاس نمایم لابد ادراک امتیاز فیما بینهما متعسر بل متعذر
میگردد وایں معنی ظاهرست بوجدان سلیم پس باید دانست که اختلاف
مراتب کمالات مذکوره از قبیل اختلاف ثانی ست نه از جنس اختلاف
اول چه اختلاف مراتب محبوبیت محبوبین و مراتب توکل متوکلین
و مراتب سخاوت اہل سخاوت و مراتب شفقت مشفقین و
مراتب برکت متبرکین و مراتب فراست متفرسین
از جنس اختلاف مراتب اقسام بو و رنگ ست

مثل اختلاف مراتب حرارت کہ حرارت قویہ اور ضعیفہ دونوں از
قسم حرارت اور متحد الجنس ہیں اگرچہ باعتبار شدت وضعف باہم
تفاوت رکھتے ہیں اور ایسے ہی اختلاف مراتب برودت اور مراتب
نور وظلمت ہے اور اختلاف مراتب الوان میں ضعف اور قوت
میں اور اختلاف مراتب شیرینی ونمکینی وتلخی وشوری وغیرہ پس
لوازم اختلاف اول سے یہ ہی کہ اشتباہ کو اسمیں گنجائش نہیں
مثلاً درمیان چوب اور سنگ کے کسی طرح پر اشتباہ نہیں اور
درمیان اسپ اور خر کے اصلا التباس نہیں بخلاف اختلاف
ثانی کہ ہرچند بعض مقامات میں اس قسم میں بھی اشتباہ کو گنجائش
نہیں ہوتی ہے لیکن بعض مقامات میں التباس شدید اس درجہ کو
پہنچتا ہی کہ اسکی امتیاز بنظر غور بھی متعذر معلوم ہوتی ہے مثلاً
اگرچہ درمیان حلاوت قند سیاہ اور قند سفید کی اصلا اشتباہ
نہیں لیکن درمیان حلاوت شکر سپید نفیس مصفا اور حلاوت
قند سفید کی ایک درجہ کا التباس واقع ہی خصوصاً اس وقت کہ
باورچی برنج باریک مصفا کو پکائے اور اُسکی امتیاز بدقت
نظر دریافت نہیں کرسکتا اصل اس مقام میں یہ ہے کہ جو سلسلہ
مراتب مختلفہ ایک چیز کو ملاحظہ کریں ہم پس اگر اُسکے ادنیٰ کو اُسکے
اعلیٰ پر قیاس کریں ہم البتہ امتیاز مابین اُن دونوں کے ظاہر
اور باہر ہوئی اور اگر ایک مرتبہ کو اس سے ساتھ مرتبہ دوسرے
کے کہ اُسکے متصل واقع ہے قیاس لابد امتیاز کا حصول
اُن دونوں سے متعذر ہے اور یہ معنی وجدان سلیم پر خوب ظاہر
باہر ہیں پس جاننا چاہیے کہ اختلاف مراتب کمالات مذکورہ از
قبیل اختلاف ثانی ہے نہ از جنس اختلاف اول کیونکہ محبوبین
بارگاہ کی محبوبیت کا اختلاف اور متوکلین درگاہ کے توکل
کے مراتب کا اختلاف اور اہل سخاوت کی سخاوت کے
مراتب کا اختلاف اور مشفقین کی شفقت کے مراتب کا
اختلاف اور متبرکین کی برکت کا اختلاف اور متفرسین کی فراست
کے مراتب کا اختلاف از جنس اختلاف مراتب اقسام بو ورنگ ہے

نہ از قبیل اختلاف چوب و سنگ پس اگر توکل ادنائے مؤمن را با
توکل انبیاء اللہ مقایسہ کنند البتہ ہیچگونہ مماثلتے درمیانِ
این ہر دو توکل مدرک نخواہد گردید و اگر توکل زید را با توکل
عمرو کہ در معنی توکل قریب بہم باشند مقایسہ کنند پس اگرچہ
یکے را فوقیتے بہ نسبتِ دیگرے در نفس الامر متحقق باشد اما در
ظاہرِ نظر امتیازے دریافت نخواہد گردید پس واضح گشت کہ
مرتبہ ہر کمال کہ در انبیاء اللہ ثابت ست اگر آنرا با مرتبہ ہمان
کمال کہ در ادنائے مؤمنین واقع باشد مقایسہ کنند البتہ ہیچ
اشتباہے والتباسے درمیان این ہر دو مرتبہ نخواہند
یافت فاما اگر مرتبہ ایشان را با ہمان مرتبہ مقایسہ کنند کہ
متصل مرتبہ ایشان واقع ست بوجہے معنی مماثلت ظاہر
خواہد گردید کہ بجز علام الغیوب بحقیقت امتیازے کہ در
نفس الامر فیما بینہما متحقق ست کسے دیگر نخواہد رسید
و ہمین مماثلت را مشابہت می گوییم پس کسے کہ
بہ مرتبہ ثانیہ از مراتب کمالِ مذکور متصف
باشد ہمون ست مشابہ بانبیاء در ان کمال
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ
بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجعفر بن ابی
طالب اَشْبَہْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی المہدی علیہ السلام اِنَّہٗ یُشْبِہُ خُلُقِیْ وَ
لَا یُشْبِہُہٗ خَلْقِیْ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رضی
اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وقال مَنْ اَحَبَّ
اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِیْ زُہْدِہٖ فَلْیَنْظُرْ
اِلٰی اَبِی الدَّرْدَاءِ وقال حُذَیْفَۃُ بْنُ الْیَمَانِ اِنَّ اَشْبَہَ
النَّاسِ دَلًّا وَّسَمْتًا وَّہَدْیًا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم لَابْنُ اُمِّ عَبْدٍ

نہ از قبیل اختلاف چوب و سنگ پس اگر ادنیٰ مؤمن کے
توکل کو انبیاء علیہم السلام کے توکل کے ساتھ قیاس
کریں البتہ کسی قسم کی مماثلت اِن دونوں توکل میں حاصل
نہ ہوگی اور اگر زید کے توکل کو عمرو کے توکل کے ساتھ
کہ معنی توکل میں متقارب ہیں باہم قیاس کریں اگرچہ
ایک کو دوسرے کی نسبت ایک قسم کی فوقیت نفس الامر میں
متحقق ہو لیکن بنظرِ ظاہر امتیاز دریافت نہ ہوگی پس واضح ہوا
کہ مرتبہ ہر کمال حضرات انبیاء میں ثابت ہے اگر اُسکو اُسی کمال
کے مرتبے کے ساتھ کہ ادنیٰ مؤمن میں واقع ہو مقایسہ کریں
البتہ کسی قسم کا اشتباہ اور التباس ان دونوں مرتبوں میں
نہ پایا جائیگا لیکن اگر ان کے مرتبے کو اُسی مرتبے کے ساتھ کہ
اُن مرتبے کے متصل واقع ہے قیاس کریں ایسے معنی پر مماثلت
ظاہر ہوگی کہ سوائے ذات علام الغیوب امتیاز نفس الامری
فیما بینہما کو کوئی دوسرا نہ پہنچے گا اور ایسی مماثلت کا مشابہت
نام ہے پس جو شخص کہ مراتب کمالِ مذکور کے مرتبہ ثانیہ کے
ساتھ موصوف ہو اُس کمال میں وہی مشابہ بانبیاء ہے فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری اُمت کے عالم
بنی اسرائیل کے نبی جیسے ہیں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جعفر بن ابی طالب سے (ترجمہ مشابہ ہوا تو میری
صورت اور سیرت میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مہدی علیہ السلام کو (ترجمہ کہ وہ مشابہ ہونگے
میری سیرت میں نہ مشابہ ہونگے پیدائش میں) اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو (ترجمہ کہ تو میرا بھائی ہے
دنیا اور آخرت میں اور فرمایا جسکی خواہش ہو کہ دیکھے حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کا زہد پس چاہیے کہ ابو درداء کو دیکھے) اور
کہا حذیفہ بن یمان رضی نے کہ تحقیق مشابہ تر لوگوں کی دلالت
اور عادت اور ہدایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود رضی ہیں) جبکہ مشابہت کے معنی

واضح گردید پس میگویم کہ امامت در ہر کمال عبارت ست از
حصولِ مشابہتِ تامہ با انبیاء اللہ دراں کمال مثلاً علم باحکام
شرعیہ بدو طریق حاصل میشود تقلید و تحقیق و علم انبیاء از جنسِ
علم تقلیدی اصلاً نیست بلکہ آنچہ ایشان را ازین علم بدست آمد
ہمہ بطریق تحقیق حاصل شد و تحقیق را دو طریق ست اجتہاد
بشرطیکہ معقول فوی العقول باشد و الہام بشرطے کہ از
مداخلتِ نفسانی محفوظ باشد پس مشابہ با انبیاء در علم احکام یا
مجتہدین مقبولین باشند یا ملہمین محفوظین و ازبسکہ استناد
احکام بسوے کشف و الہام در اوائلِ اُمت معروف نبود پس
مشابہ با انبیاء درین فن مجتہدین مقبولین اند پس ایشان را از
ائمہ فن باید شمرد مثلِ ائمہ اربعہ ہرچند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ
اند اما مقبول درمیانِ جمہور اُمت ہمین چند اشخاص اند پس
گویا کہ مشابہتِ تامہ درین فن نصیبِ ایشان گردیدہ بناءً علیہ
درمیان جماہیر اہلِ اسلام از خواص و عوام بلقبِ امام معروف گردیدند
و بقوتِ اجتہاد موصوف و در عقاید نیز تقلید را در علمِ انبیاء ہیچ
مداخلتے نیست پس طریقِ ایشان درفن یا استدلال ست یا الہام و طریقۂ
استدلال ظاہر ست و طریقۂ الہام مخفی پس مستدلین را مشابہت ظاہرہ
درین فن با ایشان ثابت ست بناءً علیہ مستدلین استدلالات قویہ را
از متکلمین بلفظِ امام تعبیر می نمایند مثل غزالی و رازی و ہمچنین اقامتِ
سیاستِ ایمانی بدو طریق میشود یا بطریق تبعیۃ مثل اعوانِ خلفا
و نائبانِ ایشان یا بطریق متبوعیۃ مثل خود خلفاء و سیاستِ
انبیاء بیشک بطریق ثانی ست نہ بطریق اول پس خود
خلیفہ مشابہ بہ نبی ست در بابِ سیاستِ ایمانی
لہذا او را امام میگویند و ہمچنین اداے نماز مثلاً
بدو طریق متصور می شود بطریق انفراد یا بطریق اجماع

معلوم ہوئے تو کہتا ہوں میں کہ امامت ہر کمال میں عبارت ہے
حصول مشابہت تامہ سے جو انبیاء اللہ کے ساتھ اس کمال
میں حاصل ہے مثلاً علم بہ احکام شرعیہ دو طریق پر حاصل
ہوتا ہے تقلیداً و تحقیقاً اور علم انبیاء منجملہ علمِ تقلیدی اصلاً نہیں
بلکہ جو کچھ اُن کو علم حاصل ہوا تمام بطریقِ تحقیق حاصل ہوا
اور تحقیق کے دو طریق ہیں اول اجتہاد بشرطیکہ معقول
ذوی العقول ہو دوم الہام بشرطیکہ مداخلت سے محفوظ ہو
پس انبیاء علیہم السلام کے مشابہ علمِ احکام میں یا مجتہدین
مقبولین ہوں یا ملہمین محفوظین اور چونکہ کشف و الہام کی
طرف احکام کی نسبت اوائلِ اُمت میں معروف و مشہور نہ
تھی پس مشابہ با انبیاء اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں سو
انکو ائمہ فن سے معلوم کرنا چاہیے مثل ائمہ اربعہ ہرچند کہ
مجتہدین دین بہت کچھ گزرے ہیں لیکن مقبول درمیانِ جمہور
اُمت یہی چند اشخاص ہیں پس گویا کہ مشابہت تامہ اس
فن میں انھیں کے نصیب ہوئی نظر براں تمام اہلِ اسلام
خواص و عوام میں بلقبِ امام معروف ہوئے اور بقوتِ
اجتہاد موصوف۔ اور عقائد میں بھی تقلید کو علم انبیاء میں
کچھ مداخلت نہیں پس طریق اُنکا فن میں یا استدلال ہے
یا الہام اور طریقۂ استدلال ظاہر ہے اور طریقۂ الہام مخفی
پس مستدلین کو مشابہت ظاہرہ اس فن میں اُنکے ساتھ
ثابت ہے بناءً علیہ متکلمین مستدلین استدلالات قویہ کو بلفظ
امام تعبیر فرماتے ہیں مثل امام غزالی و امام رازی علیہما الرحمۃ
والرضوان۔ اور ایسے ہی سیاستِ ایمانی کا قیام بھی دو طریق پر
ہوتا ہے یا بطور تبعیۃ مثل مددگارانِ خلفا و نائبانِ خلفا یا بطریق
متبوعیۃ (پیروی) مثل خود خلفا اور سیاست انبیاء بے شک بطریق
ثانی ہے نہ بطریق اول پس خود خلیفہ در باب سیاست
مشابہ بہ نبی ہے لہذا اُسکو امام کہتے ہیں اور ایسے ہی اداے
نماز مثلاً دو طریق پر متصور ہوتی ہے بطریق انفراد یا بطریق اجماع

وبر تقدیر اجتماع شخص یا تابع خواہد شد یا متبوع وطریق انبیا ہمین ست
کہ اداے نماز باجتماع می کنند نہ بانفراد و متبوع میشوند نہ تابع
پس متبوع جماعت مصلیان مشابہ بنبی ست در اداے صلوٰۃ
پس ہمون ست امام صلوٰۃ بالجملہ ہر کہ در کمالے از کمالات مذکورہ
مشابہت تامہ بانبیاء اللہ داشتہ باشد ہمون ست امام آن
کمال خواہ درمیان مردم باین لقب معروف باشد خواہ نہ
پس لابد کسے از اکابر امت امام المحبوبین باشد و کسے امام
المعظمین فی الملائکۃ المقربین و کسے امام الساوات و کسے
امام الملہمین و کسے امام المتوکلین و کسے امام الاسخیا و کسے امام
المبعوثین و کسے امام الرحماء و کسے امام المبارکین و کسے
امام الداعین و کسے امام الفاضلین و کسے امام الحکماء و کسے
امام الوعاظ و کسے امام المجادلین و کسے امام المتفرسین و کسے
امام الامراء و کسے امام القضاۃ و کسے امام المجتبین الی غیر
ذالک و نیز باید دانست کہ بعضے کاملین را در یک کمال
مشابہت بانبیاء اللہ حاصل میشود و بعضے را در دو کمال و بعضے
را در سہ کمال ہمچنین بعضے را در ہمہ کمالات مذکورہ پس امامت ہم
بر مراتب مختلفہ باشد کہ بعضے مراتب امامت اکمل ست از بعضے
مراتب دیگر اینست بیان حقیقت مطلق امامت پس کسیکہ در ہمہ
کمالات مذکورہ بانبیاء اللہ مشابہت داشتہ باشد امامت او
اکمل باشد از امامت سائر کاملین پس لابد درمیان این
امام اکمل و درمیان انبیاء اللہ امتیازے ظاہر نخواہد شد
الا بنفس مرتبہ نبوت پس در حق مثل این شخص توان گفت
کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بمرتبہ نبوت فائز می شد ہرآئینہ
ہمین اکمل الکاملین فائز میگردید چنانکہ در حدیث
شریف وارد شدہ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ

اور بر تقدیر اجتماع شخص یا تابع ہوگا یا متبوع اور طریق انبیاء
یہی ہے کہ ادائے نماز جماعت کے ساتھ کرتے ہیں نہ تنہا
اور متبوع ہوتے ہیں نہ تابع پس جماعت مصلیان کا متبوع
ادائے صلوٰۃ میں مشابہ بنبی ہے پس وہی نماز کا امام ہے
حاصل کلام جو کوئی کمالات مذکورہ سے کسی کمال میں انبیاء
کرام کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتا ہو وہی اُس کمال کا
امام ہے خواہ آدمیوں میں اس لقب کے ساتھ معروف ہوئے
یا نہوئے پس بالضرور کوئی بزرگان امت سے امام المحبوبین
ہو اور کوئی امام المعظمین فی الملائکۃ المقربین اور کوئی امام
الساوات ہو اور کوئی امام الملہمین کوئی امام المتوکلین ہو
کوئی امام الاسخیا کوئی امام المبعوثین کوئی امام الرحماء ہو کوئی
امام المبارکین کوئی امام الداعین ہو کوئی امام الفاضلین
کوئی امام الحکما کوئی امام الواعظین ہو کوئی امام المجادلین
کوئی امام المتفرسین ہو کوئی امام الامرا کوئی امام القضاۃ ہو
کوئی امام المجتبین وغیر ذالک۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ
بعضے کاملین کو ایک کمال میں مشابہت بہ انبیا حاصل
ہوتی ہے اور بعض کو دو کمال میں اور بعض کو تین کمال میں
اور ایسے ہی بعض کو تمام کمالات مذکورہ میں پس امامت
بھی مراتب مختلفہ پر ہوئی کہ بعض مراتب امامت اکمل ہے
بعض مراتب دیگر سے یہ بیان حقیقت مطلق امامت کا ہے
پس جو شخص کہ کمالات مذکورہ حضرات انبیاء کے ساتھ مشابہت
رکھتا ہو اُنکی امامت تمام کاملین کی امامت سے اکمل اور
افضل ہو پس بالضرور درمیان اس امام اکمل اور درمیان
انبیاء کے بجز مرتبہ نبوت امتیاز ظاہر نہوئی سو حق میں اس
جیسے شخص کے کہہ سکتے ہیں کہ اگر بالفرض والتقدیر بعد
جناب ختم الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا کوئی شخص مرتبہ نبوت پر
فائز ہوتا البتہ یہی اکمل الکاملین ہوتا چنانچہ حدیث شریف
میں آیا ہے (ترجمہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا)

ونیز در حق این جلیل القدر توان گفت کہ درمیانِ او و درمیانِ نبی ہیچ فرقے نیست الا منصب نبوت چنانچہ در حق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمودہ اند اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ این ست بیان حقیقت مطلق امامت و اما اقسام او پس آنکہ در فصل ثانی مذکور میشود ان شاء اللہ تعالیٰ

اور حق میں اس جلیل القدر کے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُسکے درمیان اور نبیؐ کے درمیان سوائے منصب امامت کوئی فرق نہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے (ترجمہ تم مجھسے ایسے ہو جیسے کہ ہارون موسیٰ علیہ السلام سے مگر میرے بعد نبی نہیں) یہ مطلق امامت کی حقیقت کا بیان ہے رہے اُس کے اقسام سو فصل ثانی میں ان شاء اللہ مذکور ہوں گے

فصل ثانی در ذکر اقسام امامت

فصل ثانی میں اقسام امامت کا ذکر ہے

و آن مشتمل بر یک مقدمہ و دو قسم و یک خاتمہ ست مقدمہ در بیان امامت حقیقیہ و امامت حکمیہ و آن مشتمل بر دو تنبیہ ست **تنبیہ اول** باید دانست کہ اکثر احکام شرعیہ را حقیقتی میباشد و ظاہرے اما حقیقتش پس ہمان حکمتے ست کہ باعث این حکم گردیدہ و اما ظاہرش پس صورتے ست کہ بر آن حکمت مشتمل شدہ تفصیلش آنکہ اصل مقصود از شرائع تہذیب نفوس بنی آدم ست در اعتقادات و اخلاق و عبادات و عادات و معاملات پس ہرچہ بالذات باعث تہذیب نفس انسانی ست ہمان چیز در شرائع مقصود لذاتہ ست لیکن بسا میباشد کہ اصل مقصود نکتہ میباشد بغایت نازک و باریک کہ اذہان اکثر افراد انسان بہ آن نمیتوانند رسید و اگر احیاناً برسند آن نکتہ لطیف با امورے دیگر کہ از جنس آن نیست بر اذہان ایشان ملتبس میگردد و تمیز مقصود از غیر مقصود از ایشان متعذر میشود بنا علیہ بعضے امور ظاہرہ را بجائے آن امر مخفی می نہند و صورت را حکم معنی میدہند و بہمین ظاہر اجرائے حکم میفرمایند و ہمین ظل را قائم مقام اصل می نمایند مثلاً در باب ایمان اصل مقصود تصدیق قلبی ست کہ باعث توجہ الی اللہ ست و سبب تذکر جلال او و تولد حکمت ست

اور یہ ایک مقدمہ اور دو قسم اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ امامت حقیقیہ اور امامت حکمیہ کے بیان میں ہے اور یہ دو تنبیہ کو مشتمل ہے **تنبیہ اول** معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر احکام شرعیہ کے واسطے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہر لیکن حقیقت اُسکی پس وہ ایک حکمت ہے کہ باعث اس حکم کا ہوئی اور لیکن ظاہر اُسکا پس ایک صورت ہے کہ اُس حکمت پر مشتمل ہوئی تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اصل مقصود شرائع سے تہذیب نفوس بنی آدم ہے اعتقادات اور اخلاق اور عبادات اور عادات اور معاملات میں پس جو کچھ بالذات باعث تہذیب نفس انسانی ہے وہی چیز شرائع میں مقصود لذاتہ ہے لیکن بسا اوقات اصل مقصود نکتہ ہوتا ہے جو نہایت نازک اور باریک ہے کہ اکثر افراد انسان کے اذہان اُس تک نہیں پہنچ سکتے اور اگر کسی طرح پہنچ بھی سکیں تو وہ نکتہ لطیف اور امور کے ساتھ جو اُسکے جنس سے نہیں اُنکے ذہنوں پر ملتبس ہوتا ہے پھر تمیز مقصود اور غیر مقصود میں اُنسے متعذر ہوتی ہے بنا بریں بعضے امور ظاہرہ کو اُس امر مخفی کے جاے پر رکھتے ہیں اور صورت کو معنی کا حکم دیتے ہیں اور ایسے ظاہر پر اجراے حکم فرماتے ہیں اور ایسے ظل کو اصل کے قائم مقام کرتے ہیں مثلاً در باب ایمان اصل مقصود تصدیق قلبی ہے کہ توجہ الی اللہ کا باعث ہے اور تذکر جلال خداوندی اور تولد حکمت کا سبب ہے

و حالت خشیت و هیج معرفت عظمت الوهیت ست و تخم شجرهٔ عبودیت و هرگاهیکه این امر مخفی ست که ادراک کسی بحالات قلبیه دیگرے نمی تواند رسید و نیز آرزوے حصول این حالت دیگر ست و نفس حصول این حالت دیگر و بسا ست که احدهما بدیگرے ملتبس میگردد حالانکه منافع مذکوره بنفس تصدیق تعلیق میدارد نه بآرزوے حصول التصدیق چنانکه آثار شجاعت تعلق بنفس شجاعت میدارد نه بآرزوے حصول شجاعت بناءً علیه امرے را از امور ظاهره که عبارت از اقرار لسانی ست قائم مقام همان سر خفی که عبارت از تصدیق قلبی ست فرموده اند و همین اقرار را مدار احکام شرعیه نموده اند و احکام اسلام برهمون شخص جاری نموده اند که قرار لسانی ازو صادر گردید و همچنین قیاس باید کرد حضور قلب و احکام ظاهره را در باب صلوٰة و حصول معنی سخاوت و ادائے قدر معین مال را در باب زکوٰة و حصول ملکه صبر و ترک اکل و شرب و جماع را در باب صوم و جوش عشق و محبت و طواف و سعی را در باب حج و جوش زدن غیرت ایمانی و حمیت اسلامی و میل نهب و کارزار را در باب جهاد و رضائے جانبین و ایجاب و قبول را در باب نکاح و بیع و سائر عقود و حصول معنی مشقت سفر را در باب احکام سفر و علی هذا القیاس بالجمله تمام شریعت را بمثابه یک شخص مجسم باید فهمید که او را ظاهریست و آن جسم مرکب ست از لحم و شحم و عظم و اخلاط و ارکان و حقیقتے ست و آن روح لطیف ست از عالم امر که متبع قوائے لطیفه ست درین جسم مثل قوت باصره و سامعه و ذائقه و شامه و نامیه و خیالیه و وهمیه و فکریه و امثال ذٰلک و چون این نکته واضح گردید پس نکته باریک تر باید فهمید که هرچند در باب تهذیب نفس انسان مقصود از ایشان حقیقت شریعت که در دار الجزا همان امور مخفیه ظاهر خواهد گردید

اور حالتِ خشیت[1] اور هیجِ معرفتِ عظمتِ الوهیت ہی اور تخم شجرہ عبودیت ہی اور ہرگاہ کہ یہ امر مخفی ہی کسی کا ادراک دوسرے کے حالات قلبیہ کو نہیں پہنچ سکتا ہی اور نیز اس حالت کی آرزوے حصول اور شے اور اکثر اوقات ایسا ہوتا ہی کہ ایک اُن دونوں کا دوسرے کے ساتھ ملتبس ہوتا ہے حالانکہ منافع مذکورہ نفس تصدیق کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور آرزوے حصول تصدیق سے علاقہ نہیں رکھتی جیسے کہ آثار شجاعت نفس شجاعت سے تعلق رکھتی ہیں آرزوے حصول شجاعت سے نظر برآں ایک امر کو امور ظاہرہ سے کہ عبارت اقرار لسانی سے ہے اُسی سر خفی کے قائم مقام جو عبارت تصدیق قلبی سے ہے فرمایا اور ایسے اقرار کو احکام شرعیہ کا مدار ٹھہرایا اور احکام اسلام اُسی شخص پر جاری کیے کہ اقرار لسانی اُس سے صادر ہوا اور ایسے ہی حضورِ قلب اور احکامِ ظاہرہ کو نماز کے بارہ میں اور حصول معنی سخاوت اور ادائے قدر معین مال کو زکوٰۃ کے معاملہ میں اور حصول ملکہ صبر اور ترکِ اکل و شرب و جماع کو درباب صوم اور جوشِ عشق و محبت اور طواف و سعی کو درباب حج اور جوش زنی غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی اور غنیمت اور کارزار کو درباب جہاد اور رضائے جانبین اور ایجاب و قبول کو نکاح کے معاملہ میں اور بیع اور تمام عقود اور حصول معنی مشقتِ سفر کو احکام سفر کے معاملہ میں قیاس کرنا چاہیے بالجملہ تمام شریعت کو بمنزلہ ایک شخص مجسم کے سمجھنا چاہیے کہ اُسکے واسطے ایک صورت ہی اور وہ جسم مرکب ہے لحم و شحم و عظم و اخلاط و ارکان سے اور ایک حقیقت ہی اور وہ روح لطیف ہی عالم امر سے کہ اِس جسم میں قوائے لطیفہ مثل قوتِ باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و نامیہ و خیالیہ و وہمیہ و فکریہ وغیرہا کے متبع ہے جبکہ یہ نکتہ معلوم ہوا تو ایک نکتہ باریک تر معلوم کرنا چاہیے کہ ہرچند درباره تہذیب نفس انسان مقصود انسان سے حقیقتِ شریعت ہے کہ دار الجزا میں وہی امور مخفیہ ظاہر ہونگے

[1] کھینچنے والا ۱۲ منہ [2] ڈر ۱۲ منہ [3] برانگیختہ کرنے والا ۱۲ منہ

وبقدر ہمان امور خفیہ بمدارج تعذیب وتنعیم خواہد رسید
قال اللہ تبارک وتعالیٰ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ
قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ط ولکن مدار احکام شرعیہ دنیویہ
برہمان ظاہر ست وبس بس درصورتیکہ حقیقت مفقود
باشد وظاہر موجود ہرچند آن امر عنداللہ محض بے اعتبار ست
اما مردم را درباب اجرائے احکام باصاحب صورت
ظاہرہ ہمان معاملہ باید کرد کہ باصاحب حقیقت
کردنی ست مثلاً مقر منافق اگرچہ عنداللہ از زمرۂ اہل نار
ست واقبح انواع کفار اما مسلمین را باو ہمان معاملہ باید کرد
کہ با مومن حقیقی پس گویا کہ آن منافق مومن حکمی ست و
آن مصدق مومن حقیقی یعنی منافع وفوائد کہ مومن وفوائد کہ
مومن را از ایمان خود در دار الجزاء متوقع ست آن ہمہ
مصدق را بدست خواہد آمد نہ منافق را آرے در اجرائے احکام
منافق ہم حکم مومن دارد لہذا او را مومن حکمی باید گفت
ہمچنین کسیکہ بازنے عقد نکاح بجبر واکراہ کرد وکرہاً لفظ ایجاب
یا قبول ازو صادر گردید پس ہرچند این ناکح مثل زانی در دار الجزاء
بپاداش عمل خود گرفتار خواہد گردید اما در احکام ظاہرہ مثل
ثبوت نسبت وعلاقہ مصاہرت واحکام مواریث ناکح مجبر را
مثل ناکح کہ نکاح او بتراضی طرفین واقع شدہ باید شمرد وہمچنین
قیاس باید کرد در عابد ریاکار واخلاص شعار مثلاً مصلی مخلص
مصلی حقیقی ست کہ آنچہ قرب ومرتبت عنداللہ ونزول رحمت در
دار دنیا وفوز بدرجات جنت در دار عقبیٰ موعود در حق مصلیان ست
بلاریب باین مصلی خواہد رسید ومصلی ریاکار مصلی حکمی کہ تعزیر تارکین
صلوٰۃ در دنیا ازو ساقط گردید اگرچہ عنداللہ مثل تارکین صلوٰۃ
مردود ست وازان درگاہ سراسر مطرود وقال اللہ تبارک وتعالیٰ

اور انھیں امور کے مقدار مدارج ثواب وعذاب کو پہنچیگا چنانچہ
فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے (ترجمہ جسوقت جانچے جاویں زور
تو کچھ نہوگا اُسکو زور نہ کوئی مدد کرنیوالا) ولیکن احکام شرعیہ
دنیویہ کا مدار اُسی ظاہر پر ہے اور بس بس جس صورت میں کہ
حقیقت مفقود ہو اور ظاہر موجود ہرچند وہ امر عنداللہ محض
بے اعتبار ہو لیکن ہم جیسے آدمیوں کو درباب اجرائے احکام
صورت ظاہرہ والے سے وہی معاملہ کرنا چاہیے کہ صاحب
حقیقت سے کرنا ہے مثلاً منافق اقرار کرنے والا اگرچہ
عنداللہ از زمرہ اہل نار اور منجملہ بدترین اقسام کفار لیکن
مسلمانوں کو اُس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جیسا
مومن حقیقی سے پس گویا کہ وہ منافق مومن حکمی ہے اور
وہ مصدق مومن حقیقی یعنی جن منافع اور فوائد کے مومن
کو اپنے ایمان سے دار الجزا میں امید ہے وہ مصدق کو
حاصل ہونگے نہ منافق کو ہاں اجرائے احکام میں منافق بھی
مومن کا حکم رکھتا ہے لہذا اُسکو مومن حکمی کہنا چاہیے ایسے
ہی وہ شخص کہ ایک عورت کے ساتھ بجبر[1] واکراہ نکاح کرے
اور کرہاً لفظ ایجاب یا قبول اُس سے صادر ہوے پس ہرچند یہ
نکاح کرنیوالا زانی کے مثل دار الجزا میں اپنے کیے ہوے کی سزا
کو پہنچیگا لیکن احکام ظاہرہ میں مثل ثبوت نسبت علاقہ مصاہرت
واحکام مواریث ناکح مجبر[2] کو ناکح متراضی[3] کے مثل گننا چاہیے
اور ایسے ہی عابد ریاکار اور اخلاص شعار میں قیاس کرنا چاہیے
مثلاً مصلی مخلص مصلی حقیقی ہے کہ جو کچھ قرب اور مرتبہ اللہ کے
نزدیک اور نزول رحمت وبرکت دار دنیا میں اور حصول درجات
جنت دار عقبیٰ میں حق میں نمازیوں کے موعود[4] ہو بلاریب اُس
نمازی کو پہنچیگا اور مصلی ریاکار مصلی حکمی ہے کہ تارکین صلوٰۃ کی تعزیر
اور حد دنیا میں اُس سے ساقط ہوئی اگرچہ عنداللہ مثل تارکین صلوٰۃ
مردود اور مطرود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نمازیوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے

۱؎ زبردستی ۱۲ ۲؎ جبر کرنیوالا ۱۲ ۳؎ راضی ہونیوالا ۱۲ ۴؎ وعدہ دیا گیا ۱۲

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۔ **تنبیہ ثانی**

باید دانست چنانکہ واضح گردید کہ احکامِ شرعیہ را حقیقت ست وظاہرِ اعتبار عند اللہ مربوط ست بحقیقت واجرائے احکام متعلق ست بظاہر ہمچنین مناصبِ شرعیہ را بر احکام شرعیہ قیاس باید نمود مثلاً حقیقتِ امامت در ہر کمال حصول معنی مشابہت باپیغمبران در ہمون کمال ست وظاہرش علامت ست کہ در شرع چند چیز را از علاماتِ آن منصب قرار دادہ باشند پس اعتبار عند اللہ منوط باشد بحصول معنی مشابہتِ مذکورہ واحکام ظاہرہ مربوط باشد بوجود علامت آن پس صاحبِ حقیقت امامِ حقیقی آن کمال باشد وصاحبِ علامت امامِ حکمی آن کمال مثلاً امامت فقاہت را حقیقی ست وآن ملکہ اجتہاد صحیح ست وصورتیست وآن بیانِ احکام غیر منصوصہ پس علو درجہ عند اللہ منوط ست بہ ملکہ اجتہاد وتفویضِ منصب قضاء وافتاء واحتساب مربوط ست بہ بیان احکام اگرچہ بجہت تقلید باشد پس قاضی مجتہد قاضی حقیقی ست وقاضی مقلد قاضی حکمی ہر چند قاضی مجتہد عند اللہ بغایت افضل واکمل ست بہ نسبت قاضی مقلد فاما مسلمین را باقاضی مقلد ہمان معاملہ باید کرد کہ باقاضی مجتہد کردنی ست مثل تسلیم نفاذِ حکم او در مسائلِ اختلافیہ ووجوب حضور در محکمہ بطلبِ او واقامتِ حدود وتعزیرات بامر او وہمچنین سیاست ایمانی را حقیقتے ست وآن مشابہت اوست باپیغمبر در باب وفور شفقت بہ بندگانِ الٰہی وکمال رغبت باصلاحِ ایشان معاشاً ومعاداً بجبر وحکومت مع وجود سلیقہ ہائے مذکورہ از فراست

پس خرابی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کی کہ اپنی نماز سے بے خبر ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو

تنبیہ ثانی معلوم کرنا چاہیے جیسا کہ واضح ہوا کہ احکام شرعیہ کے واسطے حقیقت ہے اور ظاہر اعتبار عند اللہ حقیقت کے ساتھ مربوط ہے اور اجرائے احکام ظاہر کے ساتھ متعلق ہے ایسے ہی مناصب شرعیہ کو احکام شرعیہ پر قیاس کرنا چاہیے مثلاً ہر کمال میں امامت کی حقیقت اُسی کمال میں پیغمبروں کے ساتھ مشابہت کی معنی کا حصول ہے اور ظاہر اسکا علامت ہے کہ شرع میں چند چیز کو اُس منصب علامات سے قرار دیا ہو پس اعتبار عند اللہ حصول معنی مشابہتِ مذکورہ سے تعلق رکھتا ہے اور احکام ظاہرہ وجود علامت کے ساتھ مربوط ہوں پس صاحبِ حقیقت امام حقیقی اُس کمال کا ہو اور صاحبِ علامت امام حکمی اُس کمال کا مثلاً امامت فقاہت کے لیے ایک حقیقت ہے اور وہ ملکہ اجتہاد صحیح ہے اور ایک صورت ہے اور وہ احکامِ غیر منصوصہ کا بیان ہے پس علو درجہ عند اللہ ملکہ اجتہاد کے ساتھ ربط رکھتا ہے اور تفویضِ منصبِ قضاء وفتویٰ وغیرہ بیان احکام کے ساتھ تعلّق رکھتا ہے اگرچہ بجہت تقلید ہو پس قاضی مجتہد قاضی حقیقی ہے اور قاضی مقلد قاضی حکمی ہر چند قاضی مجتہد عند اللہ بہ نسبت قاضی مقلّد نہایت افضل واکمل ہے لیکن مسلمانوں کو قاضی مقلد کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جو قاضی مجتہد کے ساتھ کرتے ہیں مثلاً جب وہ حکم کرے تو اُسکے اجرائے حکم کو مسائل اختلافیہ میں تسلیم کریں اور جب محکمہ میں بلاوے تو اُسکے حضور کو واجب جانیں اور جب اپنے امر سے حدود اور تعزیرات قائم کرے اُسکو دل سے قبول کریں ایسی ہی سیاست ایمانی کے واسطے ایک حقیقت ہے اور وہ پیغمبر کے ساتھ مشابہت حاصل کرنا ہے ان اُمور میں کہ بندگان الٰہی کے ساتھ کمال شفقت سے پیش آئیں اور اُنکی دنیا اور آخرت کی اصلاح میں جبراً وحکومتاً نہایت رغبت اور سعی فرمائیں اور اُسکے ساتھ فراست

وامارت وغیر ذالک صورتے ست و آن اجراے احکام شرعیہ ست یعنی
احکامیکہ مخالف شرع نباشد پس علو درجہ عند اللہ و قرب منزلت
فی جوار اللہ منوط ست بہمین شفقت و رغبت و وجوب اطاعت
مربوط ست بر تسلط و اجراے احکامیکہ مخالف شرع نباشد اگرچہ
اجراے احکام مذکورہ بنا بر سیاست سلطانی باشد یعنی بنا بر
طمع مال و آرزوے حصول سلطنت و توقع اجتماع عساکر مسلمین
بنا بر برہم زدن مخالف خود پس صاحب سیاست ایمانی امام حقیقی
ست در فن سیاست و صاحب سیاست سلطانی امام حکمی ست در
آن فن آرے اگر احکام شرعیہ را تبدیل نمودہ و امریکہ مخالف شرع ست
اجرا فرمودہ پس برین تقدیر در باب این حکم مذکور صورت سیاست
ایمانی را برہم زد پس اطاعت درین حکم بر کسے از مسلمین واجب نیست
بلکہ ممنوع ست و حرام۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ
للمخلوق فی معصیۃ الخالق و امامت حکمیہ عبارت ست
از وجود علامت آن مشابہت در شخصے کہ مشابہت او را
حاصل نیست بناءً علیہ لازم آمد کہ اقسام امامت حقیقیہ را
در یک قسم بیان کنیم و اقسام امامت حکمیہ را در قسمے دیگر
قسم اول در اقسام امامت حقیقیہ۔ باید دانست کہ
از بسکہ امامت حقیقی در وصفے از اوصاف مذکورہ عبارت
است از حصول معنی مشابہت تامہ در ہموں وصف با پیغمبر علیہ السلام
و اوصاف مذکورہ بسیار از بسیار ست پس اقسام امامت ہم
بیشمار اگر بہ بیان حقیقت ہر قسمے از اقسام امامت و تفصیل
احکام او ہمت گماشتہ شود ہر آئینہ کلام درین مقام بپایۂ تطویل
رسد بناءً علیہ اقسام عمدہ درین مقام ذکر کردہ می شود تا اقسام
دیگر را بران قیاس نمایند پس باید دانست کہ اگر فقط در
کمال وجاہت و شعب آن و کمال ولایت و اقسام آن

اور امارت وغیرہ کا بھی سلیقہ ضروری ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ
احکام شرعیہ کا اجرا بخوبی ظہور میں آئے پس بلندی مرتبہ عند اللہ
اور قرب منزلت فی جوار اللہ ایسی شفقت اور رغبت کے
ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وجوب اطاعت تسلط اور اجراے
احکام شرعیہ پر موقوف ہے اگرچہ اجراے احکام مذکورہ سیاست
سلطانی کی بنا پر ہو جیسے مال کی طمع اور حصول سلطنت کی
آرزو اور دشمن کے دفع کرنے کے واسطے مسلمانوں کے
لشکر کے اجتماع کی توقع ملحوظ ہے پس صاحب سیاست ایمانی
فن سیاست میں امام حقیقی ہے اور صاحب سیاست سلطانی
اُس فن میں امام حکمی ہے ہاں اگر احکام شرعیہ کو تبدیل کر کے
کوئی امر خلاف شرع شریف جاری کرے اس صورت میں
دربارۂ حکم مذکور سیاست ایمانی کی صورت کو مٹانیوالا
ہووے پس اطاعت اس حکم میں کسی مسلمان پر واجب نہیں
بلکہ ممنوع اور حرام ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
کسی مخلوق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی درست نہیں) اور
امامت حکمیہ کے یہ معنی ہیں کہ اس مشابہت کی علامت اس شخص
میں پائی جائے کہ مشابہت اسکو حاصل نہیں نظر بران لازم آیا کہ اقسام
امامت حقیقیہ کو ایک قسم میں بیان کریں ہم اور اقسام امامت
حکمیہ کو دوسری قسم میں قسم اول اقسام امامت حقیقیہ
میں جاننا چاہیے از بسکہ امامت حقیقی کسی وصف میں اوصاف
مذکورہ سے عبارت ہے حصول معنی مشابہت تامہ سے
اُسی وصف میں ساتھ پیغمبر علیہ السلام کے اور اوصاف مذکورہ
بسیار از بسیار ہیں پس اقسام امامت بھی بیشمار ہیں اگر اقسام
امامت کی ہر قسم کی حقیقت کا بیان اور اُسکے احکام کی تفصیل
کا اظہار کیا جاوے البتہ کلام اس مقام میں طوالت خاطر دکھاوے
بناءً علیہ عمدہ اقسام اس مقام میں بیان کیے جاتے ہیں تا اقسام
دیگر کو اس پر قیاس کریں پس معلوم کرنا چاہیے کہ اگر فقط کمال
وجاہت اور اسکی فروع میں اور کمال ولایت اور اسکی اقسام میں

مشابہت حاصل شود و در باب بعثت و ہدایت و
سیاست مشابہت حاصل نگردد پس آن را قسمے از
اقسامِ امامت باید شمرد و آن را بہ امامتِ خفیہ تعبیر
باید کرد و اگر بعثت و ہدایت ہم با او منضم شود آن را
قسمے دیگر باید شمرد و او را بہ امامتِ باطنہ مسمی باید ساخت
و اگر سیاست ہم با او منضم شود آن را قسم ثالث باید شمرد
و او را بہ امامتِ تامہ ملقب باید نمود و درین مقام قسمے
دیگر ہم بظاہر متصور می شود و آن اینکہ فقط در بعثت و ہدایت
مشابہت حاصل شود نہ در وجاہت و ولایت و نہ در سیاست
و این قسم ہرچند بظاہر متصور می شود اما باعتبار فکر دقیق و نظر
عمیق این قسم باطل ست زیرا کہ کلام درینمقام در اقسام
امامتِ حقیقیہ ہست نہ در اقسام امامتِ حکمیہ پس فقط وجود
آثار بعثت و ہدایت درینمقام کافی نیست بلکہ حصول معنی
مشابہت تامہ با انبیاء اللہ درین ہر دو کمال و اقسام
و شعب آن ضروری ست پس گویا کہ حقیقتِ امامت در
باب بعثت و ہدایت باینمعنی راجع می شود کہ حکیم علی الاطلاق
بنا بر پرورش بندگانِ خود شخصے را از مقربانِ بارگاہِ
خود چیدہ و برگزیدہ منصب نیابتِ انبیاء اللہ در باب
تکمیل عباد با او عطا فرمودہ پس تفویض منصبِ نیابت
شخصے جلیل القدر بشخصے کہ در باب عزت و اعتبار محفلِ
حضار و در باب کمالاتِ نفسانی مشابہت با منیب
خود نداشتہ باشد منافی حکمت ست پس واضح شد کہ حصول
منصب نیابت انبیاء اللہ در باب تکمیل بدون حصول معنی
مشابہت بالشان در نفس کمال متصور نیست پس فی الحقیقت
امامتِ خفیہ تخم امامتِ باطنہ است و منصب نیابت

مشابہت حاصل ہوئی اور در بارۂ بعثت اور ہدایت اور
سیاست مشابہت حاصل نہوئی پس اسکو ایک قسم اقسام
امامت سے گننا چاہیے اور اسکو امامت خفیہ کے ساتھ تعبیر کرنا
چاہیے اور اگر بعثت اور ہدایت بھی اُسکے ساتھ ملجائے اُسکی
دوسری قسم معلوم کرنا چاہیے اور اُسکا امامت باطنہ نام
رکھنا مناسب ہے اور اگر سیاست بھی اُسکے ساتھ منضم
ہوئی اُسکو قسم ثالث کہنا چاہیے اور اُسکو امامت تامہ کے
ساتھ ملقب فرمانا چاہیے اور اس مقام میں ایک قسم اور بھی
بظاہر متصور ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ فقط بعثت اور ہدایت
میں مشابہت حاصل ہوئی نہ وجاہت اور ولایت میں
اور نہ سیاست میں اور یہ قسم ہرچند بظاہر متصور ہوتی ہے
لیکن باعتبارِ فکرِ دقیق و نظرِ عمیق یہ قسم باطل ہے اسی لیے
کہ کلام اس مقام میں اقسام امامتِ حقیقیہ میں ہے نہ اقسام
امامت حکمیہ میں پس لفظ وجودِ آثارِ بعثت و ہدایت اس مقام
میں کافی نہیں بلکہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت
تامہ کی معنی کا حصول ان دونوں کمال اور اُسکی اقسام اور
فروع میں ضروری ہی پس گویا کہ امامت کی حقیقت دربارۂ
بعثت و ہدایت اس معنی کی طرف راجع ہوتی ہے کہ حکیم
علی الاطلاق نے اپنے بندوں کی پرورش کے واسطے
ایک شخص کو اپنے مقربانِ بارگاہ سے چنکر انبیاء اللہ کی
نیابت کا منصب دربابِ تکمیلِ بندگاں عطا فرمایا ہے
پس ایک شخص جلیل القدر کی نیابت کا منصب ایسے
شخص کو نہ دینا چاہیے کہ عزت و آبرو کے بارہ میں حاضرین
دربار کے محفل میں وقعت اور کمالات نفسانی کے معاملہ
میں اپنے منیب کے ساتھ مشابہت نرکھتا ہو پس واضح ہوا
کہ انبیاء اللہ کی نیابت کی منصب کا حصول دربارۂ تکمیل
بدون حصول معنی مشابہت نفس کمال میں متصور نہیں پس
فی الحقیقت امامتِ خفیہ امامتِ باطنہ اور منصبِ نیابت کا تخم ہے

وحصول ثمر بدون تخم اصلا متصور نیست آرے بمعنی ممکن کہ
چیزے را در ظاہر صورت مشابہ ثمرے از اثمار بسازند مثا بآنکہ
از چوب وسنگ دانہ ہاے بس نازک ولطیف مثل دانہ ہاے انگور
تراشیدہ بجاے او نہند پس آن دانہ ہاے انگور حکمی باشد
نہ حقیقی پس امامت باطنہ را دو جزاست لباس ظاہر و
آن منصب نیابت ست در بعثت وہدایت وحقیقت مکنون
وآن مقام وجاہت ست وولایت وقسمے دیگر آنکہ با امامت
در کمال سیاست حاصل شود نہ در کمالات اربعہ سابقہ واین
قسم ہم مثل قسم اول نزد اہل اذہان ثاقبہ وافکار صائبہ
از قبیل محالات ست چہ مراد از امامت در سیاست
درین مقام حصول مشابہت تامہ است با انبیاء اللہ در
اقامت سیاست ایمانی نہ سیاست سلطانی وظاہر
کہ سیاست ایمانی بتمام وکمال از شخصے مثل سیادت انبیاء اللہ
صادر نمی شود بے آنکہ آن شخص از مقربان بارگاہ ربانی
باشد ومخزن کمالات انسانی وبدون آنکہ مامور بتکمیل عباد
باشد وماہر در طرق ہدایت وارشاد واین امریست بغایت
بعید از عقل واین شخص بدان ماند کہ شخصے خلیفہ بادشاہی
جلیل القدر باشد وابواب سیادت سلطانی از دست او
بخوبی سرانجام گیرد باز در حق او گمان کنند کہ ہرچند ابواب سیاست
از وبخوبی سرانجام شد فاما در کمالات ذاتیہ مثل عقل و
کیاست وفہم وفراست وبخت ارجمند وہمت بلند با بادشاہ
مذکور مشابہت نمیدارد کہ این امر سراسر باطل ست ومحال و
این بدان ماند کہ کسے بگوید کہ فلان کس ہرچند اشعار لطیفہ
می گوید اما نزاکت طبعی وملکہ شعر ندارد وہرچند
مضامین دقیقہ می نویسد اما حدت ذہن وملکہ تقریر وتحریر

اور حصول ثمر بدون تخم اصلا متصور نہیں ہاں یہ معنی ممکن ہے،
کہ ایک چیز کو ظاہر میں صورت مشابہ ثمر کے اثمار سے بنائیں
مثلاً چوب اور سنگ سے بہت نازک اور لطیف دانہ انگور کے
دانوں کے مثل تراش کر اُسکے جاے پر رکھیں پس وہ دانہاے
چوبی انگور حکمی ہونہ حقیقی فلہذا امامت باطنہ کے دو جز
ہیں لباس ظاہر اور وہ منصب نیابت ہی بعثت اور ہدایت
میں۔ اور حقیقت مکنون اور وہ مقام وجاہت اور ولایت
ہے اور ایک قسم دوسری یہ ہے کہ امامت کے ساتھ
کمال سیاست میں حاصل ہوئی نہ کمالات اربعہ سابقہ میں
اور یہ قسم بھی قسم اول کی طرح اذہان ثاقبہ اور افکار صائبہ
کے نزدیک از قبیل محالات ہے کیونکہ مراد امامت سے
سیاست میں اس مقام پر حاصل ہونا مشابہت تامہ کا ہے
ساتھ انبیاء اللہ کے اقامت سیاست ایمانی میں نہ سیاست
سلطانی میں۔ اور ظاہر ہے کہ سیاست ایمانی بتمامہ کسی
شخص سے مثل سیاست انبیا صادر نہیں ہوتی ہی بغیر اس
بات کے کہ وہ شخص مقربان بارگاہ ربانی اور مخزن کمالات
انسانی سے ہو اور بدون اس بات کے کہ مامور بہ تکمیل
بندگان اور ماہر بطرق رشد وہدایت ہو اور یہ امر عقل سے
نہایت بعید ہے اور اس شخص کی ایسی مثال ہی کہ کوئی
شخص خلیفہ بادشاہ جلیل القدر ہو اور ابواب سیاست
سلطانی اُسکے ہاتھ سے بخوبی سرانجام پائیں پھر حق میں اُسکے
گمان کریں کہ ہرچند ابواب سیاست اُس سے بخوبی سرانجام
ہوے لیکن کمالات ذاتیہ مثل عقل وکیاست اور فہم وفراست
اور بخت ارجمند اور ہمت بلند میں بادشاہ موصوف کے ساتھ
مشابہت نہیں رکھتا ہے کہ یہ امر سراسر باطل اور محال ہے
اور یہ بھی ایسی مثال ہو سکتی ہے کہ کوئی کہے کہ فلاں شخص ہرچند
اشعار لطیفہ کہتا ہے لیکن نزاکت طبع اور ملکہ شعر نہ رکھے اور
ہرچند مضامین دقیقہ لکھتا ہی لیکن تیزی ذہن اور ملکہ تحریر وتقریر

نمیدارد ہمچنین امامتِ ظاہرہ کہ آن را خلافت میگویند بہ نسبت امامتِ
باطنہ قیاس باید کرد کہ خلافت بمنزلہ سامان ظاہر بادشاہی از
اجتماعِ عساکر و نفاذ حکم بر رعایا و تسلط بر بلدان و بناء قلاع و حصون
و وجود اسلحہ و امثال ذلک و امامتِ باطنہ بمثابہ حقیقت
سلطنت ست مثل اقبال و عقل و تدبیر و خزائن و دفائن و
امثالِ ذلک پس چنانکہ رونقِ سامانِ سلطنت و انتظامِ
کارخانہ حکومت دلالت میکند بر وفورِ خزائن و قوت و عقل و
تدبیر و ترقی اقبال ہمچنین جریانِ سیاستِ ایمانی راست
راست بر قانونِ سیاستِ انبیاء دلالت میکند بر تحقیق
امامتِ باطنہ پس فی الحقیقت ابوابِ امامت تامہ را
اصلی ست و آن امامت باطنہ ست و اثری ست و آن
خلافت ظاہرہ پس ازینمقام واضح شد کہ انچہ زبان زد خواص و
عوام ست کہ در بعضے احیان شخصے را منصبِ امامتِ ظاہرہ
بحسبِ اتفاق بدست می آید حالانکہ از امامتِ باطنہ عاطل
میباشد پس این کلامی ست بعید از عقل متحمل آنست کہ مرادِ
ایشان از امامتِ ظاہرہ امامت حکمیہ باشد پس حاصلِ کلام
ایشان چنین باشد کہ بعضے اشخاص را منصب سلطنت بدست
می آید و سیاستِ سلطانی از دستِ ایشان بخوبی می انجامد
حالانکہ ایشان در معاملاتِ ربانی و کمالاتِ نفسانی و اصلاحِ عالم و
تربیت بنی آدم ہیچگونہ مناسبت با انبیاء اللہ ندارند و مقربانِ
بارگاہِ حضرتِ حق ایشان را از جملہ کبراء امت و عظماء ملت نمی شمارند و این
امر سراسر حق ست اما کلام درینمقام در تحقیق معنی سلطنت نیست بلکہ
در تحقیق معنی خلافت نبوت ست پس ازین بیان واضح گشت کہ عمدہ اقسام امامت حقیقیہ
ہمین سہ نوع اند امامت خفیہ و امامت باطنہ و امامت تامہ پس اقسام آنرا در ضمن تنبیہات
ثلثہ باید شمرد تنبیہ اول در ذکر امامت خفیہ - باید دانست کہ

نہیں رکھتا ایسی ہی امامتِ ظاہرہ کہ اس کو
خلافت کہتے ہیں کہ بہ نسبت امامتِ باطنہ قیاس کرنا چاہیئے کہ
خلافت بمنزلہ سامان ظاہری کے ہے جو بادشاہ کو اجتماع لشکر
اور نفاذ حکم اور تسلط بلدان اور بناء قلاع اور وجود اسلحہ وغیرہ سے
مہیا ہو اور امامتِ باطنہ بمثابہ حقیقت سلطنت ہی مثل اقبال و
عقل اور خزائن و دفائن وغیرہ پس جیسے کہ سلطنت کے سامان
کی رونق اور حکومت کے کارخانہ کا انتظام خزانہ اور قوت اور
عقل و تدبیر اور جاہ و اقبال کی زیادتی اور ترقی پر دلالت کرتا ہے
ایسی ہی سیاستِ ایمانی کا راست راست قانون سیاستِ
انبیاء پر جاری ہونا تحقیق امامت باطنہ پر دال ہے پس
فی الحقیقت ابوابِ امامتِ تامہ کے واسطے ایک اصل ہے
اور وہ امامت باطنہ ہے اور ایک اثر ہے اور وہ خلافت
ظاہرہ ہے پس اس مقام سے واضح ہوا کہ جو کچھ زبان زد خواص و
عوام ہے کہ بعض اوقات میں ایک شخص کو منصب امامتِ ظاہرہ
بحسبِ اتفاق حاصل ہوتا ہے حالانکہ امامتِ باطنہ سے
عاطل ہوتا ہی عقل سے نہایت بعید ہی احتمال یہ ہی کہ مراد انکی امامت
ظاہرہ سے امامتِ حکمیہ ہو پس انکے کلام کا حاصل یہ ہی کہ بعض
اشخاص کو منصب سلطنت حاصل ہوتا ہے اور سیاستِ سلطانی
انکے ہاتھ سے بخوبی انجام پاتی ہے حالانکہ وہ لوگ معاملاتِ ربانی
اور کمالات نفسانی اور اصلاح عالم اور تربیت بنی آدم میں
کسی طور پر حضرات انبیاء کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی اور
مقربانِ بارگاہ ایزدی انکو منجملہ بزرگانِ امت و ملت نہیں
جانتے ہیں اور یہ امر سراسر حق ہے کلام اس مقام پر تحقیق معنی
سلطنت میں نہیں بلکہ نبوت کی خلافت کی معنی کی تحقیق ہے
پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ امامت حقیقیہ کے عمدہ
اقسام یہی تین قسم ہیں امامتِ خفیہ۔ امامتِ باطنہ امامتِ
تامہ پس انکے اقسام کو تنبیہاتِ ثلثہ کے ضمن میں گننا چاہیے۔
تنبیہ اول ذکر امامتِ خفیہ میں معلوم کرنا چاہیے کہ

امامتِ خفیہ عبارت ست از حصولِ معنی مشابہت تامہ بانبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام در منازلِ وجاہت و مقاماتِ ولایت
و از انسکہ سیادت کہ عبارت از وساطت ست درمیان
رب العالمین و بندگانِ او درباب وصولِ فیض غیبی نیز ایشان را
حاصل میشود باوجودیکہ ایشان مبعوث برائے ہدایت نمی شوند
پس لابد این وساطت متحقق میشود درباب وصولِ فیض تکوینی نہ
تشریعی یعنی حکیم علی الاطلاق ایشان را واسطہ در تصرفاتِ کونیہ
می گرداند مثل نزولِ امطار و نمو اشجار و سرسبزی نباتات و
بقائے انواع حیوانات و آبادی قرے و امصار و تقلبِ احوال
ادوار و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلاب حالاتِ اغنیاء و
مساکین و ترقی و تنزلِ اصاغر و اکابر و اجتماع و تفرق جنود و
عساکر و رفع بلا و دفع وبا و امثال ذالک قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا
کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم
الغیث وینصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل
الشام بھم العذاب و وساطت ایشان در امور مذکورہ بصد
بسہ وجہ متحقق میشود اوّل نزول برکت ثانی عقد ہمت و ثالث
ورودِ الہام اما نزولِ برکت پس بیانش آنکہ چنانکہ حق جل و علا بحکمت بالغہ
خود جرم آفتاب را واسطہ اشراقِ عالم فرمودہ و دافع تاریکی قرار دادہ
پس ہرچند انتشار نور در اطرافِ عالم و اضمحلال ظلمت از روئے زمین
محض از قدرتِ کاملہ او تعالیٰ ہست ہر کہ آفتاب را خالق نور
قرار دہد ہر آئینہ کافر گردد العیاذ باللہ لیکن سنت اللہ برین طریق جاری
گردید کہ ہرگاہ آفتاب طلوع میکند تمام عالم پرانوار میشود و روئے
زمین از غبارِ ظلمت پاک میگردد ہمچنین از انسکہ اکابر ایشان ملکی
اند و بشر فلکی وجود باجود ایشان آفتابے ست کہ بر اوج چرخ

امامت خفیہ عبارت ہے حصول معنی مشابہت تامہ سے جو
منازل وجاہت اور مقاماتِ ولایت میں انبیا علیہم السلام کے
ساتھ حاصل ہے اور از انسکہ سیادت کہ عبارت وساطت
سے ہے جو حضرت رب العالمین اور اُسکے بندوں میں درباره
وصولِ فیض غیبی بھی اُنکو حاصل ہوتی ہے باوجودیکہ یہ اشخاص
ہدایت کے واسطے مبعوث نہیں ہوتے ہیں پس بالضرور یہ وساطت
درباب وصولِ فیض تکوینی متحقق ہوتی ہے نہ فیض تشریعی
میں اسکو دخل نہیں یعنی حکیم علی الاطلاق اُنکو تصرفات کونیہ
میں واسطہ بناتا ہے مثل نزولِ امطار و نمو اشجار و سرسبزی
نباتات و بقائے انواع حیوانات و آبادی دیہات اور تقلب
احوال و ادوار اور گردشِ اقبال و ادبار اور انقلاب حالات
اغنیا اور تحول معاملات فقرا اور ترقی و تنزل اصاغر و
اکابر اور اجتماع و تفرق جنود و عساکر و رفع بلا و دفع وبا و
امثال ذالک۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ابدال
ہونگے ملکِ شام میں اور چالیس مرد ہیں جب کوئی ایک
آدمی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے اُسکی جگہ اور انھیں کی
برکت سے مینہ برستا ہے اور دشمنوں پر فتح ہوتی ہے اور انھیں
کی برکت سے شام والوں پر عذاب نہیں آتا ہے) اور وساطت
اُنکی اُمورِ مذکورہ میں تین وجہ پر ثابت ہوتی ہے اوّل نزولِ
برکت ثانی عقدِ ہمت ثالث ورود الہام۔ اوّل نزولِ برکت کا
حال سننا چاہیے جس طور پر کہ حق جل و علا نے اپنی حکمتِ بالغہ سے
جرمِ آفتاب کو عالم کے منور ہونے کا واسطہ فرمایا اور دافع تاریکی و
ظلمت قرار دیا ہرچند کہ نور کا پھیلنا اطراف عالم میں اور سیاہی کا
دُور ہونا روئے زمین سے محض اُس خدائے باری تعالیٰ کی قدرت
کاملہ سے ہے جو کوئی آفتاب کو خالق نور ٹھہرائے البتہ کافر ہو جائے
لیکن عادت اللہ اس طریق پر جاری ہوئی کہ جس وقت آفتاب طلوع
فرماتا ہے تمام عالم پرانوار ہو جاتا ہے ایسے ہی مقربانِ بارگاہ
ملکی ہیں اور بشر فلکی اُنکا وجودِ باجود ایک آفتاب ہے کہ اوج چرخ

ملکوت تابندہ و قمرے ست از جبروت کہ در شب تار ناسوت درخشیدہ
لابد ہمراہ نزول ایشان یک نورے از غیب الغیب بروز میفرماید کہ
سبب اصلاح عالم و انتظام بنی آدم و باعث تقلب ادوار و تغیر
اطوار میگردد پس آنچہ از تغیرات و تقلبات مذکورہ چہ در اقطار
عالم و اطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ایشان
نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل و علا ایشان را
قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ و کار و بار بنی آدم بایشان
تفویض نمودہ پس ایشان بامر الہی قدرت خود صرف می نمایند و
این تصرفات گوناگون و تغیرات بوقلمون در عالم کون بروے
کار می آرند کہ این اعتقاد شرک محض ست و کفر بحت ہر کہ بجناب
ایشان این عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بیشک مشرک مردود ست و
کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الہی بنا بر وجاہت کسے یا دعائے
کسے از مقبولین امرے دیگر و صدور تصرفات کونی از ہمان
مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام ست
و ثانی محض کفر مصرح ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
اما عقد ہمت پس بدو وجہ متحقق میشود اول فور شفقت و ثانی
ظہور اثر تقدیر اما اول پس بیانش آنکہ ازبسکہ وفور شفقت بہ نسبت
عباد اللہ از جملہ مقامات ولایت ست پس لابد ایشان را بوجہ
اتم حاصل باشد اما چون ایشان برائے ہدایت مبعوث
نیستند پس لابد شفقت ایشان مصروف باشد باصلاح
حال معاشیہ ایشان مثل دفع بلایا و حصول عطایا و ترقی
حال و عروج اقبال و امثال ذالک پس چنانکہ شفقت مبعوثین
مصروف ست باصلاح حال ایشان در امور معاد ہمچنین شفقت این
اکابر مبذول ست بانتظام حال ایشان در مقدمہ
معاش پس شفقت مبعوثین بہ نسبت عباد اللہ بمثابہ

ملکوت پر درخشاں ہے اور ایک قمر ہے عالم جبروت سے
کہ شب تار ناسوت میں تاباں ہے لابد انکے نزول کے
ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب اصلاح
عالم و انتظام بنی آدم اور باعث گردش ادوار و تغیر اطوار
ہوجاتا ہے پس جو کچھ تغیرات اور تقلبات مذکورہ اطراف عالم
اور اطوار بنی آدم میں حادث ہوتی ہیں یہ تمام انکی قدرت کاملہ
سے نہیں اور طاقت امکانی کے نتائج سے بھی نہیں اور
یہ بات بھی نہیں کہ جناب باری نے انکو تصرف عالم کے
آثار کی قدرت عطا فرماکر بنی آدم کے کاروبار انکو تفویض کیے
کہ یہ امر الہی سے ان امور میں اپنی قدرت کو صرف فرماتے ہیں
اور یہ تصرفات گوناگوں اور تغیرات بوقلموں عالم ظہور میں لاتے
ہیں اسلیے کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے جو کوئی ان کی جناب
میں ایسا عقیدہ فاسد رکھتا ہو بیشک مشرک مردود ہے اور
کافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الہی کسی مقبول بارگاہ کی وجاہت
یا دعا کی بنا پر امر دیگر ہے اور صدور تصرفات کونی اسی مقبول
سے اگرچہ بامر اللہ ہو امر دیگر کہ پہلا عین اسلام ہے اور دوسرا
محض کفر مصرح ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اب عقد
ہمت کو ملاحظہ فرمایئے پس وہ دو وجہ پر متحقق ہوتا ہے اول وفور
شفقت ثانی ظہور اثر تقدیر۔ وفور شفقت کا بیان یہ ہے
ازبسکہ زیادتی شفقت بہ نسبت بندگان خدا منجملہ مقامات ولایت ہے
پس بالضرور انکو بوجہ کامل حاصل ہوئی لیکن چونکہ وہ حضرات ہدایت
کے واسطے مبعوث نہیں پس لابد انکی شفقت انکے حال
معاشیہ کی اصلاح میں مصروف ہو مثل دفع بلایا و حصول عطایا
و ترقی حال و عروج اقبال و امثال ذالک پس جس طور پر کہ
حضرات انبیاء کی شفقت بندگان خدا کی آخرت کے امور کی
اصلاح میں مصروف ہے ایسی ہی ان اولیا کی شفقت دربارہ
معاش انکے حال کے انتظام میں مبذول ہے پس بندگان خدا
کے حق میں حضرات انبیاء کی شفقت کی ایسی مثال ہے جیسے

شفقتِ آباءست بہ نسبتِ ابناء و شفقتِ این اکابر بہ نسبتِ
ایشان بمثابہ شفقت اُمہات ست بہ نسبت ابناء پس چنانکہ
شفقتِ پدری صلاحِ حال را پیشِ نظر میدارد اگرچہ یک گونہ
رنجے فی الحال او را پیش آید و حال شفقتِ مادری بالعکس
است ہمچنین تفاوتیکہ درمیانِ شفقت مبعوثین این بزرگواران
واقع ست قیاس باید کرد بالجملہ وجود باجودِ ایشان بسببِ فورِ
شفقت سراسر دعاے حالی ست و احیاناً بدعاے مقالی ہم
میکشد و مجیب الدعوات و واہب العطیات اکثر ادعیہ
اضطراریہ ایشان را کہ از شدتِ شفقت سر بر زدہ بمقتضاے
حکمتِ بالغہ خود اجابت میفرماید اما ظہورِ اثرِ تقدیر پس بیانش
آنکہ از آنجا کہ سینہ صفا گنجینہ ایشان بمثابہ آئینہ بیزنگ ست
و بسانِ شیشہ بیرنگ از انعکاسِ نورِ غیبی سراسر درخشان ست
و بفیضِ لاریبی بر تمام عالم نور افشان ہرچہ در عالمِ تقدیر مقدر
میگردد و ارادہ ربانی بصدورِ آن متعلق می شود ہر آئینہ
خواہشِ وجودِ آنچیز از دل ایشان جوش میزند و دعاے
ظہورِ آن در سینہ ایشان خروش میکند و این استدعاے
بلاشک مستجاب میشود بحضور رب الارباب چہ ظہور این دعا
تمہید نزولِ تقدیرِ ربانی ست نہ از مخترعاتِ تدبیرِ انسانی
و اما ورودِ الہام پس بیانش آنکہ ایشان بطریقِ اشارتِ
غیبی یا بطریقِ تفہیم و تعلیم یا در منامات و معاملات مامور
میشوند بفعلے از افعالِ عامہ بشریہ مثل کشتنِ کسی یا شکستنِ
چیزے یا دادنِ چیزے یا گرفتنِ چیزے و امثالِ آن از امور یکہ
درمیان افرادِ بنی آدم تعامل بہ آنہا جاری ست
اما دیگر افرادِ انسان ہمان امور را بنابر اقتضاے
ہواے نفسانی بعمل می آرند و این اکابر بنابر الہام

آبا و اجداد کو بیٹوں پوتوں کے ساتھ شفقت ہوتی ہے اور
حضرات اولیاء کو اُن لوگوں کے ساتھ ایسی شفقت ہے جیسے
ماؤں کو فرزندوں پر پس جیسے کہ شفقتِ پدری اپنے حال
کی اصلاح کے واسطے پیش نظر رکھتا ہے اگرچہ ایک قسم کا رنج
فی الحال اُسکو پیش آئے اور شفقتِ مادری کا حال بالعکس ہے
ایسے ہی وہ فرق کہ درمیان شفقت مبعوثین اور اُن بزرگوں کے
واقع ہے قیاس کرنا چاہیے الحاصل اِن کا وجود باجود
بسبب زیادتی شفقت سراسر دعاے حالی ہے اور کبھی دعاے
مقالی کی طرف بھی کھینچتا ہے اور مجیب الدعوات واہب العطایات
اکثر اُنکی دعاہاے اضطراریہ کو کہ کمال شفقت سے ظاہر ہوتی
ہیں اپنی حکمت بالغہ کی مقتضا سے قبول فرماتا ہے لیکن ظہور
اثر تقدیر پس بیان اُنکا یہ ہے جس صورت میں کہ اُنکا سینہ صفا
گنجینہ آئینہ کی طرح بے زنگ ہے اور شیشہ کی مانند بے رنگ
انعکاس نورِ غیبی سے سراسر درخشاں ہو اور فیض لاریبی سے
تمام عالم پر نور افشاں جو کچھ عالم تقدیر میں مقدر ہوتا ہے اور
ارادۂ ربانی اُسکے صدور کے ساتھ متعلق ہوتا ہے البتہ
اُس چیز کے وجود کی خواہش اُنکے دل سے جوش مارتی ہے
اور اُسکے ظہور کی دعا اُنکے سینہ میں خروش کرتی ہے اور یہ
استدعا بلاشک حضورِ رب الارباب میں مستجاب ہوتی ہے
کیونکہ اس دعا کا ظہور تقدیر ربانی کے نزول کی تمہید ہے
تدبیر انسانی کے خیالات سے اسکو کچھ تعلق نہیں لیکن ورود
الہام سو اسکا یہ بیان ہے کہ یہ حضرات بطریقِ اشاراتِ
غیبی یا بطور تفہیم و تعلیم یا منامات و معاملات میں افعال عامۂ
بشریہ میں سے کسی فعل کے ساتھ مامور ہوتے ہیں جیسے کسی کو
مار ڈالنا یا کسی چیز کا دینا یا کسی چیز کا لینا اور اُسکے مثل اور بہت
امور میں جنکا افراد بنی آدم میں رات دن شیوع اور اجرا ہے
لیکن دوسرے افراد انسان اِن اُمور کو اپنی خواہش نفسانی کی
اقتضا سے عمل میں لاتے ہیں اور یہ بزرگانِ دین بنابرِ الہام

ربانی چنانکه حضرت خضر علیه السلام فرموده وَمَا فَعَلْتُهٗ
عَنْ اَمْرِیْ پس همین افعال و اقوال که از سائر بنی آدم صادر
میگردد در حق ایشان از جمله طاعات شمرده میشود و در حق
این بزرگواران از جمله عبادات بالجمله اعمال این بزرگان
راجع میشود باصلاح حال عالم و ثمرهٔ اعمال دیگران راجع
بابقاے لذاتِ نفسانی بیت موسی اندر درخت آتش دید
سبز شد آن درخت اندر نار ٭ شهوت و حرص مرد صاحبدل
همچنین دان و این چنین انگار ٭ حالِ ایشان را بر حالِ ملائکه
قیاس باید کرد و قتلِ هزاران انبیاء و اولیاء که از حضرت
عزرائیل علیه السلام صادر میگردد چون بر طبق الهام ربانی ست
سرمایهٔ سعادت ست و قتل حضرت زکریا که از ظالمِ شقی سر بر
زد چون باقتضاے هواے نفسانی بود سراسر باعثِ شقاوت
و از بسکه حال ایشان مثل حال ملائکه ست پس چنانکه
ملائکة الله دو قسم اند ملاء اعلیٰ و مدبرات الامر اما ملاء اعلیٰ پس
شانِ ایشان اطلاقی ست که باصلاح قومی خاص یا شهری خاص
اختصاص ندارد بلکه نظرِ ایشان متوجه ست باصلاح تمام عالم
و خدمت کافه بنی آدم و اما مدبرات الامر پس هر یکے از
ایشان موکل ست بکارخانهٔ معین و همتِ ایشان مصروف
است باصلاح همون کاروبار کسے از ایشان موکل
است بر کارخانهٔ ابر و میغ و کسے موکل ست بر ارحام
بنا بر تصویر صورت و کسے از ایشان موکل ست
بر حفاظتِ بنی آدم الی غیر ذالک و همچنین بعضے
ازین بزرگواران بنا بر اصلاح حال مطلق
بنی آدم ماموراند اختصاص به قومے از
اقوام یا ببلدے از بلدان نمے دارند

ربّانی کام فرماتے ہیں چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایسے
ہی امور کی شان میں فرمایا ہے (ترجمہ اور میں نے خود بخود
نہیں کیا) پس یہی افعال اور اقوال کہ تمام بنی آدم سے
صادر ہوتے ہیں اُنکے حق میں از قبیل عبادات الحاصل
ان بزرگواروں کے اعمال کا مرجع اصلاح حال عالم ہے
اور دوسرے لوگوں کے افعال کا ثمرہ لذاتِ نفسانی ہیں بیت
موسی اندر درخت آتش دید سبز شد آن درخت اندر نار
شہوت و حرص مرد صاحب دل این چنین دان و این چنین انگار
انکے حال کو ملائکہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیے ہزاروں
انبیاء اور لاکھوں اولیاء کا قتل کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے
صادر ہوتا ہے چونکہ موافق الہام ربانی ہے سراسر
سرمایہ سعادت ہے اور حضرت زکریا کا قتل کہ ظالم شقی سے
واقع ہوا چونکہ باقتضاے خواہش نفسانی تھا بالکل باعثِ
شقاوت ہے اور ازبسکہ انکا حال فرشتوں کے حال کے
مثل ہے پس جس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے دو قسم کے ہیں
ملاء اعلیٰ اور مدبرات امر ۔ ملاء اعلیٰ کا یہ حال ہے کہ اُن کی
شان اطلاقی ہے یعنی کسی قوم خاص یا کسی شہر خاص کی
صلاح میں خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ انکی نظر تمام عالم کی
اصلاح اور جملہ بنی آدم کی خدمت کی طرف متوجہ ہے اور
مدبرات امر کی یہ شان ہے کہ ہر ایک اُنمیں سے ایک کارخانہ
معین اور مخصوص پر موکل اور متعین ہے اور انکی ہمت اُسی
کاروبار کی صلاح میں مصروف ہے کوئی اُنمیں سے کارخانہ
ابر اور بادل پر موکل ہے اور کوئی صورت بنانے کے لیے
ارحام پر متعین ہے اور کوئی بنی آدم کی حفاظت پر متعین ہے
علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ہر کام کے واسطے
علیحدہ علیحدہ موکل کر رکھا ہے ایسے ہی بعض ان بزرگواروں
میں سے بنی آدم کے حال مطلق کی اصلاح کے واسطے مامور
ہیں کسی شہر یا کسی قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے

مثل خضر علیہ السلام و ابدال و اوتاد و افراد و بعضے دیگر
بقومے خاص یا ببلدے خاص یا بعسکرے خاص
اختصاص میدارند مثل اقطاب و نجباء و رقباء و ایشانرا
از اہل خدمات میگویند پس قوم اول نائبان ملاء اعلی اند
و قوم ثانی نائبان مدبرات الامر و چنانکہ گاہے در باب
ادعیہ حالیہ و مقالیہ ملائکہ مقربین اختلافے واقع میشود کہ
یکے عروج قومے میخواہد و دیگرے عروج قومے دیگر و یکے
چیزے را ترجیح میدہد و دیگرے چیزے دیگر را و این را اختصام
ملاء اعلی میگویند۔ قال اللہ تعالی و تبارک حکایۃ عن رسولہ
وَمَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ
و باز حق جل جلالہ بحکمت بالغہ خود امرے را مناسب مصلحت
باشد جاری مینماید گاہے دعاے کسے را اجابت میفرماید و گاہے دعاء
دیگرے را۔ قال اللہ تبارک و تعالی وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ
بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥
ہمچنین درمیان ادعیہ اہل خدمات و ہمم ایشان نیز
تخالفے واقع می شود کہ یکے ظفر و فیروزی لشکری میخواہد
و دیگرے فتح و نصرت لشکرے دیگر حکیم علی الاطلاق و
مالک بالاستحقاق گاہے دعاے کسے را بموقف اجابت میرساند
و گاہے دعاے دیگرے را۔ قال اللہ تعالی ذٰلِكَ
تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ٥ و باید دانست کہ این بزرگواران
ہر چند در اوصاف وجاہت و مقامات ولایت مشابہت
تامہ بانبیاء اللہ میدارند اما چون منصب نیابت ایشان
در باب ہدایت و مرتبہ خلافت ایشان در باب
سیاست نمی دارند بنا علیہ بلقب ائمہ ملقب نشدند

مثل خضر علیہ السلام و ابدال و اوتاد و افراد اور بعضے ایک
قوم خاص یا ایک شہر خاص یا ایک لشکر خاص کے ساتھ
اختصاص رکھتے ہیں مثل اقطاب و نجباء و رقباء اور ان کو
اہل خدمت کہتے ہیں پس قوم اول نائبان ملاء اعلی ہے
اور قوم ثانی نائبان مدبرات الامر ہے اور جیسا کہ کبھی ملائکہ
مقربین کی دعاء حالیہ اور مقالیہ کے بارہ میں اختلاف واقع
ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ایک قوم کا عروج چاہتا ہے اور
دوسرا فرشتہ دوسری قوم کی ترقی کا طالب ہے اور ایک
ایک چیز کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرا دوسری چیز کو غلبہ دیتا ہے
اور اسکو اختصام ملاء اعلی کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و
تعالی نے حکایۃ اپنے رسول کی طرف سے فرمایا ہے (ترجمہ مجھکو
معلوم نہیں جب ملاء اعلی جھگڑتے تھے) اور پھر حق جل و علا
اپنی حکمت بالغہ سے کسی امر کو کہ مناسب مصلحت ہو جاری کرتا
ہے اور کبھی دوسرے کی دعا کو درجہ اجابت پر پہنچاتا ہے
فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ اور فرشتوں کو دیکھا تو نے
صفیں کیے ہوئے گرد عرش کے تسبیح کرتے ہیں ساتھ
تعریف پروردگار کے اور فیصلہ کیا گیا انہیں اور کہا گیا سب
تعریف اللہ ہی کو ہے جو رب ہے جہان والوں کا) ایسے ہی
اہل خدمات کے دعاؤں اور انکی ہمتوں میں بھی تخالف
واقع ہوتا ہے کہ ایک ایک لشکر کی فتحمندی اور فیروزی کا
جویاں ہے اور دوسرا دوسرے لشکر کی نصرت اور مدد کا
خواہاں ہے حکیم علی الاطلاق کبھی انکی دعا کو قبول کرتا ہے اور
کبھی انکی چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے (ترجمہ یہ اندازہ ہے غالب
جاننے والے کا ہے) اور جاننا چاہیئے کہ یہ بزرگواران بارگاہ
ہر چند اوصاف وجاہت اور مقامات ولایت میں حضرات
انبیاء کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے ہیں لیکن چونکہ ان کی
نیابت کا منصب در باب ہدایت اور انکی خلافت کا مرتبہ در باب
سیاست نہیں رکھتے نظر براں ائمہ کے لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوئے

تنبیہ ثانی در ذکر امامتِ باطنہ باید دانست کہ
اصحابِ امامتِ خفیہ از بسکہ ظلال ملائکہ مقربین اند نہ
تمثال انبیاء مرسلین مامور برعایت نظامِ عالم اند نہ مبعوث
بہدایتِ بنی آدم منصوب برائے خدمت شانِ تکوین اند
نہ متبوع در احکامِ شرع متین بناءً علیہ ملقب بلقب امام نگردیدند
و بہ منصب بعثت نرسیدند و اربابِ امامتِ تامہ ملقب
بہ خلیفہ راشد اند پس متبادر از مطلق لفظِ امام صاحبِ منصبِ
امامتِ باطنہ ست و بس بلکہ در کلامِ ملکِ علام ہم اکثر
استعمال لفظِ امام بر صاحب ہمین منصب ست۔ قال
اللہ تبارک و تعالیٰ وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا و نیز ظاہر ست
کہ از حضرت خلیل علیہ السلام سیاست صورت نہ بستہ
بلکہ آنچہ آنجناب را بنسبت عموم ناس ثابت ست ہمین
متبوعیت در اقسامِ ہدایت ست۔ قال اللہ تعالیٰ
وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا
وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۝ و قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنٰھُمْ
اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ
وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ
پس باید فہمید کہ از انجا کہ ایشان تمثال انبیاء اند و حالِ انبیاء اللہ
در باب انتشارِ ہدایت مختلف ست از بعضے انتشار ہدایت بوجہ اتم
صورت بست مثل خاتم الانبیاء و کلیم اللہ علیہما السلام و از بعضے
ایشان کمتر و از بعضے ایشان اقل قلیل مثل حضرت نوح علیہ السلام و
از بعضے ایشان یک فردے از افراد بنی آدم ہم مہتدی نشد مثل
حضرت لوط علیہ السلام پس چنانکہ ہر یکے از ایشان در منازل وجاہت
و مقاماتِ ولایت فائق بود و بہ ارسال و بعثت لائق

تنبیہ ثانی ذکر امامتِ باطنہ میں معلوم کرنا چاہیے
کہ اصحابِ امامتِ خفیہ از بسکہ ملائکہ مقربین کے ظل اور
سایہ ہیں نہ تمثال انبیاء مرسلین انتظام عالم کی رعایت کے
ساتھ مامور ہیں بنی آدم کی ہدایت کے واسطے مبعوث نہیں
مخلوق کی خدمت کے واسطے منصوب اور قائم ہیں احکام
شرع متین میں متبوع نہیں بنا بریں لقبِ امام انکے نام نہوا اور
منصبِ بعثت پر نہ پہنچے اور اربابِ امامتِ تامہ کو خلیفہ
راشد کا لقب عطا ہوا پس مطلق لفظ امام سے صاحبِ منصبِ
امامتِ باطنہ سمجھا جاتا ہے اور بس بلکہ کلامِ ملکِ علام میں
بھی لفظ امام کا استعمال اکثر ایسے منصب والے پر ہے فرمایا
اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب آزمایا ابراہیمؑ کو
اُسکے رب نے چند باتوں سے پس پورا کیا انکو فرمایا میں تجھکو
لوگوں کا پیشوا کرونگا) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام
سے سیاست ظاہر نہوئی بلکہ جو کچھ آنجناب کو بنسبت عوام الناس
ثابت ہے یہی متبوعیت اقسام ہدایت نہیں ہے۔ فرمایا اللہ
تعالیٰ نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ نے اور ہمنے اُنہیں سے امام بنائے
ہیں کہ ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں جب صبر کیا اُنھوں نے
اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ اور ہمنے انکو امام بنایا ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں
اور حکم کیا ہمنے انکو اچھے کاموں اور قائم رکھنے نماز اور دینے زکوٰۃ کا
اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے) پس سمجھنا چاہیے از آنجا
کہ یہ حضرات تمثال انبیاء ہیں اور حالِ انبیاء درباب انتشارِ
ہدایت مختلف ہے بعضوں سے انتشار ہدایت بوجہ کامل ہوا
مثل خاتم الانبیاء و کلیم اللہ علیہما السلام اور بعضوں سے کمتر
اور بعضوں سے بہت ہی کم مثل حضرت نوح علیہ السلام اور
بعضوں سے ایک فرد بھی افراد بنی آدم سے مسلمان نہوا مثل
حضرت لوط علیہ السلام پس جس طور پر کہ ہر ایک اُنمیں سے منازل
وجاہت اور مقاماتِ ولایت میں فائق اور ارسال و بعثت میں لائق

وورود فور رحمت و شفقت یگانۂ عصر بود و در ابواب ہدایت
یکتائے دہر قلت و کثرت ظہور ہدایت ہیچگونہ باعث سقوطِ
ایشان در منصبِ خود نگردیدہ و ازین سبب ہیچ وجہ غبار منقصہ بہ
دامنِ پاک ایشان نرسیدہ بانکہ کُلہم باہم دیگر در منصب نبوت
یکرنگ اند و در میزانِ رسالت ہمسنگ ہمچنین قیاس باید کرد کہ
شانِ آئمہ ہم در بابِ قلت و کثرتِ انتشارِ ہدایت مختلف ست
باوجودِ تماثلِ ایشان در منصبِ امامت قلّتِ ظہورِ ہدایت از
امامے باعثِ سقوطِ او از درجۂ علو و کمال یا انحطاطِ او در منصبِ
امامت نمی تواند شد ہمین ائمہ اہل بیت اند کہ از جملہ ایشان
امام جعفر صادقؓ کہ پیشوائے عالم اند و رہنمائے بنی آدم و از
جملہ ایشان جدامجد آنجناب حضرت سجادؓ اند کہ غیر از چندے
اکابر اہلِ بیت کمتر کسے از ایشان مستفید گردیدہ پس بلاحظۂ
این تفاوت اثباتِ منصب امامت بہ یکے و سلبِ آن از دیگرے
بشابہ اثباتِ نبوت جناب حبیبؐ و کلیمؑ ست و سلبِ آن از لوطؑ
والعیاذ باللہ پس ازینجا امامت منقسم شد بامامتِ مشہورہ و غیر
مشہورہ پس امامت فی الحقیقت از عطایائے ربانی ست نہ از
اصطلاحاتِ انسانی آرے اگر سعادتمندانِ اہلِ زمان از آن فیضیاب
شوند آن امامت مشہورہ باشد والا غیر مشہورہ درین مقام
چند لطیفہ ایست کہ در ضمن چند نکتہ بیان باید کرد **نکتۂ اول**
امامت ظلِ رسالت ست مبنائے آن بر اظہار ست نہ بر اخفا بخلاف سائر
اربابِ ولایت پس چنانکہ ادعائے منازلِ وجاہت و ادعائے مقامات ولایت
بیانِ معاملاتِ ربانی و کشفِ اسرارِ روحانی در حقِ اربابِ ولایت
مظنۂ سلب و زوال ست ہمچنین در حقِ ایشان باعث
ترقی و کمال آنچہ از قسم کلمات فخریہ ائمہ ہدیٰ سر بر زدہ مثل
آنچہ از حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ منقول ست

اور زیادتی رحمت اور شفقت میں یگانۂ عصر اور ابواب ہدایت
میں یکتائے دہر تھا اور ظہور ہدایت کی قلت و کثرت انکے
مرتبہ میں کسی طور پر خلل انداز نہوئی اور اس سبب سے کسی
طرح کے نقصان کا غبار انکے دامنِ پاک تک نہ پہنچا اور
کُل منصب نبوت میں یکرنگ ہیں اور میزانِ عدالت میں
ہم سنگ ایسے ہی قیاس کرنا چاہیے کہ شانِ ائمہ بھی انتشارِ
ہدایت کی قلت و کثرت کے بارہ میں مختلف ہے حالانکہ
منصبِ امامت میں انکو باہم تماثل حاصل ہے کسی امام
سے ہدایت کا کم ظاہر ہونا منصبِ امامت میں درجہ
علو و کمال سے اُسکے سقوط یا انحطاط (گھٹاؤ) کا باعث نہیں ہوسکتا
یہی ائمہ اہلِ بیت ہیں کہ منجملہ اُنکے امام جعفر صادقؓ ہیں کہ
پیشوائے عالم ہیں اور رہنمائے بنی آدم اور منجملہ اُنکے جدامجد
آنجناب حضرت سجادؓ ہیں کہ سوائے چند اکابر اہلِ بیت کم
لوگ اُنسے مستفید ہوئے پس اس تفاوت اور فرق کے لحاظ
سے ایک کے واسطے منصب امامت کا ثابت کرنا اور
دوسرے سے اُسکا سلب کرنا ایسا ہے جیسا کہ جنابِ
حبیبؐ اور حضرتِ کلیمؑ کے واسطے تو نبوت کا اثبات ہو
اور حضرت لوط علیہ السلام سے اُسکا سلب ہو العیاذ باللہ
پس اس جگہہ سے امامت کی دو قسمیں ہوئیں ایک امامتِ
مشہورہ ہے دوسری غیر مشہورہ اس مقام میں چند لطیفے ہیں جو
چند نکتوں کے ضمن میں بیان کیے جاتے ہیں **نکتہ اول**
امامت ظلِ رسالت ہے بنا اُسکا اظہار پر ہے نہ اخفا پر بخلاف
جملہ اربابِ ولایت پس جس طور پر کہ منازلِ وجاہت کا دعویٰ
اور مقامات کا ادعا اور معاملاتِ ربانی کا بیان اور اسرار
روحانی کا اظہار اربابِ ولایت کے حق میں مظنۂ سلب و
زوال ہے ایسے ہی انکے حق میں باعثِ ترقی و کمال ہے
جو کچھ کہ ائمہ ہدیٰ کے کلمات فخریہ مشہور ہیں جیسے حضرت
امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

أَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ
وَأَنَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ وانچه از سید الشهداء در معرکه کربلا
از اشعار مفاخرت مروی ست وهمچنین از سائر ائمه
اہل بیت و سیدی عبد القادر جیلانی رض و دیگر ائمہ ہدیٰ
این کلمات را از قبیل تحدیث بنعمۃ اللہ و تشبث برحمۃ
اللہ باید شمرد نه از جنس ہرزہ سرائی و خودستائی
بیت کار پاکان را قیاس از خود مگیر ٭ گرچه ماند
در نوشتن شیر و شیر ٭ نکتہ ثانی امام نائب رسول
است انچه سنت اللہ در بندگان خود بواسطۂ انبیاء
و رسل جاری فرمود ہمان سنت بواسطۂ ائمہ ہم
جاری می فرماید و از آن جملہ اتمام حجت ست بہ بعثت
ایشان یعنی تا وقتے کہ بعثت رسول متحقق نمی شود و
جحود و انکار ایشان در اشقیا سر بر نمی زند انتقام
ملک علام بہ نسبت اہل معاصی و آثام متحقق نمیگردد قال اللہ
تبارک و تعالیٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا
و این اتمام حجت بہ بعثت ائمہ ہم ثابت میگردد
قال اللہ تعالیٰ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ
الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ الی آخر القصۃ مراد ازین
قریہ انطاکیہ ست کہ حوارئین حضرت روح اللہ بسوے
ایشان مبعوث شدہ بودند آخر الامر اہل انطاکیہ
با ایشان بجحود و انکار پیش آمدند و در انتقام ملک علام
گرفتار گردیدند۔ وقال اللہ تعالیٰ فیہ ایضاً وَمَا أَنزَلْنَا
عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِنْ جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا
مُنزِلِينَ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ
پس این معنی بالیقین باید فہمید کہ چون در وقتے

(ترجمہ میں بڑا سچا ہوں میرے پیچھے نہیں کہیگا اسکو مگر
جھوٹا اور میری باتیں قرآن کے موافق ہیں) اور حضرت
سید الشہداء رض سے معرکہ کربلا میں اشعار فخریہ مروی ہیں اور
تمام ائمہ اہل بیت اور سیدی عبد القادر جیلانی رض اور دیگر ائمہ
ہدیٰ سے بھی اس قسم کے کلمات صادر ہوے ہیں سو از قبیل
تحدیث بنعمۃ اللہ و تشبث برحمۃ اللہ معلوم کرنا چاہیے یعنی
اللہ تعالیٰ کے اظہار نعمت اور تمسک برحمۃ پر ایسے کلموں کا
انکی زبان پر اجرا ہوتا ہے انکو ہرزہ سرائی اور خودستائی کی
جنس سے نہ خیال کرنا چاہیے بیت کار پاکاں را قیاس از
خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ٭ نکتہ ثانی امام نائب
رسول ہے جو کچھ طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں نبیوں
اور رسولوں کے واسطے سے جاری فرمایا اسی طریقہ کو اماموں
کے واسطے سے بھی جاری فرماتا ہے اور از انجملہ انکی بعثت کے
ساتھ اتمام حجت ہے یعنی تا وقتیکہ بعثت رسول متحقق نہیں ہوتی
ہے اور جحود اور انکار انکا بدبختوں میں ظاہر نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ
ملک علام کا انتقام اہل معاصی اور آثام کی نسبت ثابت
نہیں ہوتا ہے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ ہم عذاب
نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیجیں) اور یہ اتمام حجت
اماموں کی بعثت کے ساتھ بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اور انکو مثال سنا گاؤں والوں کی
جب آئے انکے پاس رسول۔ آخر قصہ تک) مراد اس قریہ
سے انطاکیہ ہے کہ حوارین حضرت روح اللہ انکی طرف مبعوث
ہوئی تھی اور آخر الامر اہل انطاکیہ انکے ساتھ جحود اور انکار
سے پیش آئے اور حضرت ملک علام کے انتقام میں گرفتار
ہوے اور اللہ تعالیٰ نے اسکے بارہ میں یہی فرمایا (ترجمہ
اور ہمنے اسکی قوم پر اسکے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا
اور نہ اتارین۔ نہیں ہے وہ مگر ایک آواز پس وہ بجھے ہوے
ہیں) پس یہ معنے بالیقین سمجھنے چاہیے کہ جو منجملہ اوقات

ازاوقاتِ امام قائم گردید دعوتِ او بر منصۂ ظہور
رسید لابد حجۃ اللہ بر جمیع اہلِ معصیت وفساد تمام
شد و وقتِ انتقامِ الٰہی از ایشان در رسید پس
گویا کہ معاصی و آثار بمعارضہ و مقابلہ امام بہ اتمام
می رسد ولاریب بسرحد انتقام می کشد و ازان جملہ مامور
شدن عباد ست بہ تفحصِ ایشان وطلبِ معرفت
ایشان قال اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ومراد از وسیلہ شخصے ست کہ
اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔ کما قال اللہ تعالیٰ
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ
اَیُّهُمْ اَقْرَبُ واقرب الی اللہ باعتبارِ منزلت
اول رسول ست بعدازان امام کہ نائبِ اوست
قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی
اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَقْرَبُهُمْ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ قال النبی
علیہ السلام مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ
فَقَدْ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وازان جملہ ایفاے
بعض مواعید ست کہ حق جل وعلا رسول خود
را بآن موعود فرمودہ پس بعض ازان را بدستِ
پیغمبر بمرتبہ ایفا رسانیدہ وبعضے دیگر را از دستِ نائبانِ او
تمام گردانید کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وظاہر ست کہ ابتداے
ظہور دین در زمانِ پیغمبر صلعم بوقوع آمدہ واتمام آن بدستِ حضرت
مہدی واقع خواہد گردید وہمچنین ست ہلاکِ کسریٰ وقیصر و
تملک خزائنِ ایشان کہ آنجناب بآن موعود شدہ بودند
وظہور آن از دستِ خلفاے راشدین واقع گردیدہ وازانجملہ

کسی وقت میں امام قائم ہوا اور دعا اُسکی منصۂ ظہور پر پہنچی لابد
حجتِ خدا تمام اہلِ معصیت اور جملہ اہلِ فساد پر تمام ہوئی اور وقت
انتقامِ الٰہی پہنچا پس گویا کہ معاصی اور گناہ امام کے معارضہ
اور مقابلہ کی وجہ سے کامل ہوتے ہیں اور لاریب سرحدِ
انتقام کی طرف کھینچتے ہیں اور ازانجملہ اُنکی تلاش اور اُن کی
معرفت کی طلب میں بندوں کے مامور ہونا ہے۔ فرمایا
اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو
اور اُسکی طرف وسیلہ تلاش کرو) اور مراد وسیلہ سے وہ شخص ہے
کہ مرتبہ میں اقرب الی اللہ ہو چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
(ترجمہ یہی لوگ ہیں کہ پکارتے ہیں تلاش کرتے ہیں اپنے
پروردگار کے پاس سب سے کون زیادہ اُن کا قریب ہے)
اور اقرب الی اللہ باعتبار منزلت اول رسول ہے بعد
ازاں امام کہ نائب اُسکا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ لوگوں میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو قیامت میں
اور بہت نزدیک بیٹھنے والا امام منصف ہے) فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جسنے اپنے زمانہ کے امام
کو نہ پہچانا تو مرا موت جہالت کی) اور ازانجملہ بعض وعدوں کا
ایفا اور پورا کرنا ہے کہ جناب باری نے اپنے رسول کو اُسکے
ساتھ موعود فرمایا پس بعض کو اُنمیں سے پیغمبر کے ہاتھ سے
پورا کرایا اور بعض کو اُسکے نائبوں کے ہاتھ سے مرتبہ ایفا پر
پہنچایا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ وہ وہ ذات ہے جس نے
بھیجا رسول اپنا ہدایت اور دین حق لیکر تو کہ غلبہ دیوے
سب دینوں پر) اور ظاہر ہے کہ ابتداے ظہور دین زمانۂ پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوا اور اتمام اُسکا حضرت مہدی
علیہ السلام کے ہاتھ سے وقوع میں آئیگا اور ایسے ہی کسریٰ اور
قیصر کا ہلاک ہونا اور اُنکے خزانوں کا مالک ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکا وعدہ فرمایا تھا اور
ظہور اُسکا خلفاء راشدین کے ہاتھ سے واقع ہوا اور ازانجملہ

اتمام امرِ ست کہ رسول بآن مامور شدہ بودند و ادائے آن از امام صورت بست۔ قال اللہ تعالیٰ قُلْ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۝ و ظاہر ست کہ تبلیغ رسالت بنسبت جمیع ناس از آنجناب متحقق نگشتہ بلکہ امر دعوت از آنجناب شروع گردیدہ یومًا فیومًا بواسطہ خلفائے راشدین و آئمہ مہدئین رو بہ تزاید کشید تا اینکہ بواسطہ امام مہدیؑ باتمام خواہد رسید و ہمین نیابت را در امور مذکورۃ الصدر وصایہ می نامند یعنی چنانکہ وصی در طلب و ادائے حقوق قائم مقام منیب میباشد ہمچنین امام قائم مقامِ پیغمبر ست در معاملاتے کہ درمیانِ خدا و رسولِ او منعقد گردیدہ و از ان جملہ ست ثبوتِ ریاست یعنی چنانکہ انبیاء اللہ را بنسبتِ اُمّت خود یک نوعے از ریاست ثابت ست کہ بلاحظہ ہمان ریاستِ ایشان را امتِ این رسول میگویند و این رسول را رسول این اُمّت و در بسیارے از امورِ دنیویہ ہم تصرفِ رسول در ایشان جاری ست۔ کما قال اللہ تعالیٰ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ و در مقدمات اُخرویہ ہم ولایت او ثابت قال اللہ تعالیٰ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا ۝ ہمچنین امام را ہم در دنیا و آخرت مثل این ریاست بنسبت مبعوث الیہم ثابت ست قال النبی صلعم اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ وقال اللہ تعالیٰ وَیَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ قال النبی صلعم اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ نکتہ ثالث امام بمنزلہ فرزند سعادتمند رسول ست

اتمام امر ہے کہ رسول اُسکے ساتھ مامور ہوئے تھے اور اُسکا ادا ہونا امام سے ظاہر ہوا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ کہدے تو اے لوگو میں اللہ تعالیٰ کا رسول تم سب کی طرف آیا ہوں) اور ظاہر ہے کہ تبلیغ رسالت بہ نسبت جمیع مردماں آنجناب سے متحقق نہوئی بلکہ امر دعوت آنجناب سے شروع ہوا اور یومًا فیومًا خلفاء راشدین اور ائمہ مہدئین کے واسطے سے اتمام کو پہنچیگا اور ایسی نیابت کو امور مذکورۃ الصدر میں وصایا کہتے ہیں یعنی جیسے کہ وصی طلب اور ادائے حقوق میں منیب کے قائم مقام ہوتا ہے ایسے ہی امام اُن معاملات میں کہ درمیان خدا اور اُسکے رسولؐ کے منعقد ہوئے قائم مقام پیغمبر کے ہے اور از انجملہ ثبوتِ ریاست ہے یعنی جیساکہ انبیاء اللہ کو اپنی امت کی نسبت ایک نوع کی ریاست ثابت ہے اُسی ریاست کے ملاحظہ سے اُنکو اُمّت اس رسول کی کہتے ہیں اور اس رسول کو اس اُمّت کا رسول بولتے ہیں اور بہت سے اُمورِ دنیویہ میں بھی تصرفِ رسولؐ کا اُن میں جاری ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ نبی بہتر ہے ساتھ ایمان والوں کے اُنکی جانوں سے) اور مقدمات اخرویہ میں بھی ولایت اُسکی ثابت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ پھر کیونکر ہو جب ہر ایک اُمّت سے ایک گواہ کھڑا کریں اور مجھکو اُنپر گواہی دینے والا) ایسے ہی دنیا اور آخرت میں امام کے واسطے بھی ایسی ریاست بہ نسبتِ مبعوث الیہم ثابت ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کیا تمکو معلوم نہیں کہ میں مومنین کی جانوں سے بہتر ہوں کہا کیوں نہیں پھر فرمایا اے اللہ میں جسکا ولی ہوں علیؓ بھی اُسکا ولی ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ترجمہ اور جسدن بلاوینگے ہم سب کو اُنکے اماموں کے ساتھ اور کھڑا کرو اُنکو اُنسے دریافت ہوگا) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ دریافت ہوگا حضرت علیؓ کی ولایت کی بابت) نکتہ ثالث امام بمنزلہ فرزند سعادتمند رسولؐ ہے۔

وسائر اکابر امت و اعاظم ملت بمنزلۂ ملازمان خدمتگزار اند و
فدویان جان نثار پس چنانکہ تمام اکابر سلطنت و ارکان مملکت را
تعظیم شاہزادہ والاقدر ضرورست و توسل با و واجب و موازنۂ
خود با و علامت نمکحرامی ست و اظہار مفاخرت برو امارت
بدانجامی ہمچنین تواضع و تذلل ہر صاحب کمال بحضور او باعث
سعادت دارین ست و شمردن علم و کمال خود روبروے او جالب
شقاوت نشاتین یگانگی با او یگانگی ست با رسول و بیگانگی از و
بیگانگی ست از رسول خصوصاً درین مقام کہ منصب نیابت
پیغمبر ہم از جانب حکیم علی الاطلاق با و مفوض گردید پس حالش
درضمن این تمثیل باید فہمید کہ از مقربان بادشاہی امیرے
باشد بغایت جلیل القدر مقرب درمیان حضار دربار مامور
بر خدمات عمدہ قائم بر مناصب عالیہ و او را فرزندے باشد بغایت
سعید شائستۂ حضور بادشاہے و قابل تفویض خدمات و لیاقت و ہنر
پدر خود و ہمراہ پدر خود آمد و رفت ببارگاہ بادشاہی میدارد و عزت
و اعتبار در نگاہ بادشاہ و در حضار آن بارگاہ بادشاہی بحدے بدست
آوردہ کہ منصب نیابت پدر خود با و از حضور سلطانی مفوض گردیدہ
پس اگر کسے از رفقاے پدر او با او راہ مساوات خواہد پیمود و بہ
منصب خود در مقابلہ او تفاخر خواہد نمود ہم نمکحرامی بہ نسبت آقاے خود
کہ آن امیر کبیر ست با و عائد خواہد شد و ہم عتاب سلطانی برو متوجہ
خواہد گردید ہمچنین سرکشی و روتابی از امام وقت گستاخی ست
بہ نسبت او و مساوات او ست بہ نسبت رسول و اعتراض
مخفی ست بر حکیم علی الاطلاق کہ این چنین شخص ناقص را
منصب نیابت آنچنان شخص کامل عطا فرمود بالجملہ تقرب
الی اللہ بترک توسل ایشان خیالے ست پر اختلال و وہمے ست سراسر
باطل و محال ہیہات بے عنایات حق و خاصان حق را

اور تمام بزرگان ملت و امت بمنزلہ ملازمان خدمتگزار اور فدویان
جاں نثار ہیں پس جس طور پر کہ تمام اکابر سلطنت اور ارکان مملکت کو
تعظیم شاہزادہ والاقدر کی ضروری ہے اور توسل اُسکے ساتھ
واجب ہے اور اُسکے ساتھ مقابلہ نمک حرامی کی علامت ہے
اور اُس پر اظہار مفاخرت بدانجامی کی نشانی ہے ایسی ہی تواضع
اور تذلل ہر صاحب کمال کے حضور میں باعث سعادت دارین ہے
اور اُسکے روبرو اپنے علم و کمال کا گننا باعث شقاوت نشاتین ہے
اور اُسکی یگانگی رسول کی یگانگی ہے اور اُس سے بیگانگی
رسول کی بیگانگی ہے خصوصاً اس مقام میں کہ پیغمبر کی نیابت کا
منصب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکو عطا ہوا سو حال اُس کا
اس تمثیل کے ضمن میں سمجھنا چاہیے کہ ایک بادشاہ کے مقربان
بارگاہ سے کوئی امیر جلیل القدر ہو کہ خدمات عمدہ پر مامور ہو اور
اُسکا کوئی فرزند سعید ہو اور حضور بادشاہی کے لائق ہو اور
تفویض خدمات کے قابل ہو لیاقت اور ہنر میں اپنے باپ کے
مشابہ ہو اور اپنے باپ کے ہمراہ بارگاہ بادشاہی میں آمد و رفت
رکھے اور عزت و اعتبار نگاہ بادشاہ اور حضار بارگاہ میں
اس درجہ حاصل کیا کہ باپ کی نیابت کا منصب اُسکو
حضور سلطانی سے عطا ہوا پس اگر کوئی شخص اُسکے باپ کے
رفیقوں میں سے اُسکے ساتھ راہ مساوات اختیار کرے اور
اُسکے مقابلہ میں تفاخر چاہے البتہ اُسکے آقا کی نسبت کہ وہ
امیر کبیر ہے نمکحرامی اُسکی طرف عائد ہوگی اور عتاب سلطانی کا
بھی مستوجب ہوگا ایسی ہی سرکشی اور روگردانی امام وقت
سے گستاخی ہے بہ نسبت اُسکے اور مساوات اُسکی ہی بہ نسبت
رسول کے اور اعتراض مخفی ہے حکیم علی الاطلاق پر کہ
ایسے ناقص شخص کو ایسے کامل شخص کی نیابت کا منصب
عطا فرمایا۔ حاصل کلام تقرب الی اللہ انکے توسل کے ترک
کرنے کی صورت میں ایک خیال ہے پر اختلال اور ایک وہم ہے
سراسر باطل اور محال ہیہات بے عنایات حق و خاصان حق را

گر ملک باشد سیہ گردد ورق ⁂ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حُبُّ عَلِیٍّ حَسَنَةٌ لَا تَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ وَبُغْضُ عَلِیٍّ سَيِّئَةٌ لَا تَنْفَعُ مَعَهَا حَسَنَةٌ وقال علیہ السلام اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ⁂ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَسَائِرَ الْمُسْلِمِينَ حُبَّ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاتْبَاعِهِمْ بَلْ حُبَّ جَمِيعِ اَئِمَّةِ الْهُدٰى وَاتْبَاعِهِمْ اٰمِين يَا رَبَّ الْعَالَمِين **تنبیہ ثالث در ذکر امامتِ تامّہ** وآن را خلافتِ راشدہ وخلافت علی منہاج النبوت وخلافتِ رحمت نیز گویند باید دانست کہ چون چراغِ امامت در شیشۂ خلافت جلوہ گر گردید نعمتِ ربّانی در بابِ پرورش نوعِ انسانی باتمام رسید وکمالِ روحانی باکمالِ این رحمتِ رحمانی بشابہ نورٌ علیٰ نور بسانِ آفتاب درخشید ہرچند بقیامِ خلافتِ راشدہ ازجانبِ حق نعمت و رحمت تمام وکامل گردید فاما گاہے سعادتِ اہل زمان اقتضامی نماید کہ جماہیر اہل اسلام برقبولِ خلافتِ راشدہ اتفاق نمایند وبجان ودل حکومتِ خلیفہ راشد اختیار کنند امر خلافتِ ربّانی انتظام میگیرد ومقدمہ سیاستِ ایمانی بخوبی سرانجام می پذیرد وآن را خلافت منتظمہ میگویند ودر بعضے احیان بحسبِ تقدیرِ ربّانی وقضائے آسمانی ہرچند خلیفہ راشد بر روے کار می آید ودر بابِ اقامتِ خلافت سعی بلیغ بجامی آرد فاما اتفاقِ جماہیر مسلمین صورت نہ بندد وانتظام کافہ امت دست ندہد پس درین صورت اگرچہ خلیفہ راشد موجود ست ودر اقامتِ خلافت ساعی فاما انتظام خلافت بوقوع نیامدہ آن را خلافت

گر ملک باشد سیہ گردد ورق ⁂ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ علیؓ کی دوستی نیکی ہے نہ نقصان کرے ساتھ اُسکے گناہ اور علیؓ کی دشمنی ایک گناہ ہے نہ فائدہ کرے ساتھ اُسکے کوئی نیکی) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار ہو کہ میری اہل بیت تمہارے واسطے مثل کشتی نوحؑ کی ہیں جو سوار ہوا بچا اور جو رہگیا ہلاک ہوا۔ نصیب کرے ہمکو اور تمام مسلمانوں کو محبت اہل بیت کی بلکہ تابعداری اُنکے کی بلکہ محبت تمام ائمہ مہدیین کی۔ ایسا ہی ہووے اے پروردگار جہان والوں کے) **تنبیہ ثالث ذکرِ امامتِ تامہ میں** اور اُسکو خلافتِ راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوت اور خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ جو چراغ امامت شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا نعمت ربانی کا دیباب پرورش نوع انسانی ہر ایک کے دل میں اثر ہوا اور کمال روحانی اس رحمتِ رحمانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نور بسانِ آفتاب درخشاں ہوا ہرچند خلافتِ راشدہ کی قیام سے جانب حق سے نعمت اور رحمت تمام اور کامل ہوئی لیکن کبھی زمانے والوں کی سعادت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جملہ اہل اسلام قبول خلافت راشدہ پر اتفاق کریں اور جان ودل سے خلیفہ راشد کی حکومت اختیار کریں اُس وقت امر خلافت ربانی کا پُورا انتظام ہوتا ہے اور سیاستِ ایمانی کے مقدمہ کا بخوبی سرانجام ہوتا ہے اور اسکو خلافت منتظمہ کہتے ہیں اور بعض اوقات میں بحسبِ تقدیر ربانی وقضائے آسمانی ہرچند خلیفہ راشد ظہور فرماتا ہے اور درباره اقامتِ خلافت کمال کوشش بجالاتا ہے لیکن تمام مسلمانوں کے اتفاق کی صورت ظہور میں نہ آئے اور جمیع اُمت کا انتظام جلوہ نہ دکھلائے پس اس صورت میں اگرچہ خلیفہ راشد موجود ہے اور اقامت خلافت میں ساعی لیکن انتظام خلافت وقوع میں نہ آئے اُسکو خلافت

غیر منتظمہ میگویند پس خلافت راشدہ دو قسم شد خلافت منتظمہ
مثل خلافت خلفاء ثلثہ و خلافت غیر منتظمہ مثل خلافت
مرتضی علی علیہ السلام اما خلافت غیر منتظمہ پس این انتشارِ
امرِ خلافت باوجود خلیفہ راشد مشابہ قلتِ ظہورِ ہدایت
رسول ست مثل حضرت نوح علیہ السلام پس چنانچہ قلت
ظہور ہدایت ہیچگونہ غبارِ منقصت دامانِ پاکِ حضرت
نوح را نمی آلاید ہمچنین عدمِ انتظامِ خلافت ہیچ وجہ
نقصانے بخلیفہ راشد نمی رساند پس خلافت غیر منتظمہ
را اگر باعتبار وجود خلیفہ راشد ملاحظہ کنیم باید کہ بگوئیم کہ
خلافتِ راشدہ متحقق ست و اگر باعتبارِ عدمِ انتظام و
تفرق اہلِ اسلام ملاحظہ کنیم باید کہ بگوئیم کہ متحقق نیست
پس انچہ در حدیث شریف آمدہ الخلافۃ بعدی ثلثون
سنۃ آن بملاحظہ اعتبار اول ست و انچہ بعضے از احادیث
بر اختتامِ خلافت بر حضرت ذی النورینؓ دلالت میکند
نظر باعتبار ثانی چنانکہ ابو بکر ثقفی روایت کردہ اَنَّ رَجُلاً
قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَأَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَانًا
نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ
وَوُزِنَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَکْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ
فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ
صلعم یعنی فَسَاءَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ خِلَافَۃُ نُبُوَّۃٍ ثُمَّ یُؤْتِی
اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَاءُ وقال رسول اللہ صلعم
اُرِیَ اللَّیْلَۃَ رَجُلٌ صَالِحٌ کَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ نِیْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنِیْطَ عُمَرُ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَنِیْطَ
عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ

غیر منتظمہ کہتے ہیں پس خلافت راشدہ کی دو قسم ہوئیں ایک
خلافت منتظمہ مثل خلافت خلفائے ثلثہ دوسری خلافت
غیر منتظمہ مثل خلافت مرتضی علی علیہ السلام یہ بھی یاد رکھنا
چاہئے کہ خلافت غیر منتظمہ میں انتشار امر خلافت باوجود خلیفہ
راشد مشابہ قلت ظہور ہدایت رسول ہے مثل حضرت
نوح علیہ السلام پس جس طور پر کہ قلت ظہور ہدایت سے حضرت
نوح علیہ السلام کا دامان پاک غبار آلودہ نقصان نہیں
ہوتا ہے ایسے طور پر عدم انتظام خلافت سے کسی وجہ پر خلیفہ
راشد کا مجموعہ عزت وجاہ پریشان نہیں ہوتا ہے پس
خلافت غیر منتظمہ کو اگر باعتبار وجود خلیفہ راشد ملاحظہ کریں
ہمکو کہنا چاہیے کہ خلافت راشدہ متحقق ہے اور اگر ہم باعتبار
عدم انتظام وتفرق اہل اسلام معائنہ کریں ہم کہیں کہ
متحقق نہیں پس جو کچھ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ
(ترجمہ خلافت میرے بعد تیس برس رہیگی) وہ بملاحظہ
اعتبار اول ہے اور وہ احادیث کہ اختتام خلافت
ذی النورینؓ پر دلالت کرتی ہیں بنظر اعتبار ثانی ہیں چنانچہ
ابو بکر ثقفیؓ نے روایت کی ہے (ترجمہ ایک آدمی نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ خواب میں دیکھا
میں نے کہ آسمان سے ترازو اتری ہے آپ کو اور ابوبکرؓ
کو تولا تو آپ بھاری ہوے اور ابوبکر و عمرؓ تُلے تو ابوبکرؓ بھاری
ہوے اور عمر و عثمانؓ تُلے تو عمرؓ بھاری ہوے پھر ترازو چلی
گئی۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناخوشی حاصل
ہوئی پس فرمایا یہ خلافت نبوت ہے پھر دیگا اللہ تعالی ملک
جس شخص کو کہ چاہیگا) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ خواب دیکھا ایک نیک آدمی نے گویا کہ ابوبکرؓ والی
ہوے رسول اللہ کے اور والی ہوے عمرؓ ابوبکرؓ کے اور
والی ہوے عثمانؓ عمرؓ کے۔ کہا جابرؓ نے جب ہم کھڑے ہوے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کہا ہم نے لیکن نیک آدمی

فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا نُوْطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ الْاَمْرِ الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ نَبِيَّهٗ صلعم

واما خلافتِ منتظمہ پس گاہے انتظامِ آن بکمال می رسد بوجہیکہ عظمتِ خلیفہ راشد در زمانِ خلافت او مسلّم طوائفِ انام باشد و زبانِ دہر خاص و عام ہیچکس را از تسلّط او رنج ملالے ہم نرسد و نہ کسے را در لیاقتِ او قیل و قال و این را خلافتِ محفوظہ میگوئیم و گاہے بعضے اہلِ زمان از تسلّطِ خلیفہ راشد رنجے میکشند و زبانِ طعن و ملامت بدو میکشایند فاما بحفاظت ربانی و تائیدِ آسمانی رد و قدح ایشان تا بسرحدِ بغی و خروج نمیرسد و ملالِ قلبی ایشان تا بخلع بیعت نمیکشد و انتظامِ خلافت بظاہر بر حسب مرضی خلیفہ راشد میرود اگرچہ احکامِ او بر قلوبِ بعضے از اہلِ زمان گران میگذرد و آن را خلافتِ مفتونہ میگوئیم پس خلافت منتظمہ ہم دو قسم شد محفوظہ مثل خلافتِ شیخین و مفتونہ مثل خلافتِ ذی النورین اما خلافت محفوظہ پس ہمون ست نعمتِ عظمیٰ و غنیمتِ کبریٰ در حق جمہور بنی آدم بلکہ دربارہ تمامی عالم پس خلافتِ راشدہ درین صورت من کل الوجوہ متحقق ست ہم باعتبار وجود خلیفہ راشد و ہم باعتبارِ ظاہر انتظام اہل امّت و ملّت و ہم باعتبار اذعان و اطمینان اہلِ زمان و اذعانِ کافہ اقران و اخوان اما خلافت مفتونہ پس ہرچند باعتبار وجودِ خلیفہ راشد و جریان ظاہر انتظام درمیانِ طوائفِ انام بلاریب موجود ست فاما باعتبار فقدان اطمینان قلبی اہلِ زمان حکماً مفقود بنا علیہ در بعضے احادیث اشارتے باتمام خلافت بر زبانِ فاروق اعظم رضی واردشدہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِيْ فِيْ قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور متعلق ہونا بعض کا بعض کے ساتھ پس وہ والی ہونا ہے کام کا جو کہ بھیجا اللہ تعالیٰ نے ساتھ اسکے اپنے نبی صلعم کو) رہی خلافت منتظمہ سو کبھی اُس کا انتظام ایسے وجہ پر کمال کو پہنچتا ہے کہ خلیفہ راشد کی عظمت اُنکی عظمت اُسکے زمانہ خلافت میں تمام اہل زمانہ تسلیم کریں اور سب اُنکی بڑائی کا دم بھریں کسی کو اُنکی تسلّط سے رنج و ملال اور نہ کسی کو اُنکی لیاقت میں قیل و قال کی گنجایش ہو اسکو ہم خلافت محفوظہ کہتے ہیں اور کبھی بعض اہلِ زمان خلیفہ راشد کے تسلّط سے رنج کھینچتے ہیں اور زبان طعن و ملامت دراز کرتے ہیں لیکن بحفاظت ربانی و تائید آسمانی اُن کا ردّ و قدح سرحد بغاوت اور خروج تک نہیں پہنچتا اور اُنکا ملال قلبی خلع بیعت تک نہیں کھنچتا اور انتظام خلافت بظاہر حسب مرضی خلیفہ راشد ہوتا ہے اگرچہ اُسکے احکام بعض اہلِ زماں کے دلوں پر گراں گزرتے ہیں اور اسکو ہم خلافتِ مفتونہ کہتے ہیں پس اس اعتبار سے خلافت منتظمہ کی بھی دو قسمیں ہوئیں ایک محفوظہ مثل خلافت شیخین دوسری مفتونہ مثل خلافت ذی النورین لیکن خلافت محفوظہ جمہور بنی آدم اور تمامی عالم کے حق میں نعمتِ عظمیٰ اور غنیمتِ کبریٰ ہے پس خلافت راشدہ اس صورت میں من کل الوجوہ یعنی باعتبار وجود خلیفہ راشد اور باعتبارِ ظاہر انتظام اہلِ امّت ملّت اور باعتبار اذعان و اطمینان اہلِ زماں اور باعتبار ایقان جملہ اقران و اخوان متحقق ہوتی ہے اما خلافتِ مفتونہ پس ہرچند باعتبارِ وجود خلیفہ راشد اور بحسب ظاہر انتظام بلاریب موجود ہے لیکن باعتبار فقدان اطمینان قلبی حکماً مفقود نظر برآں بعض احادیث میں اتمام خلافت کے بارہ میں ایک قسم کا اشارہ حضرت فاروق اعظم کی زبان پر وارد ہوا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) ایک وقت سوتے میں مَیں نے دیکھا کہ میں کنوین میں ہوں اور اُسپر ڈول ہے پس میں نے کھینچا اس سے

مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَخَذَھَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْھَا
ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰہُ یَغْفِرُ لَہٗ
ضَعْفَہٗ ثُمَّ اَخَذَھَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ
فَاسْتَحَالَتْ فِیْ یَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّہٗ
حَتّٰی رَوِیَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ تفاضل
درمیانِ خلفاء راشدین باعتبار انتظام وانتشارِ امرِ خلافت
عارضی ست نہ از اصلِ کمالِ خلافت بمشابہ
تفاضلِ انبیاء مرسلین باعتبارِ قلت وکثرتِ ہدایت
کہ آن ہم تفاضل عارضی ست نہ از اصلِ منصب رسالت
ودرین مقام چند لطیفہ ایست متعلق باحکام مطلق خلیفہ
راشد کہ آن را در ضمن چند نکتہ بیان میکنیم نکتۂ اولیٰ
خلیفہ راشد عبارت است از شخصے کہ صاحب منصبِ
امامت باشد وابوابِ سیاستِ ایمانی از وظاہر شود
پس ہر کہ باین منصب رسید ہمان ست خلیفہ راشد
خواہ در زمانِ سابق ظاہر شود خواہ در زمانِ لاحق خواہ
در اوائل اُمت باشد خواہ در اواخرِ آن خواہ فاطمی
الحسب باشد خواہ ہاشمی النسب خواہ قصوی الاصل
باشد خواہ قریشی النسل این لفظ خلیفہ راشد بمنزلہ لفظ
خلیل اللہ یا کلیم اللہ وروح اللہ وحبیب اللہ وصدیق
اکبرؓ وفاروق اعظمؓ وذو النورینؓ ومرتضیٰؓ ومجتبیٰؓ وسید الشہداءؓ
وامثالِ ذٰلک تصور نباید کرد کہ ہر یک ازان لقبے ست
خاص کہ بذاتِ بزرگی از بزرگانِ دین اختصاص میدارد
از اطلاقِ آن لقب ذاتِ ہمان بزرگ مفہوم میشود
ہمچنین گمان نکند کہ لفظ خلفاء راشدین ہم
بذوات خلفائے اربعہ اختصاص میدارد کہ

جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر لے لیا اُسکو مجھ سے ابوبکرؓ
پس کھینچے دو ڈول یا ایک ڈول اور اسکے کھینچنے میں ضعف ہے
اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اُنکے حال پر اُسکو اُنکے ہاتھ سے عمرؓ
نے لے لیا اور اُسکے ہاتھ میں اچھا معلوم ہوتا تھا پس نہیں
دیکھا میں نے کسی کو کہ کھینچے اُسکا سا کھینچنا سیر کردیا لوگونکو
اور خوب خوش ہوئے) تفاضل اور زیادتی خلفاء راشدینؓ
کے درمیان امر خلافت کے انتظام اور انتشار کی اعتبار
سے عارضی ہے اصل کمالِ خلافت سے اسکو تعلق نہیں
اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسا انبیاء مرسلینؑ کا تفاضل
باعتبار قلت وکثرتِ ہدایت ہے کہ وہ بھی تفاضل
عارضی ہے اصل منصبِ رسالت سے نہیں اس مقام
میں چند لطیفے ہیں کہ جنکا تعلق احکام مطلق خلیفہ راشد
کے ساتھ ہے جنکو چند نکتے کے ضمن میں ہم بیان کرتے ہیں
نکتہ اولیٰ خلیفہ راشد اُس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب
منصبِ امامت ہو اور سیاستِ ایمانی کے معاملات
اُس سے ظاہر ہوں سو جس کسی کو یہ منصب عنایت ہوا
وہی خلیفہ راشد ہے خواہ زمانہ سابق میں ظاہر ہوئی خواہ
زمانہ لاحق میں خواہ اوائل اُمت میں ہو خواہ اواخر میں
خواہ فاطمی الحسب ہو خواہ ہاشمی النسب خواہ قصوے
الاصل ہو۔ خواہ قریشی النسل اس لفظ خلیفہ کو بمنزلہ
لفظ خلیل اللہ یا کلیم اللہ اور روح اللہ اور حبیب اللہ
اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور ذو النورینؓ اور مرتضیٰؓ
اور مجتبیٰؓ اور سید الشہداءؓ وغیرہ تصور نکرنا چاہیے کہ ہر
ایک کا ان میں سے ایک لقب خاص ہے کہ بزرگان
دین میں سے ایک بزرگ کی ذات کی خصوصیت رکھتا ہے
اُس لقب کے اطلاق سے اُسی بزرگ کی ذات سمجھی
جاتی ہے اور یہ بھی نہ خیال کرنا چاہیے کہ لفظ خلفاء
راشدین خلفاء اربعہ ہی کی ذات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے کہ

از اطلاق این لفظ ذات همین بزرگان مفهوم میگردد حاشا و کلا بلکه
این لقب را بمنزلہ ولی اللہ و مجتہد و عالم و عابد و زاہد و فقیہ و محدث و متکلم و
حافظ و بادشاہ و امیر و وزیر تصور باید کرد کہ ہر یکے ازان بر صفتے خاص دلالت
مینماید ہر کہ بآن صفت متصف باشد و بران منصب قائم ہمون ست
ملقب بآن لقب پس چنانکہ گاہے گاہے موجے از دریاے رحمت
سر می برآرد و امام را از ائمہ ہدی بروے کار می آرد ہمچنین گاہے
نعمت اللہ بکمال میرسد و امامے را بر تخت خلافت جلوہ گر میکند پس ہمون
امام خلیفہ راشد آن زمان ست و آنچہ در حدیث شریف وارد شدہ
کہ زمانۂ خلافت راشدہ بعد وفات رسول مقبول علیہ الصلوۃ
والسلام بقدر سی سال ست و بعد ازان زمانہ سلطنت پس
مراد ازان این ست کہ خلافت راشدہ علی سبیل الاتصال والتواتر
بقدر سی سال خواہد ماند نہ آنکہ تا قیام قیامت زمانہ خلافت
ہمین قدر ست و بس بلکہ مدلول حدیث مذکور ہمین ست کہ خلافت
راشدہ بانقضاے سی سال منقطع خواہد گردید نہ آنکہ بعد
انقطاع الی ابد الآباد عود نخواہد کرد بلکہ حدیثے دیگر بر عود خلافت راشدہ
بعد انقطاع ان دلالت میدارد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا
اللّٰهُ تَعَالَى ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ
مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالَى ثُمَّ تَكُونُ
مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا
اللّٰهُ تَعَالَى ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُونَ ثُمَّ
يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالَى ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ
و نیز ظاہر ست کہ خلافت حضرت مہدی علیہ السلام افضل انواع
خلافت راشدہ ست یعنی خلافت منتظمہ محفوظہ چہ در وصف
ایشان وارد شدہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس لفظ کے بولنے سے انھیں کی ذات مفہوم ہوتی ہے حاشا
وکلا بلکہ اس لقب کو بمنزلہ ولی اللہ و مجتہد و عالم و عابد و زاہد و
فقیہ و محدث و متکلم و حافظ و بادشاہ و امیر و وزیر سمجھنا چاہیے کہ
جو کوئی ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو
اور ان مناصب میں سے کسی منصب پر قائم ہو وہی اسی لقب کے
ساتھ ملقب ہو پس جس طور پر کہ کبھی کبھی ایک موج دریاے
رحمت سے جوش میں آتی ہے اور کسی امام کو ائمہ ہدی سے
ظاہر لاتی ہے ایسی ہی کبھی جناب الہی کی نعمت جلوۂ کمال دکھاتی
ہے اور ایک امام کو تخت خلافت پر بٹھاتی ہے سو وہی اس
زمانے کا خلیفہ راشد ہے اور وہ مضمون کہ حدیث شریف میں
وارد ہوا کہ زمانۂ خلافت راشدہ رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام
کی وفات کے بعد بقدر تیس سال ہے اور اسکے بعد زمانۂ سلطنت
ہے سو مراد اس سے یہ ہے کہ خلافت راشدہ علی سبیل
الاتصال والتواتر بقدر تیس سال رہیگی نہ یہ کہ تا قیام قیامت
زمانۂ خلافت راشدہ اسی قدر ہے اور بس بلکہ مدلول حدیث
مذکور یہی ہے کہ خلافت راشدہ بانقضاے تیس سال منقطع
ہوگی نہ یہ کہ بعد انقطاع الی ابد الآباد عود نہ کریگی بلکہ دوسری
حدیث عود خلافت راشدہ پر بعد انقطاع دلالت کرتی ہے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ رہیگی نبوت تم میں
جب تک چاہے اللہ تعالی پھر اٹھا لیگا اسکو اللہ پھر ہوگی
خلافت نبوت کے طریق پر جب تک چاہے اللہ تعالی پھر
اٹھا لیگا اللہ تعالی پھر ہوگی بادشاہی پس رہیگی جب تک چاہے
اللہ تعالی پھر اٹھا لیگا اسکو اللہ تعالی پھر بادشاہی بیدادی کی
ہوگی اور رہیگی جب تک چاہے اللہ تعالی پھر اٹھا لیگا اسکو
اللہ تعالی پھر ہوگی خلافت اوپر طریق نبوت کے پھر آپ چپ
ہو رہے) اور ظاہر ہے کہ خلافت حضرت مہدی علیہ السلام
افضل انواع خلافت راشدہ ہے یعنی خلافت منتظمہ محفوظہ
کیونکہ انکے وصف میں وارد ہوا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی
یبعث اللہ فیہ رجلا من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی
واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما
ملئت ظلما وجورا ونیز وارد شدہ۔ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ ابدال الشام وعصائب
اھل العراق فیبایعونہ ونیز وارد شدہ کہ
یعمل فی الناس بسنۃ نبیہم ویلقی الاسلام
بجرانہ فی الارض ونیز وارد شدہ یرضی عنہ ساکن
السماء وساکن الارض لاتدع السماء من قطرھا
شیئا الا صبتہ مدرارا ولاتدع الارض من نباتھا شیئا
الا اخرجتہ حتی یتمنی الاحیاء الاموات ونیز وارد شدہ
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المھدی علیہ السلام یشبھنی
فی الخلق ونیز این گمان نباید کرد کہ زمانہ خلافت
راشدہ یا اوائل امت ست یعنی زمانہ خلفاے اربعہ
یا اواخر امت یعنی زمان حضرت مہدی علیہ السلام
و درمیان این ہر دو زمان ہمہ زمان تعطل ست کہ
ہرگز دران خلافت راشدہ گاہے ظاہر شدنی نیست
چہ بسیارے از تابعین خلافت عمر بن عبدالعزیز را نیز
از جملہ خلافت راشدہ شمردہ اند وانچہ در حدیث
اول از عود خلافت راشدہ مذکور گردید آن را بر ظہور
خلافت عمر بن عبدالعزیز حمل نمودہ چنانچہ حبیب کہ از جملہ
تابعین ست ہمان حدیث اول بہ عمر بن عبدالعزیز نوشتہ و
در پایین آن این بشارت نگاشتہ ارجو ان تکون امیر
المؤمنین بعد الملک العاض والجبریۃ فسر بہ و
اعجبہ پس عمر بن عبدالعزیز ہم این بشارت را

(ترجمہ اگر نہ رہے دنیا سے مگر ایک دن البتہ لمبا کرے
اسکو اللہ تعالی یہانتک کہ اٹھاوے میرے اہل بیت سے
ایک آدمی میرے ہمنام اور اسکے باپ کا نام بھی میرے
والد کے نام پر ہوگا بھر جاوے زمین خوبی اور انصاف سے
جیسے کہ بھری ہوئے ظلم اور زیادتی سے) اور یہ بھی
وارد ہوا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ آوینگے ابدال شام کے انکے پاس اور بزرگ عراق
والوں کے پس بیعت کرینگے ان سے) اور یہ بھی حدیث
میں آیا ہے (ترجمہ اور عمل کرینگے لوگوں میں انکے پیغمبر کے طریق
پر اور ڈالیگی اسلام زمین میں) اور یہ بھی انکی شان میں
وارد ہوا ہے (ترجمہ راضی ہونگے آسمان والے اور
زمین والے ان سے آسمان بہت مینہ برساویگا اور زمین بہت
ہریاول اگاویگی یہانتک کہ آرزو کرینگے زندہ موت کی)
اور یہ بھی وارد ہوا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے (ترجمہ کہ مہدی علیہ السلام مشابہ ہونگے سیرت میں)
اور یہ بھی گمان نہ کرنا چاہیے کہ زمانہ خلافت راشدہ یا اوائل
امت یعنی زمانہ خلفا اربعہ ہے یا اواخر امت یعنی زمانہ
حضرت مہدی علیہ السلام ہے اور درمیان ان دونو
زمانوں کے جملہ زمان تعطل ہے کہ خلافت راشدہ کا
اسمیں ظہور نہیں یہ گمان اس وجہ سے درست نہیں کہ بہت نے
تابعین خلافت عمر بن عبدالعزیز کو بھی منجملہ خلافت راشدہ
شمار کیا ہے اور جو کچھ حدیث اول میں عود خلافت راشدہ
سے مذکور ہوا اسکو ظہور خلافت عمر بن عبدالعزیز پر حمل کیا ہے
چنانچہ حبیب نے کہ منجملہ تابعین ہے وہی حدیث اول
عمر بن عبدالعزیز کو لکھی اور اسکے تحت میں یہ بشارت تحریر
فرمائی (ترجمہ امید کرتا ہوں کہ تم امیر المومنین ہو بعد
بادشاہی عاض اور زیادتی کے پس خوش ہوئے اور
اچھا معلوم ہوا) پس عمر بن عبدالعزیز نے بھی اس بشارت کو

قبول فرمودہ و آن را باین وجہ رد نمودند کہ این حدیث اشارت ست بخلاف حضرت مہدی پس چرا بر خلافت دیگران حمل میکنی و نیز وارد شدہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْهَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ و نیز ظاہر ست کہ این مہدی غیر آن مہدی موعود ست کہ ظہور آن از مدینہ منورہ ست نہ از خراسان و این ہم خلیفۃ اللہ ست کہ کافہ انام مسلمین باعانت او مامور اند و در رفاقت او ماجور و نیز وارد شدہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حُرَاثٌ عَلٰى مُقَدِّمَتِهٖ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ مَنْصُوْرٌ يُمَكِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ و نیز ظاہر ست کہ این بزرگ از اہل بیت ست کہ حارث موید اوست غیر مہدی موعود ست چہ مہدی موعود را اولاً باجماع لشکر عرب تائید خواہد شد نہ باجتماع لشکر ماوراء النہر پس حال خلافت راشدہ را با مملکت ظاہرہ بر حال سلطنت عادلہ یا حکومت جابرہ قیاس باید کرد پس چنانکہ گاہے سلطنت عادلہ ظہور میکند و گاہے حکومت جابرہ ہمچنین گاہے خلافت راشدہ جلوہ گر میگردد و گاہے مملکت ظاہرہ تبدل قسمین خلافت را بر تبدل لیل و نہار قیاس باید کرد کہ بعد از زمانہ لیل و نہار آشکارا میگردد و باز در ظلمت شب روپوش می شود بعد ازان بانور را جوشش می زند و در ہیچ زمانے از ازمنہ از نزول نعمت الٰہی کہ عبارت از ظہور خلافت راشدہ ست ہرگز مایوس نباید شد

قبول فرمایا اور اسکو اس وجہ سے رد نہ کیا کہ یہ حدیث خلافت حضرت مہدیؑ کی طرف مشیر ہے پس کس واسطے دوسرں کی خلافت پر حمل کرتا ہے تو اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ کہ جب دیکھو تم سیاہ جھنڈے خراسان کی طرف سے آتے اُنکے پاس آنا تمکو چاہیے سرین کے بل برف پر چلنا ہو کیونکہ اُن میں مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مہدی اُس مہدی موعود کا غیر ہے کہ اُسکا ظہور مدینہ منورہ سے ہے نہ خراسان سے اور یہ بھی خلیفۃ اللہ ہے کہ جملہ اہل اسلام اُنکی اعانت اور مدد کے واسطے مامور ہیں اور رفاقت میں اُسکے ماجور ہیں اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (ترجمہ نکلے ایک آدمی نہر کے اس طرف سے کہا جاویگا اُسکو حارث حراث اُسکے آگے ایک آدمی ہوگا اُسکو منصور کہیں گے عزّت دیگا آل محمد کو جیسا کہ عزت دی قریش نے اللہ کے رسولؐ کو واجب ہے ہر مومن پر مدد اُنکی) اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ جو اہل بیت سے ہے کہ حارث جسکا موید ہے غیر مہدی موعود ہے اسلیے کہ مہدی موعود کو اولاً اجماع لشکر عرب کے ساتھ تائید ہوگی نہ اجتماع لشکر ماوراء النہر سے پس خلافت راشدہ کا حال مملکت ظاہرہ کے ساتھ سلطنت عادلہ کے حال پر جبر حکومت جابرہ کے ساتھ ہے قیاس کرنا چاہیے پس جس طور پر کہ کبھی سلطنت عادلہ ظہور کرتی ہے اور کبھی خلافت راشدہ جلوہ گر ہوتی ہے اور کبھی مملکت ظاہرہ تبدل قسمین خلافت کو تبدل لیل و نہار پر قیاس کرنا چاہیے کہ بعد زمانہ لیل و نہار آشکار ہوتا ہے اور پھر ظلمت شب میں روپوش ہوتا ہے اسکے بعد پھر نور اُسکا جوش مارتا ہے کسی زمانہ میں نزول نعمت الٰہی سے کہ عبارت ظہور خلافت راشدہ سے ہے ہرگز مایوس ہونا چاہیے

وآن را از مجیب الدعوات طلب باید کرد و بر اجابت دعاے خود چشم باید داشت و در تفحص خلیفہ راشد در ہر زمان ہمت باید گماشت کہ شاید کہ نعمت کاملہ در ہمین زمان ظہور فرماید و خلافت راشدہ در ہمین وقت بروز نماید **نکتہ ثانی** خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین ست وہمسایۂ انبیاء و مرسلین کہ سرمایۂ ترقی دین ہست وہمپایۂ ملائکہ مقربین مرکز دائرۂ امکان مفخر جمیع اکوان افسر ارباب عرفان ست سردفتر افراد انسان دل او عرش تجلی رحمان ست و سینۂ او دریاے رحمت بیکران اقبال او پرتو جلال یزدانی ست و مقبولیت او عکس جمال ربانی قہر او تیغ قضاست و مہر او میغ عطا و معارضۂ او معارضۂ تقدیر ست و مخالفت او مخالفت رب قدیر ہر کمالے کہ در خدمتگزاری او مصروف نگردید خیالے ست پر اختلال و ہر علمے کہ در بیان اعظام و اکرام او بکار نیاید وہمے ست سراسر باطل و محال ہر صاحب کمال کہ مساوات خود با او می جوید راہ مشارکت حق می پوید علامت اہل کمال ہمین ست کہ در خدمت او مشغول باشند و در اطاعت او مبذول از ادعاے مساوات او دست بردارند و او را بجاے رسول بشمارند **نکتہ ثالث** خلیفہ راشد نبی حکمی ست ہرچند فی الحقیقت بپایۂ رسالت نرسیدہ فاما منصب خلافت چندے از احکام انبیاء اللہ بروجاری گردیدہ ہرچند احکام مسطورہ در ابواب آئندہ ان شاء اللہ تعالی بالاستیعاب مذکور خواہد گردید اما دو سہ احکام درین مقام بطریق نمونہ ذکر کردہ می شود از آن جملہ توقف نجات اخروی ست بر اطاعت او یعنی چنانکہ اگر کسے بہزار وجہ در معرفت الٰہیہ و تہذیب نفس جد و جہد تمام و سعی

اور اسکو حضرت مجیب الدعوات سے طلب کرنا چاہیے اور اپنی قبولیت دعا پر امید رکھنا چاہیے اور خلیفہ راشد کی تلاش میں ہر وقت ہمت باندھنی چاہیے کہ شاید نعمت کاملہ ایسے وقت میں ظہور فرمائے اور خلافت راشدہ ایسے زمانہ میں جلوہ دکھائے **نکتہ ثانی** خلیفہ راشد سایہ رب العالمین ہے اور ہمسایہ انبیاء و مرسلین سرمایہ ترقی دین ہے ہمپایہ ملائکہ مقربین ہے مرکز دائرۂ امکان ہے مفخر جمیع اکوان ہے افسر ارباب عرفان ہے سردفتر افراد انسان ہے دل اسکا عرش تجلی رحمان ہے سینہ اسکا دریائے رحمت بیکراں ہے اسکا اقبال پرتو جلال یزدانی ہے اسکی مقبولیت عکس جمال ربانی ہے اسکا قہر تیغ قضا ہے اسکی مہر میغ عطا ہے اسکا معارضہ معارضۂ تقدیر ہے اسکی مخالفت مخالفت رب قدیر ہے جو کمال کہ اسکی خدمتگزاری میں مصروف نہوا ایک خیال ہے پر اختلال اور جو علم کہ اسکی عظمت اور اکرام کے بیان میں کام نہ آیا ایک وہم ہے سراسر باطل و محال جو صاحب کمال کہ اپنا موازنہ اسکے ساتھ چاہتا ہے راہ مشارکت حق میں قدم بڑھاتا ہے اہل کمال کی علامت یہی ہے کہ اسکی خدمت میں مشغول رہے اسکی اطاعت میں مبذول رہے اسکی برابری کے دعوے سے ہاتھ اٹھائیں اسکو نائب رسول شمار میں لائیں **نکتہ ثالث** خلیفہ راشد نبی حکمی ہے ہرچند فی الحقیقت پایہ رسالت کو نہیں پہنچا ہے منصب خلافت حضرات انبیاء علیہم السلام کے چند احکام کے ساتھ جناب مالک علام سے اسکو عنایت ہوا ہر چند احکام مسطورہ بالاستیعاب ابواب آئندہ میں ان شاء اللہ تعالی مذکور ہوں گے لیکن دو تین احکام اس مقام میں ذکر کیے جاتے ہیں انکو سن لینا چاہیے از انجملہ یہ ہے کہ توقف نجات اخروی اسکی اطاعت پر موقوف ہے یعنی جیسے کہ کوئی ہزار وجہ سے معرفت الٰہی اور صلاح نفس میں جد و جہد تمام اور کوشش اور سعی

ما لا کلام بجا آورد اما وقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز
نجات اُخروی بدست نخواہد آورد و خلاص از غضب
جبار و درکات نار نخواہد یافت ہمچنین ہرچند عبادات شرعیہ
وطاعات دینیہ بجا آرد وجد وجہد تمام در امتثال احکام
اسلام بر روے کار آرد اما تا وقتیکہ در اطاعت امام وقت
گردن ننہد و اقرار بامامت او نکند ہرگز عبادات مذکورہ
در آخرت کار آمدنی نیست واز دار و گیر رب قدیر خلاص
یافتنی نہ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً
جَاھِلِیَّۃً وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَ
صُوْمُوْا شَھْرَکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ وَاَطِیْعُوْا ذَا اَمْرِکُمْ
تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ مَّاتَ
وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً واز انجملہ
توقف عبادات شرعیہ بر موافقت امر او یعنی چنانکہ
عبادات دینیہ وطاعات شرعیہ اگر مطابق سنت نبویہ
باشد مقبول ست والا مردود چنانکہ صحت جمعہ واعیاد
وجہاد وحدود وتعزیرات ہمہ متوقف ست بر
امر امام۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْاِمَامُ
جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ و قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ فَاَمَّا مَنِ ابْتَغٰی
وَجْہَ اللّٰہِ وَاَطَاعَ الْاِمَامَ وَاَنْفَقَ الْکَرِیْمَۃَ وَیَاسَرَ
الشَّرِیْکَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَاِنَّ نَوْمَہٗ وَنَبْھَہٗ اَجْرٌ
کُلُّہٗ وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَّرِیَاءً وَّسُمْعَۃً وَّعَصَی الْاِمَامَ
وَاَفْسَدَ فِی الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَرْجِعْ بِالْکَفَافِ
واز انجملہ نفاذ حکم اوست در عقود ومعاملات بنی آدم پس
چنانکہ وقتیکہ نبی وقت بانعقاد معاملت از معاملات

ما لا کلام بجا لائے لیکن تا وقتیکہ رسولوں پر اُسکو ایمان نہو نجات
اُخروی اُسکے ہاتھ نہ آوے اور خلاصی غضب جبار اور
درکات نار سے نہ پاوے ایسے ہی ہرچند عبادات شرعیہ
اور طاعات دینیہ بجا لائے اور جد وجہد بجا آوری احکام
اسلام میں درجۂ اتمام کو پہنچاوے لیکن تا وقتیکہ امام وقت
کی طاعت میں گردن نہ رکھے اور اسکی امامت کا اقرار
نہ کرے ہرگز عبادات مذکورہ سے آخرت میں فائدہ نہ اُٹھاویگا
اور دار و گیر رب قدیر سے خلاصی نہ پاویگا (ترجمہ جسنے اپنے
زمانے کے امام کو نہ پہچانا پس مراوہ موت جہالت کی)
اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ پنج وقتی نماز
پڑھو اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ
دو اور اطاعت کرو اپنے صاحب حکم کی داخل ہو اپنے
رب کی جنت میں) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
جو مرا اور اُسکی گردن میں بیعت نہیں مرا موت جاہلیت کی) اور
از انجملہ یہ ہے کہ عبادات شرعیہ اُسکے امر کی موافقت پر موقوف
ہیں یعنی اگر عبادات دینیہ اور طاعات شرعیہ اگر سنت نبویہ کے
مطابق ہوں مقبول ہیں ورنہ مردود چنانچہ صحت جمعہ اور عیدین
اور جہاد اور حدود اور تعزیرات سب کے سب امر امام پر موقوف
ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ امام
ڈھال ہے لڑو اسکے پیچھے اور بچو ساتھ اُسکے) اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لڑائی دو قسم کی ہیں جسنے تلاش
کی خوشنودی اللہ کی اور اطاعت کی امام کی اور اچھا مال خرچ
کیا اور آسانی دی شریک کو اور جھگڑا نہ کیا بس اُسکا سونا اور جاگنا
سب سبب اجر ہی اور لیکن جو کوئی لڑا فخر اور دکھاوا اور سنانے کو
اور خلاف کرتا رہا امام کے اور فساد کیا بتحقیق وہ اجر لیکر نہیں آتا)
اور از انجملہ عقود او معاملات بنی آدم ہیں اُسکے حکم کا نفاذ ہے
پس جس طور پر کہ کسی وقت میں اپنے وقت کا نبی کسی معاملے کے انعقاد میں

سلہ جاری ہونا ۱۲

بمابین دو شخص حکم فرماید مثل انعقادِ نکاح یا بیع یا امثال
آن پس آن معاملہ بمجرد حکم خود بخود منعقد میگردد پس باز
کسے را چون و چرا دران نمی رسد چنانکہ حق جل و علیٰ میفرماید
ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ و
رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم
ہمچنین عقودِ مذکورہ بحکمِ امام یا نائبِ او کہ قاضی ست
خود بخود منعقد می شود مجالِ گفتگو کسے را باقی نمی ماند چنانکہ
مسئلہ قضاء القاضی ینفذ ظاہراً و باطناً در متون و شروح
مصرح ست و از انجملہ ثبوتِ حکمِ شرعی ست بامرِ او یعنی چنانکہ
در فعلے از افعال و قولے از اقوال ہزار منافع و مضار مدرک
شود و بصد وجہ حسن یا قبح عقلاً درو ثابت شود اما تاوقتیکہ کتاب
منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منعِ او دلالت نداشتہ باشد
وجوب یا حرمتِ آن قول و فعل شرعاً ثابت نمی توان شد
ہمچنین اگر در فعلے یا قولے بہزار وجہ منفعت در ابواب
سیاست مفہوم گردد فاما تاوقتیکہ حکم امام یا نائبِ او بآن
ملحق نگردد آن را از واجباتِ شرعیہ نتوان شمرد و ہمچنین
اگر بر صحتِ دعویٰ یا بطلانِ آن یا ثبوتِ حد و تعزیر ہزار
دلائل باشد و صد گواہان دران گواہی دہند اما تاوقتیکہ
حکمِ امام یا نائبِ او بہ آن ملحق نگردیدہ ہرگز بہ پایۂ ثبوت نرسیدہ
پس چنانکہ سببِ ثبوتِ احکامِ شرعیہ نص نبوی ست و
بیانِ وجوہِ حسن و قبح عقلی محض بنا بر تسلی خاطرِ مخاطبین
الزامِ مخالفین ست و بس ہمچنین سببِ ثبوتِ احکامِ عقود و
معاملات و حدود و تعزیراتِ حکمِ امام و نائبِ اوست و
اظہارِ شہاداتِ شہود و بیانِ منافع و مضار
محض بنا بر تسلی خاطرِ حاکم ست و الزام کسے کہ او را

دو شخصوں کے درمیان حکم فرمائے مثل انعقادِ نکاح یا بیع یا
اسکے مثل اور معاملہ ہو بس وہ معاملہ بمجرد حکم خود بخود منعقد
ہوتا ہے پھر کسی کو اسمیں چون و چرا کی نوبت نہیں پہنچتی ہے
چنانچہ حق جل و علیٰ فرماتا ہے (ترجمہ کسی مرد او عورت ایمان
والے کو لائق نہیں جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور رسول کسی
امر میں پھر انکا بھی اختیار رہے) ایسے ہی عقود اوپر معاملاتِ
مذکورہ بحکمِ امام یا نائب کہ قاضی ہے خود بخود منعقد ہوتے ہیں
کسی کو گفتگو کی مجال باقی نہیں رہتی ہے چنانچہ مسئلہ قضا یعنی
قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطن میں جاری ہوتا ہے شروح اور
متون میں صاف صاف مرقوم ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ حکم
شرعی کا ثبوت اسکے امر سے ہوتا ہے یعنی جس طرح پر کہ کسی فعل
میں افعال سے یا کسی قول میں اقوال سے ہزار منافع او مضار
سمجھے جائیں او رسو درجے سے حسن یا قبح عقلاً اسمیں ثابت ہوویں
لیکن تاوقتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل اسکے لزوم یا منع پر
دال نہوئے وجوب یا حرمت اس قول و فعل کا شرعاً ثابت
نہیں ہو سکتا ایسے ہی اگر کسی فعل یا قول میں ہزار طرح پر منفعت
ابوابِ سیاست میں معلوم ہوویں لیکن تاوقتیکہ امام یا نائب کا
حکم اسکے ساتھ ملحق نہوئے اسکو واجباتِ شرعیہ سے شمار نہیں
کر سکتے ایسے ہی اگر صحت دعویٰ یا بطلان یا ثبوت حد و تعزیر پر
ہزار دلائل ہوویں او رسو گواہ اس بارہ میں گواہی دیویں لیکن تاوقتیکہ
امام یا اسکے نائب کا حکم اسکے ساتھ نہ ملے ہرگز وہ امر پایۂ ثبوت
کو نہ پہنچے بس جس طرح پر کہ احکام شرعیہ کے ثبوت کا سبب نص
نبوی ہے اور حسن و قبح عقلی کے وجوہ کا بیان مخاطبین کے
خاطر کی تسلی اور مخالفین کے الزام کے بنا پر ہے ایسے ہی
احکامِ عقود و معاملات اور حدود و تعزیرات کے ثبوت کا
باعث امام اور اسکے نائب کا حکم ہے اور اظہارِ شہادت
شہود اور بیان منافع و مضار محض حاکم کے خاطر کی تسلی کے
واسطے ہے اور اس شخص کے الزام کی بنا پر ہے کہ اس حاکم کو

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ بِنَاءً علیہ علماء اُمّت اطاعتِ امام در مواضعِ غیر منصوصہ بر صحتِ قیاس موقوف نداشتہ اند بلکہ اطاعتِ اورا باوجودیکہ قیاسِ او ضعیف باشد واجب انگاشتہ و مخالفتِ او را اگرچہ بملاحظہ قیاسی باشد کہ اقوی و اظہر ست از قیاسِ او جائز نہ پنداشتہ و سرش ہمین ست کہ حکمش بذاتہ اصلی ست از اصولِ دین و دلیلے ست از ادلّہ شرعِ متین کہ اقوی ست از قیاسِ صحیح اگرچہ فی الحقیقت بقیاسے از قیاسات مستند باشد فاما آن قیاس اگرچہ صحیح باشد ظنّی ست و این حکم اگرچہ بنفس الامر مستند بقیاس ست اما قطعی ست مثالش آنکہ اجماع حجتِ قطعیہ ست و بسا ست کہ مستندِ اجماع در نفس الامر قیاسی می باشد یا خبرِ غیرِ مشہور و آن ہم ظنّی ست از انجملہ آنکہ حکمِ امام ہم نص حکمی ست کہ در مرتبۂ ثانیہ ست از نصِ حقیقی و اقوی ست از سائر ادلّہ شرعی چنانکہ بسیار چیز ست کہ در کتاب اللہ مسکوت عنہ ست و سنّتِ نبویہ آن را واجب یا حرام میگرداند ہمچنین بسا ست کہ چیزے بملاحظۂ دلائلِ کتاب و سنّت مباح و متساوی الطرفین بنظر می آید بحکمِ امام اورا واجب و حرام میگردانند و از آن جملہ آنکہ تفویضِ تعیینِ احکام بر ذمۂ امام یعنی چنانکہ وقتیکہ مقدمہ از مقدماتِ دیانت یا سیاست پیش آید و مہمے از مہماتِ دین رو نماید پس اگر پیغمبر در میانِ اُمّت موجود باشد پس ایشان را نمی رسد کہ بران امر مسابقت نمایند و قیل و قال را در میان خود ہا اندازند و باہم مشاورت کردہ چیزے مقرر و معین سازند و عقل و تدبیر و رائے و قیاس خود ران بتازند

اور رسول کا اور اپنے میں سے اختیا والوں کا) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ لازم پکڑو میرا طریقہ اور میرے خلیفوں راشدین ہدایت پائے ہوں کا) بناءً علیہ علماء اُمّت نے اطاعت امام کو مواضع غیر منصوصہ میں صحت قیاس پر موقوف نہ رکھا ہی بلکہ اُسکی اطاعت کو باوجودیکہ قیاس اُسکا ضعیف ہو واجب جانتا ہی اور اُسکے مخالف کو اگرچہ بملاحظہ اس قیاس کے ہو کہ اُسکے قیاس سے اظہر اور اقوی ہے جائز نہ رکھا اور بھید اسمیں یہ ہے کہ اُسکا حکم بذاتہ ایک اصل ہے اصول دین سے اور ایک دلیل ہے ادلّہ شرعیہ متین سے کہ قیاس صحیح سے اقوی ہے اگرچہ فی الحقیقت منجملہ قیاسات کسی قیاس کے ساتھ مستند ہووے لیکن وہ قیاس اگرچہ صحیح ہو ظنی ہی اور یہ حکم اگرچہ نفس الامر میں مستند بقیاس ہے لیکن قطعی ہے مثال اُسکی یہ ہے کہ اجماع حجتِ قطعیہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستند اجماع نفس الامر میں ایک قیاس ہوتا ہے یا خبر غیر مشہور اور وہ بھی ظنی ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ حکم امام بھی نص حکمی ہے کہ نص حقیقی سے مرتبہ ثانیہ میں ہی اور تمام ادلّہ شرعیہ سے اقوی ہے چنانچہ بہت سی چیزیں ہیں کہ کتاب اللہ میں مسکوت عنہ ہیں اور سنّتِ نبویہ اُسکو واجب یا حرام کرتی ہے اور ایسا بھی بہت دیکھا گیا ہے کہ ایک چیز بملاحظہ کتاب و سنّت مباح اور متساوی الطرفین معلوم ہوتی ہے اور حکم امام اُسکو واجب اور حرام کرتا ہے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ تفویض تعیین احکام بذمّہ امام ہے یعنی جس طرح پر کہ ایک وقت کوئی مقدمہ مقدماتِ دیانت یا سیاست سے پیش آئے اور کوئی مہم مہمات دین سے جلوہ ظہور دکھاوے پس اگر پیغمبر اُمّت میں موجود ہووے تو اُنکو نہیں لائق ہے کہ اُس امر پر مسابقت کریں اور قیل و قال درمیان لائیں اور باہم مشاورت کرکے کوئی چیز معین اور مقرر فرمائیں اور اپنی عقل و تدبیر اور رائے و قیاس پر ناز کریں

بلکہ باید کہ خود در آن مقدمہ سکوت نمایند و آن را بحضور پیغمبر خود رسانند و منتظر باشند کہ او درین مقدمہ چہ حکم میفرماید و کدام طریق مبین مینماید بالجملہ فرمانروائی منصب اوست و فرمانبرداری مرتبہ امت۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

ہمچنین لازم ست کہ اجراے احکام و سرانجام مہام بسوے امام حوالہ نمایند و با او راہ قیل و قال و بحث و جدال نہ پیمایند و خود بخود در مہمے از مہمات اقدام نکنند و زبان را بحضور او لگام دہند و راے خود را در سرانجام مقدمات دخل ندہند و دم استقلال بوجہ من الوجوہ با او نزنند۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

بالجملہ کار و بار خلافت را بر سیاست سلاطین قیاس باید کرد نہ بر ریاست دہاقین نکتہ رابعہ خلیفہ راشد بمنزلہ فرزند ولیعہد رسول ست و دیگر ائمہ دین بمنزلہ فرزندان دیگر پس چنانکہ مقتضاے سعادتمندی سائر فرزندان ہمین ہست کہ انچہ مراتب پاسداری و خدمتگزاری کہ بنسبت والد کردنی ست اینہمہ بنسبت برادر جانشین پدر بجا آرند و او را بجاے والد خود شمارند و با او دم مشارکت نزنند بلکہ بر منصب وزارت مصالحت کنند ہمچنین مقتضاے امامت ائمہ ہدے ہمین ست کہ انچہ از مراتب اطاعت و اعانت بنسبت پیغمبری آوردنی ست بہمون طریق

بلکہ چاہیے کہ آپ اُس مقدمہ میں سکوت کریں اور اُسکو اپنے پیغمبرؐ کے حضور میں پہنچاویں اور منتظر رہیں اور اس مقدمہ میں کیا حکم فرماتا ہے اور کونسا طریق ظاہر کرتا ہے بالجملہ فرمانروائی منصب اہل رسالت ہے اور فرمانبرداری مرتبہ اُمت فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ تعالیٰ کے نہ اُسکے رسول کے اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے) اسی طرح پر لازم ہے کہ اجراے احکام اور سرانجام مہام امام کی طرف حوالہ کریں اور اُسکے ساتھ قیل و قال اور بحث و جدال سے نہ پیش آئیں اور خود بخود کسی مُہم میں منجملہ مہمات پیش قدمی نہ فرمائیں اور زبان کو اُسکے حضور میں کلام سے دُور رکھیں اور اپنی راے کو سرانجام مقدمات میں دخل ندیں اور کسی وجہ سے استقلال کا دم اُسکے سامنے نہ ماریں۔ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ترجمہ اور جب اُنکے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی ظاہر کر دیتے ہیں اُسکو اور کاش پھیر دیتے اسکو طرف رسول اللہؐ کے اور طرف اختیار والوں کے البتہ جان لیتے وہ لوگ سمجھتے ہیں اسکو انہیں سے اور نہوتا فضل اللہ کا تمپر اور رحمت اُسکی بیشک پیچھے لگتے تم شیطان کے مگر تھوڑے) بالجملہ کار و بار خلافت کو سیاست سلاطین پر قیاس کرنا چاہیے نہ ریاست دہاقین پر نکتہ رابعہ خلیفہ راشد بمنزلہ فرزند و ولی عہد رسول ہے اور دوسرے ائمہ دین بمنزلہ فرزندان دیگر ہیں پس جیسا کہ تمام فرزندونکی سعادتمندی کا مقتضا یہی ہے کہ جو کچھ پاسداری اور خدمتگزاری کے مراتب بنسبت والد بزرگوار کرنے چاہئیں ایسے ہی بنسبت برادر جانشین پدر بجا لائیں اور اسکو بجاے والد جانیں اور اُسکے ساتھ مشارکت اور مقابلہ کا دم نہ ماریں بلکہ منصب وزارت پر مصالحت کریں علیٰ ہذا مقتضاے امامت یہی ہے کہ جو کچھ اطاعت اور اعانت کے لوازم اور مراتب کسی پیغمبر کی نسبت اور کرنی چاہئیں اُسی طرح پر

زمام اختیار خود بدست خلیفہ راشد بدہند و در انقیاد او ہر
وجہ گردن نہند ہر چند ہر کس از ایشان در منازل وجاہت
عَلَم ست و در مقامات ولایت راسخ القدم و در نزول کلام و
الہام با او مشابہت میدارد و در توجہ خطاب با او مشارکت
بمنصب بعثت و ارسال مباہات میدارد و در فتح ابواب
ہدایت با او مساوات لکن صاحب سیاست کبریٰ و خلافت
عظمیٰ ہمون خلیفہ راشد کہ تمثال انبیاء اولوالعزم ست و ارباب
مناصب ہدایت سائر ائمہ دین کہ ظلال انبیاء مرسلین اند از
مقامے کہ منصب امامت بایشان عطا گردیدہ از ہمان
مقام حکم اطاعت و اعانت او بایشان رسیدہ پس چنانکہ
ہر کسے از انبیاء مرسلین با اولوالعزم در منصب امامت مشارکت
می دارند و در نزول وحی مشابہت فاما چنانکہ از بارگاہ
کریم مطلق مبعوث اند از ہمان بارگاہ باتباع انبیاء اولوالعزم
مامور ہمچنین تمام ائمہ ہدیٰ ہر چند از بارگاہ ملک علی الاطلاق
و مالک بالاستحقاق بمنصب امامت رسیدہ اما از ہمان
بارگاہ باعانت خلیفہ راشد مامور گردیدہ بالجملہ معاملات
ائمہ ہدیٰ را با خلیفہ راشد از معاملہ جناب فاروق اعظم با
صدیق اکبر و جناب مرتضیٰ با فاروق اعظم و جناب حسن مجتبیٰ
باحضرت مرتضیٰ توان دریافت کہ با وجود اتصاف کمالات
روحانی و فضائل نفسانی زمام اختیار بدست خلیفہ راشد دادند
و بر اطاعت او گردن نہادند رضی اللہ عنہم اجمعین **قسم ثانی
در ذکر اقسام امامت حکمیہ**۔ باید دانست کہ امامت
حکمیہ در ہر کمال از کمالات مذکورہ عبارت ست از
نقصان حصول معنی مشابہت بانبیاء اللہ در ان
کمال با وجود تحقق علامات و آثار آن پس آثار

اپنے اختیار کی باگ خلیفہ راشد کے ہاتھ میں دیں اور اُسکے تابعداری
میں ہر وجہ سے گردن رکھیں ہر چند ہر کوئی اُن میں سے منازل
وجاہت میں عَلَم ہے اور مقامات ولایت میں راسخ القدم اور
نزول کلام اور الہام میں اُسکے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور
توجہ خطاب میں مشارکت منصب بعثت اور رسالت میں
مباہات رکھتا ہے اور فتح ابواب ہدایت میں مساوات ساتھ اُسکے
ابنہیں فخر کرنا
لیکن صاحب سیاست کبریٰ اور خلافت عظمیٰ وہی خلیفہ راشد ہے
کہ تمثال انبیاء اولوالعزم ہے اور ارباب مناصب ہدایت جملہ
ائمہ دین ہیں کہ سایہ انبیاء مرسلین ہیں جس مقام سے کہ منصب
امامت اُنکو عطا ہوا اُسی مقام سے حکم اطاعت اور اعانت
اُنکو پہنچا پس جس طور پر کہ ہر کوئی انبیاء مرسلین میں سے
اولوالعزم کے ساتھ منصب امامت میں مشارکت رکھتا
ہے اور نزول وحی میں مشابہت اور جس طور پر کہ بارگاہ
کریم مطلق سے مبعوث ہے اُسی بارگاہ سے باتباع انبیاء
اولوالعزم مامور اسی طور پر تمام ائمہ ہدیٰ ہر چند بارگاہ
ملک علی الاطلاق اور مالک بالاستحقاق سے منصب
امامت کو پہنچے لیکن اُسی بارگاہ سے خلیفہ راشد کی اعانت
کے واسطے مامور ہوے۔ الحاصل معاملات ائمہ ہدیٰ کو
ساتھ خلیفہ راشد کے منجملہ معاملہ جناب فاروق اعظم با
صدیق اکبر و جناب مرتضیٰ با فاروق اعظم و جناب حسن
مجتبیٰ باحضرت مرتضیٰ معلوم کرنا چاہیے کہ با وجود اتصاف
کمالات روحانی و فضائل نفسانی اپنے اختیار کی باگ
خلیفہ راشد کے ہاتھ میں دی اور اُسکی اطاعت کے واسطے
گردن جھکائی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ **قسم ثانی میں
اقسام امامت حکمیہ کا ذکر ہے** معلوم کرنا چاہیے
کہ امامت حکمیہ ہر کمال میں منجملہ کمالات مذکورہ عبارت ہے
نقصان حصول معنی مشابہت بانبیاء اللہ سے اُس کمال
میں با وجود تحقق علامات اور آثار اُسکی کے پس آثار اور

وعلاماتِ امامت درین صورت موجود ست و حقیقت آن
مفقود ہر چند انچہ از اقسامِ امامت حقیقیہ در قسمِ اول مذکور گردیدہ
محاذی ہمہ آن اقسامِ امامت حکمیہ است پس چنانکہ اقسامِ امامت حقیقیہ
بیشمار ست ہمچنین اقسامِ امامتِ حکمیہ بیحد و حصار اما تفصیل آن ہمہ
اقسام مقصود درینمقام نیست بلکہ مقصود درینمقام بیان امامت حکمیہ در
بابِ سیاست ست پس پس میگویم کہ فقدانِ امامتِ حقیقیہ در باب سیاست
وحدوث و امامت حکمیہ در آن بسبب امتزاجِ سیاستِ سلطانی ہست
یا سیاستِ ایمانی پس قدریکہ سیاستِ سلطانی در سیاستِ ایمانی راہ
خواہد یافت ہمون قدر امامتِ حقیقیہ مغلوب خواہد گردید و امامتِ حکمیہ
غالب و خلافتِ راشدہ روپوش خواہد شد و سلطنت ظاہرہ در خروش
پس سیاستِ ایمانی و سیاستِ سلطانی را بمنزلہ آب شیرین و آب شور
تصوّر توان کرد پس ہر قدر کہ آب شور را با آب شیرین آمیختہ کنند ہمان
قدر لذّت آب شیرین پنہان خواہد گردید وحدت آب شور نمایان
پس چنانکہ مراتب اختلاط آب شور با آب شیرین متفاوت کہ تفاوت در
تغیر ذائقہ آب شیرین بر طبقِ آن ہویدا خواہد گردید ہمچنین مراتب
اختلاطِ سیاستِ سلطانی با سیاستِ ایمانی متفاوتست کہ
تفاوتِ مراتبِ تغیرِ خلافتِ راشدہ بحسب آن پیدا خواہد شد
تفصیلش اینکہ اختلاطِ آب شور با آبِ شیرین بر چہار مرتبہ
متصوّر می شود اوّل آنکہ قدرے قلیل از آب شور بقدرے
کثیر از آبِ شیرین و صاف و سرد بوجہے مختلط شود کہ ہیچ تلخی و
تیزی در ذائقہ آب شیرین ظاہر نگردد فاما لطافت و نفاستِ
او معدوم شود و پس پس لطیف طبعانِ نازک مزاج البتہ
آبِ مذکور را پسند نخواہند کرد و ہمچنین کسے کہ بخوردن
آبِ شیرین خالص معتاد ست آب متغیر مذکور
بر طبیعتِ او ناگوار خواہد گردید فاما تشنہ ۱۲

علاماتِ امامت اس صورت میں موجود ہیں اور حقیقت
اُسکی مفقود ہے اگرچہ امامتِ حقیقیہ کے اقسام قسمِ اول میں مذکور
ہوئے یہاں اقسامِ امامتِ حکمیہ کا ذکر کیا جاتا ہے پس
جس طور پر کہ امامتِ حقیقیہ کے اقسام بیشمار ہیں ایسے ہی
امامتِ حکمیہ کے اقسام بیحد و حصار ہیں اُن جملہ اقسام کی
تفصیل اس مقام میں مقصود نہیں بلکہ مقصود اس مقام میں
بیان امامت حکمیہ در بابِ سیاست ہے اور پس پس میں
کہتا ہوں کہ امامت حقیقیہ کا فقدان باب سیاست میں
اور امامت حکمیہ کا حدوث اُس میں سیاست سلطانی کے
امتزاج کے باعث ہے سیاست ایمانی کی جسقدر کہ
سیاستِ سلطانی سیاست ایمانی میں راہ پائیگی اُسی قدر
امامتِ حقیقیہ مغلوب ہو جائیگی اور امامت حکمیہ غالب اور
خلافتِ راشدہ روپوش ہوگی اور سلطنتِ ظاہرہ
در خروش پس سیاست ایمانی اور سیاست سلطانی کو
بمنزلہ آب شیریں اور آب شور خیال کرنا چاہیے یعنی جس قدر
کہ آبِ شور کو آبِ شیریں کے ساتھ ملائیں اُسی قدر آبِ شیریں
کی لذت پنہاں ہووے اور آب شور کی حدت نمایاں
پس جس طور پر کہ آب شور کی آب شیریں کے ملنے کے ساتھ
میں تفاوت مراتب ہے ایسے ہی مراتب اختلاط سیاستِ
سلطانی یا سیاستِ ایمانی میں تفاوت ہے تفصیل اس
اجمال کی یہ ہے کہ آب شور کی آب شیریں کے ساتھ
ملنا چار مرتبہ پر متصور ہوتا ہے اوّل یہ ہے کہ تھوڑا سا
آب شور بہت سے آب شیریں اور صاف اور سرد میں اس
طور پر مختلط ہو کہ کسی قدر بھی تلخی اور تیزی ذائقہ آب شیریں میں
ظاہر نہ ہووے لیکن لطافت اور نفاست اُسکی معدوم ہووے
پس لطیف طبیعت نازک مزاج البتہ آب مذکور کو پسند نکرینگے
اور ایسے ہی جو شخص کہ آب شیریں خالص کے کھانے کا عادی ہے
آب متغیر مذکور اُسکی طبیعت پر ناگوار گزرے گا لیکن تشنہ کو

سیراب خواہد کرد و نباتات را شاداب و جمیع اصناف طعام
از و پختہ خواہد گردید و جمیع اصناف پارچہ از و شستہ پس
این آب مذکور اگرچہ فی الحقیقت از جنس آب خالص نیست
فامادر آثار ہمرنگ اوست و در منافع ہمسنگ دوم آنکہ بحدے
مخلوط شود کہ تلخی و تیزی در ذائقہ او بوجہے نمایان گردد کہ
خوردن آن بر طبیعت ہر کس و ناکس ناگوار شود و کراہت ذائقہ
او آشکار فاما التہاب سوزش تشنگی از و زائل می تواند شد
و تسکین سوزش تفتگی از و حاصل و در دیگر منافع ہم یک گونہ
تغیرے راہ خواہد یافت و تلخی او در اطعمہ ہم یک گونہ خواہد
شتافت و جامہ ہم از کدورت چرک بالکل پاک نخواہد گردید
و سرسبزی نباتات ہم بکمال رونق نخواہد رسید مرتبہ ثالث
آنکہ آب شور با آب شیرین بحدے مختلط شود کہ تلخی و حدت
بوجہے ظاہر و باہر گردد و حلاوت و لذت بوجہے مختلف
شود کہ او را اہل عرف آب شور بدانند گو کہ ہر چند عند الضرورت
در حوائج خود ستعمال نمایند و مہما امکن از و بگریزند و از
ستعمال او پرہیزند و جامہاے نفیسہ از و نشویند و
سیرابی اشجار لطیفہ از و نجویند اگرچہ بعضے از نباتات کثیفہ
را مثل درخت تماکو از و آب دہند و عند الاضطرار بوجہ
من الوجوہ استعمال کنند مرتبہ رابع آنکہ آب شور با آب
شیرین بحدے مختلط شود کہ بالکل بسان آب دریاے
شور محض تلخ گردد و شیرینی از اصل زائل شود و منافع
آب بالکل باطل و اگر کسے او را بجبر و اکراہ در حاجتے از حوائج
خود ستعمال ہم کند ہرگز حاجت او صلا حاصل نشود و منفعت
مقصود بوجہ من الوجوہ برو مترتب نگردد مثلاً اگر براے تسکین
تشنگی بخورد سوزش تشنگی دو بالا گردد و اگر درختے را باو

سیراب کریگا اور نباتات کو شاداب اور ہر قسم کے کھانے
اُس سے پختہ ہونگے اور ہر قسم کے کپڑے اُس سے دھوئے
جائینگے پس یہ آب مذکور اگرچہ فی الحقیقت از جنس آب خالص
نہیں لیکن آثار میں اُسکے ہمرنگ ہے اور منافع میں ہمسنگ
مرتبہ دوم یہ ہے کہ اُس درجہ کو مخلوط ہو کہ تلخی اور تیزی اُس کی
ذائقہ میں ایسے وجہ پر ظاہر ہووے کہ کھانا اُسکا ہر کس و ناکس
کی طبیعت پر ناگوار ہو اور اُسکے ذائقہ کی کراہت آشکار ہو
لیکن شورش تشنگی اُس سے زائل ہو سکے اور تسکین سوزش
تفتگی اُس سے حاصل ہو اور منافع میں بھی ایک قسم کا
تغیر راہ پاے اور اُسکی تلخی کھانوں میں بھی کسی قدر پائی جائے
اور کپڑا بھی کدورت چرک سے بالکل پاک نہووے اور سرسبزی
نباتات بھی کمال رونق کو نہ پہنچے مرتبہ سوم یہ ہے کہ آب شور
آب شیریں کے ساتھ اس درجہ کا اختلاط قبول کرے کہ
تلخی اور حدت ایسی وجہ پر ظاہر و باہر ہو اور حلاوت اور لذت
ایسی طور پر مختلف ہو کہ اُسکو اہل عرف آب شور جانیں گو کہ
ہر چند وقت ضرورت اپنے حوائج میں استعمال کریں اور
حتی الامکان اُس سے بچیں اور اُسکے استعمال سے پرہیز
اختیار کریں اور جامہ ہائے نفیسہ اُس سے نہ دھوویں اور
سیرابی اشجار لطیفہ اُس سے نہ چاہیں اگرچہ بعض نباتات کثیفہ کو
مثل درخت تماکو اُس سے پانی پہنچائیں اور عند الاضطرار
بوجہ من الوجوہ اُسکو استعمال میں لائیں مرتبہ چہارم یہ ہے کہ
آب شور آب شیریں کے ساتھ اس درجہ کو ملے کہ بالکل بسان
آب دریاے شور محض تلخ ہو اور شیرینی اصل سے زائل
ہووے اور منافع آب بالکل باطل ہوئے اور اگر کوئی اُسکو
بجبر و اکراہ کسی حاجت میں حوائج سے استعمال بھی کرے
ہرگز حاجت اُسکی بر نہ آئے اور منفعت مقصود بوجہ من الوجوہ
اُس پر مترتب نہووے مثلاً اگر تشنگی کی تسکین کے لیے کھاے
سوزش تشنگی زیادہ بڑھ جائے اور اگر کسی درخت کو اُس سے

آب بدہد درخت مذکور از اصل سوزد واگر طعامے باو پختہ کند
طعامِ مذکور محض خام ماند واگر طعام مذکور بخورد ہر آئینہ مضرت
باو رساند پس درین صورت از جنس آب شیرین بالکل خارج شد
جائیکہ مثل این آب موجود ست طالبین آب را توان گفت
کہ آب اینجا مفقود ست اگر مسافرے مثل این آب با خود
خواہد داشت بلا ریب در میدان بے آب از شدتِ تشنگی
جان خواہد باخت چون این تمثیل واضح گردید پس بر اصل
کلام بیائیم و در تفصیلِ مراتب امامتِ حکمیہ زبان بکشائیم
پس بگوئیم اصل این آزار و تخم این خار نقصان ست در مقامِ
عبودیت چنانکہ در ذاتِ بابرکات امام حقیقی صفتِ نبوّتِ
تامہ می نہند کہ محض رضاے ربانی را قبلہ ہمت خود ساختہ
وہواے نفسانی بالکل پس پشت انداختہ از استیفاے
لذائذ خود محض پاک ست و در طلبِ رضائے مولائے خود
بغایت چست وچالاک از مقتضیاتِ نفس بالکل دست بردار
است و از اتباعِ ہوا وہوس محض بیزار از درون و برون
برنگ استقامت رنگین ست و بوزنِ مناسب سنگین از
ہر جانب چشم خود بستہ و از ہر سو پائے خود شکستہ رو بروے
مولاے خود نشستہ ست و علائق ماسوے اللہ را گسستہ
واز محبتِ غیر وارستہ کہ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ
وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانُ
بیانِ شانِ اوست ومن کان اللہ ورسولہ
احب الیہ مما سواھما تفصیلِ حالِ او بنابر علیہ
وقتیکہ بمنصبِ خلافت میرسد در ابوابِ سیاست محض بنابر اصلاح
حال عباد اللہ و ادائے حقوق نیابت رسول اللہ مشغول می شود نہ
آرزوے حصول منفعتے بہ نسبت ذات خود در دل او میگذرد

پانی پہنچائے درخت مذکور اصل سے جل جائے اور اگر کوئی
کھانا اُس سے پکائے محض خام رہجائے اور اگر طعام مذکور کو
نوش فرمائے کچھ نفع نہ اُٹھائے بلکہ مضرت پہنچائے پس
اس صورت میں یہ پانی جنسِ آب شیریں سے بالکل خارج
ہوا جس جگہ کہ ایسا پانی موجود ہے طالبینِ آب سے کہنا چاہیے
کہ آب یہاں مفقود ہے۔ اگر کوئی مسافر ایسا پانی اپنے ہمراہ
رکھے گا بلا ریب میدانِ بے آب میں شدّتِ تشنگی سے ذائقۂ
موت چکھے گا۔ جب کہ یہ تمثیل واضح ہوئی تو اصل کلام کیطرف
آتے ہیں ہم اور تفصیلِ مراتبِ امامتِ حکمیہ میں زبان کو چاشنی
پہنچاتے ہیں ہم اور سناتے ہیں ہم کہ اس آزار کی اصل اور اس
خار کا تخم مقامِ عبودیت میں نقصان ہے چنانچہ ذاتِ بابرکاتِ
امامِ حقیقی میں نبوّتِ تامہ کی صفت رکھی ہے کہ محض رضائے
ربانی کو اپنی ہمّت کا قبلہ بناکر اور ہوائے نفسانی کو بالکل
پسِ پشت ڈال کر استیفائے لذائذ سے سراپا پاک ہے اور
طلبِ رضائے مولیٰ میں بغایت چست وچالاک ہے
خواہشِ نفسانی سے بالکل دست بردار ہے اور اتباعِ ہوا
وہوس سے محض بیزار ظاہراً و باطناً برنگِ استقامت رنگین ہے
اور بوزنِ مناسب سنگین ہر طرف سے چشم بستہ ہے اور ہر
جانب سے پائے شکستہ ہر وقت دمدار یار سے دل شاد ہے
اور علائقِ ماسوا اور محبتِ غیر سے متنفر اور آزاد ہے (ترجمہ
جسنے دوستی کی اللہ کے واسطے اور دشمنی کی اللہ کے لیے
اور دیا اور نہ دیا اللہ کے واسطے بیشک اُسنے ایمان پورا کیا)
اُسکی شان کا بیان ہے (ترجمہ اور جو کوئی کہ ہووے
اللہ اور رسول محبوب تر اسکو سوائے ان دونو کے)
اُسکے حال کی تفصیل ہے بناءً علیہ جس وقت کہ منصب خلافت
پر پہنچتا ہے ابوابِ سیاست محض میں بندگانِ خدا کی صلاحیت
اور ادائے حقوقِ نیابت میں مشغول ہوتا ہے حصول منفعت کی
آرزو اُسکی ذات کی نسبت اُسکے دل میں کبھی آتی نہیں

ونہ غبار مضرتے بدامن ہمتِ او میرسد مشارکتِ ہوائے نفسانی را در
اطاعتِ ربانی از قبیلِ شرک میدارد و تمنّیِ حصولِ مقصدے بجز رضائے
حق بہ نسبتِ دل اخلاص منزل خود از جنسِ چرک میشمارد پس لابد
چیزے غیر از تربیتِ بندگانِ الٰہی او را نہ در ظاہر مطلوب باشد و نہ در
دل مرغوب لہٰذا امریکہ باعث انحرافِ او از قوانینِ سیاست ایمانی
باشد و باعثِ میلانِ او بہ آئینِ سیاستِ سلطانی گردد اصلاً و
مطلقاً در پیش نخواہد آمد بلکہ آرزوے مثل این امرِ قبیح ہم در دلِ او
خطور نخواہد کرد و او را ہیچ امرے از امورِ نفسانی ازین راہ ہیچگونہ نخواہد برد
اما امام حکمی ازبسکہ مقتضیاتِ نفسانیہ بالکل منزہ نیست و از علائقِ
ماسوی اللہ بالکل مبرا نہ بناءً علیہ آرزوے حصولِ مال و منال و جاہ
و جلال و تفوق بر اخوان و اقران و تسلّط بر امصار و بلدان و پاسدارے
اصدقا و اقربا و بدخواہی مخالفین و اعدا و استیفاءِ لذاتِ جسمانیہ و
مرغوباتِ نفسانیہ در دلِ او میماند بلکہ این امورِ مذکورہ را طلب
ہم مینماید و ابوابِ سیاست را وسیلۂ حصولِ مقاصدِ خود میگرداند
و طریقِ حکومت الحکمتِ عملی بتمنائے قلبی خود میرساند و ہمین ست
سیاستِ سلطانی کہ ابوابِ سیاست ابنا بر جلبِ منافع و دفعِ مضار
خود اجرا نماید پس ہمین آرزوے استیفاے لذاتِ جسمانیہ مذکورہ وقتیکہ
باسیاستِ ایمانی مختلط میشود ہمون خلافتِ راشدہ مخفی میگردد و سیاستِ
ظاہرہ برملا و این طلبِ لذاتِ نفسانیہ متفاوت میشود بحسبِ اختلافِ
اشخاص ہمین ہوا و ہوس بر بعضے اشخاص بحدے غالب
میشود کہ ایشان را از دائرۂ دین و ایمان بر می کشد و بر بعضے
ہمین قدر مسلط می شود کہ بحدِ فسق و فجور میرسد و بہ بعضے
ہمین قدر گزند میرساند کہ ایشان را در سلکِ بوالہوسانِ
آرام طلب منسلک میگرداند پس اختلاطِ این ہوا و ہوس را
باسیاستِ ایمانی بر چہار مرتبہ باید فہمید مرتبۂ اول آنکہ

غبار مضرت کے خیال کو اُسکے دامنِ ہمت تک رسائی
نہیں مشارکتِ ہوائے نفسانی کو اطاعتِ ربانی میں از قبیل
شرک جانتا ہے تمنائے حصولِ مقصد کو بجز رضائے حق
اپنے دلِ اخلاص منزل کی نسبت از جنسِ چرک پہچانتا ہے
جو چیز کہ بندگانِ الٰہی کے منافی ہے بالضرور اُسکو نہ ظاہر میں
مطلوب ہے اور نہ دل میں مرغوب فلہٰذا جو امر کہ قوانینِ سیاستِ
ایمانی سے انحراف کا باعث ہوا اور آئینِ سیاستِ سلطانی
کی طرف میلان کا سبب ہو اُس سے اصلاً و مطلقاً در پیش
نہ آئیگا بلکہ اس امرِ قبیح کی آرزو کا خطرہ بھی اُسکے دل میں نہ
گزریگا اور اسکو کوئی امر منجملہ اُمورِ نفسانی اس راہِ حقانی سے
دوسری طرف نہ لیجائیگا لیکن امامِ حکمی ازبسکہ مقتضیاتِ
نفسانی سے بالکل منزہ نہیں اور علائق ماسوی اللہ سے
مبرا نہیں اسلیے آرزوئے حصولِ مال و منال و جاہ و جلال
اور تمنائے تفوقِ اخوان و اقران اور تسلّط امصار و بلدان اور
پاسداری اصدقا و اقربا اور بدخواہی مخالفین و اعدا اور
استیفائے لذاتِ جسمانیہ اور مرغوباتِ نفسانیہ اسکے دل میں
رہتی ہے بلکہ ان امورِ مذکورہ کا طالب بھی ہوتا ہے اور ابوابِ
سیاست کو اپنے حصولِ نفع اور دفعِ ضرر کی بنا پر جاری کرے
پس یہی لذاتِ جسمانیہ کے پورے حاصل ہونے کی ارزو
جس وقت سیاست ایمانی کے ساتھ مختلط ہوئی وہی
خلافتِ راشدہ مخفی اور سیاستِ ظاہرہ برملا ہوتی ہے
اور یہ طلبِ لذاتِ نفسانیہ بحسبِ اختلافِ اشخاص متفاوت
ہوتی ہے یہی ہوا و ہوس بعض اشخاص پر اُس درجہ کو غالب
ہوتی ہے کہ اُسکو دائرۂ دین و ایمان سے نکالتی ہے اور بعض پر
اسی قدر غالب آتی ہے کہ حدِ فسق و فجور کو پہنچاتی ہے اور
بعض کو اسی قدر گزند پہنچاتی ہے کہ سلکِ بوالہوسانِ آرام طلب
میں منسلک کرتی ہے سو اس ہوا و ہوس کا اختلاطِ سیاستِ
ایمانی کے ساتھ چار مرتبہ پر خیال کرنا چاہیے مرتبۂ اول یہ ہے کہ

طالب لذّاتِ نفسانی باشد باوجود پاسداری ظاہر شرع
یعنی ظاہر شرع را از دست ندہد و براہ اہل فسق و فجور و ارباب
تعدی وجور نرود اما مساعی راحت رسانی نفس خود بوجھے
بجا آرد کہ ظاہر شرع آن را از مباحات می شمارد و این را سلطنت
عادلہ میگوئیم و مرتبۂ ثانیہ آنکہ طلب لذائذ نفسانی و خواہشِ
راحتِ جسمانی آن قدر غلبہ کند کہ گاہ گاہ باستیفار لذات از حیطۂ
ظاہر شرع بیرون شود و براہ فاسقانِ بیباک و ظالمانِ سفاک
رود و باز بران ندامت نکشد و ازان تائب نگردد و این
را سلطنت جابرہ میگوئیم و مرتبۂ ثالثہ آنکہ اتباع نفس بر و
بحدے غالب شود کہ فاسق یگانہ گردد و عیاشِ زمانہ
دادِ تکبر و تجبر دہد و بنیادِ ظلم و تعدی نہد در دقائق تعیش
فکر نماید و مراتبِ تفرج را بکمال رساند و قوانین فسق و فجور
و آئین تعدی و جور در مقابلہ ملّت و شواہد سنّت فراہم
آرد و آن را از جنسِ ہنر و کمال خود شمارد و این را سلطنت
ضلالت میگوئیم مرتبۂ رابعہ آنکہ آئین ساختہ و پرداختہ خود
را بر قوانین شرع متین ترجیح دہد و راہ و روشِ ملّت و
سنّت را اہانت نماید و بر رد و قدح و اعتراض و استہزاء
بر آن متوجہ گردد و محاسن و منافع آئین شمارد و شرع
را محض ہرزہ گردی و بیہودہ سرائی مثل سخنانِ
عام فریب میدارد و احکام ملکِ علّام و سنّتِ
سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام را از جنس
مزخرفات احمق فریب و نادان پسند قرار دہد و بنیاد
الحاد و زندقہ نہد و این را سلطنت کفر میگوئیم پس این
مراتب چہارگانہ را در ضمن تنبیہاتِ اربعہ ذکر مینمائیم

تنبیہ اول در ذکر سلطنتِ عادلہ

باوجود پاسداری ظاہر شرع طالب لذاتِ نفسانی ہو یعنی
ظاہر شرع کو ہاتھ سے نہ دے اور اہل فسق و فجور اور اربابِ
تعدّی وجور کا طریق نہ اختیار کرے لیکن اپنے نفس کی راحت
رسانی کا سامان ایسے طور پر بجا لائے کہ ظاہر شرع اُسکو مباحات سے
جانے اور اسکا ہم سلطنت عادلہ نام رکھتے ہیں مرتبۂ ثانیہ
یہ ہے کہ لذائذ نفسانی کی طلب اور راحتِ جسمانی کی خواہش
اُس قدر غلبہ کرے کہ کبھی کبھی حصول لذائذ کی وجہ سے احاطہ
ظاہر شرع سے باہر جائے اور فاسقان بے باک اور ظالمان
سفاک کی راہ کیطرف قدم رکھے اور پھر اُسپر ندامت کا خیال
نکرے اور اُس فعل ناشائستہ سے تائب نہووے اسکو ہم
سلطنت جابرہ کہتے ہیں مرتبۂ ثالثہ یہ ہے کہ اتباع نفس اُسپر
اُس حد تک غالب ہووے کہ فاسق یگانہ ہوجاوے اور عیاش
زمانہ بجائے دادِ تکبر و تجبر دے اور بنیادِ ظلم و تعدی قائم کرے
دقائق تعیش میں فکر کرے اور مراتب تفرج کو کمال پر پہنچاوے
قوانین فسق و فجور اور آئین جور و ستم کو مقابلہ ملّت اور شواہد
سنّت میں فراہم کرے اور اُسکو اپنے ہنر و کمال کی جنس سے
شعار کرے اسکو سلطنت ضلالت کہتے ہیں مرتبۂ رابعہ یہ ہے
کہ اپنے بنائے ہوئے اور تراشے ہوے آئین کو قوانین
شرع متین پر ترجیح دے اور ملّت و سنّت کی راہ روش کی
اہانت کرے اور کمال رد و قدح اور اعتراض اور استہزا کے
ساتھ اُسپر متوجہ ہووے اور اپنے آئین کی خوبیاں اور اُسکے
منافع بیان کرے اور شرع شریف کو محض ہرزہ گردی اور
بیہودہ سرائی مثل سخنانِ عام فریب تصوّر کرے احکام حضرت
ملک علّام اور سنّت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از جنس
مزخرفات احمق فریب نادان پسند قرار دے اور الحاد و
زندقہ کی بنیاد ڈالے اسکو سلطنت کفر کہنا چاہیے پس ان
مراتب چہارگانہ کو تنبیہات اربعہ کے ضمن میں ہم بیان کرتے ہیں

تنبیہ اول سلطنتِ عادلہ کے بیان میں

باید دانست کہ مراد از سلطانِ عادل درین مقام آنست
کہ حُب ازدیادِ جاہ وجلال و عزّ واقبال و آرزوے
حصول معنی امتیاز درمیان اقران واخوان وتمنّاے
منصب تسلّط بر قریٰ و بلدان وخواہشِ فرمانروائی
وکشورکشائی وتفوق براصاغر واکابر واجتماع جنود
وعساکر وبقاءِ نام ونشان تاانقضاے ادوار وازمان
ووفور خزائن ودفائن وخیالِ پرورشِ دوستان
وسرزنشِ دشمنان وہوسِ استیفاءِ لذّاتِ نفسانی و
درجات جسمانی از عماراتِ بلند وبساتین طبیعت پسند
واطعمۂ لذیذہ والبسۂ نفیسہ واسپہاے خوش رفتار
واسلحۂ کارزار ودیدن بہار گلعذار وچیدنِ میوہ ہاے
اشجار ومعاشرتِ معشوق نازانداز ومصاحبت
محبوبات طناز وعقد محافل طرب ونشاط ومجالس
سرور وانبساط ومجالستِ ہمنشینانِ سخن سنج وبسر کردن
عمرے بے کلفت ورنج وامثال این امور از قسم ہوا و
ہوس در دل بیدارد وآن را ثمرۂ سلطنتِ خود می شمارد
وطلبِ آن بہر وجہ میکند ودر جستجوے آن بہر سو میدود
امادر استیفاءِ لذاتِ مذکورہ ظاہر شرع از دست نمیدہد و
در تمامی این تگاپو ودر اثناے این جستجوے از احاطۂ دینِ
متین قدم بیرون نہند بالجملہ اقتضاے نفس امارہ او را این
حد نمیکشد کہ از راہ ظاہر شرع سراو را دور تر برد تفصیلش آنکہ بسیارے
از احکام اعمال واموال در شرع برراے امام مفوض میباشد
دران مقدمات کہ در شرع شریف حکمے مصرح نیست
بلکہ انچہ امام وقت دران مقدمات حکم فرماید
ہمان ست حکم شرع اما احکامیکہ متعلق بافعال ست

جاننا چاہیے کہ مراد سلطان عادل سے اس مقام میں وہ ہے کہ
جاہ وجلال کی زیادتی کی تمنا اور عزّت واقبال کی خواہش
اور عزیز واقارب میں بڑے ہونے کا خیال اور گانوں اور
شہروں پر تسلط کرنے کی حسرت اور فرمانروائی اور کشورکشائی
کی رغبت اور چھوٹوں بڑوں پر تفوق کا ارماں اور بڑے
بڑے لشکروں کی اجتماع کا دھیان اور نام ونشان کے بقا
کی ہوس اور زمانے کے ہمیشہ رہنے کی حرص اور خزائن اور
دفائن کی زیادتی کا تردد اور دوستوں کی پرورش اور
دشمنوں کی سرزنش کا خیال اور لذاتِ نفسانی وجسمانی
کے فوت ہونے کا ملال اور عماراتِ بلند وبساتینِ دل پسند کا
ہروقت دل میں اندیشہ اور طعمہ ہائے لذیذہ اور لباس ہائے
نفیسہ کا دل میں خطرہ اور اسپہائے خوش رفتار اور اسلحۂ
کارزار کی دوستی اور بہار گلزار کے دیدار کی حُب اور
درختوں کے میوے چُننے کی خواہش اور معشوقانِ سراپاناز
کی ہوا وہوس اور محافلِ طرب ونشاط اور مجالس سرور و
انبساط کا تعلق اور ہم نشینانِ سخن سنج کا تعلق اور عمر کو
ہمیشہ بے کلفت ورنج میں بسر کرنے کا حیلہ اور ان کے
مثل بہت سے امور دل میں رکھتا ہے کہ اسکو اپنی سلطنت کا
ثمرہ جانتا ہے اور اُسکی طلب ہر وجہ پر کرتا ہے اور اُسکی جستجو
میں ہر طرف دوڑتا ہے لیکن استیفاے لذاتِ مذکورہ میں
ظاہر شرع کو ہاتھ سے نہیں دیتا ہے اور باوجود امورِ
مذکورہ کے جستجو کے احاطۂ دینِ متین سے قدم باہر نہیں رکھتے
بالجملہ نفسِ امارہ کی خواہش اُسکو اس حد تک نہیں کھینچتی ہی
کہ شرع سے اُسکو دور لیجائے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اکثر
اعمال اور اموال کے احکام شرع شریف میں رائے امام پر
اُن مقدمات میں سونپے جاتے ہیں کہ شرع شریف میں کوئی
حکم مصرح نہیں بلکہ جو کچھ امام وقت اُن مقدمات میں حکم فرمائے
وہی حکم شرع ہے لیکن وہ احکام کہ افعال کے ساتھ متعلق ہیں

مثل تعیینِ مقدار تعزیر چه گناهیکه حد شرعی بر ان
معین نیست طریق تعزیر آن مفوض ست برراے امام
بساست که جرمی واحد از چند کس صادر گردیده و امام
وقت یکے را ضرب وحبس میفرماید و دیگرے را تذلیل
و تشهیر و در حق کسے بسلبِ منصب او اکتفا میفرماید
و در حق دیگرے بر مجرد اظهارِ بے اعتنائی و این همه
راست و درست ست و در ظاهر شرع جائز حکمِ او درین
مقدمات واجب الادا ست و اعتراض برو خارج از
ایمان ست و از ان جمله است تفویض خدمات که یکے را
به پایهٔ بلند میرساند و دیگرے را فروتر ازان و کسے را در
پهلوے خود می نشاند و دیگرے را بعید تر ازان و کسے را
افسرِ افسران می گرداند و دیگرے را از احاد سپاهیان و درین
مقدمات اعتراضے از جانب شرع برو متوجه نیست و ملامتے
باو عاید نه بلکه هر که در امثالِ این مقدمات برو اعتراض
نماید و زبان طعن برو کشاید همانست عاصی مردود و
باغی مطرود و از ان جمله است قتل سیاست یعنی بعضے
اقسام جرم ست که اگر آن جرم از شخصے صادر گردد پس
هر چند صدورِ جرم مذکور خواه مخواه شرعاً مقتضی قتلِ
او نیست فاما اگر راے امام بقتلِ او امر فرماید پس امام
را جائز ست که او را بقتل رساند و از ان جمله است
ابواب صلح و جنگ بسا کافر مرید و جابر عنید ست که امام
با او راه مساهلت می پوید و بسا مومن عاصی و مسلم باغی ست
که امام با او جنگ میجوید کسے را با او درین مصالحت و محاربت
مجال قیل و قال نیست و محل بحث و جدال نه
آما احکامے که متعلق باموال ست پس تفصیلے دارد و بس طویل

مثل تعیین مقدار تعزیر کیونکہ جو گناہ کہ حد شرعی اُسپر متعلق نہیں
اُسکے تعزیر کا طریق راے امام پر مفوض ہے بسا اتفاق ہوا کہ
ایک جرم چند آدمیوں سے صادر ہوا اور امام وقت ایک کو
ضرب اور حبس فرماتا ہے اور دوسرے کو تذلیل و تشہیر
کرتا ہے اور کسی کے حق میں اُسکے سلب منصب پر اکتفا
فرماتا ہے اور کسی کے حق مجرد اظہار بے اعتنائی
کام میں لاتا ہے اور یہ سب راست و درست ہے اور
ظاہر شرع میں جائز حکم اُسکا ان مقدمات میں واجب الادا
ہے اور اعتراض اُسپر خارج از ایمان ہے۔ اور از انجملہ تفویض
خدمات ہے کہ ایک کو پایۂ بلند پر پہنچاتا ہے اور دوسرے کو
اُس سے کم مرتبہ دیتا ہے اور کسی کو اپنے پہلو میں بٹھاتا ہی
اور کسی کو اُس سے دُور جاے دیتا ہے اور کسی کو افسر افسران
گردانتا ہے اور کسی کو سپاہیوں میں سے ایک سپاہی
مانتا ہے سو ان مقدمات میں کوئی اعتراض جانب شرع سے
اُسپر وارد نہیں ہوتا ہے اور کوئی ملامت اُسکی طرف عائد
نہیں ہوتی بلکہ جو کوئی ایسے مقدمات میں اُسپر اعتراض کرے
اور زبان طعن اُسپر کھولے وہی عاصی مردود اور باغی
مطرود ہے۔ اور از انجملہ قتل سیاست ہے یعنی بعض
قسم کے جرم ہیں اگر وہ جرم کسی شخص سے صادر ہووے
پس ہر چند اُس جرم مذکور کا صادر ہونا خواہ مخواہ شرعاً اُسکے
قتل کا مقتضی نہیں لیکن اگر راے امام اُسکے قتل کے واسطے
امر فرماوے تو امام کو جائز ہے کہ اُسے قتل کو پہنچاوے۔ اور
از انجملہ ابواب صلح و جنگ میں بہت سے کافر مرتد اور جابر
عنید سرکش ہیں کہ امام اُسکے ساتھ نرمی کی چال چلتا ہے اور بہت سے
مومن عاصی اور مسلمان باغی ہیں کہ امام اُنکے جنگ و جدل کے
ساتھ کان ملتا ہے سو کسی کو اُسکے ساتھ اس مصالحت اور
محاربت میں مجال قیل و قال نہیں اور محل بحث و جدال نہیں
لیکن جن احکام کا تعلق اموال کے ساتھ ہے اُنکی تفصیل بہت طویل ہے

این قدر بالاجمال درین مقام باید شنید کہ درصرف مال بیت المال سوائے تقسیم غنیمت رعایت مساوات جمیع مسلمین بر ذمہ او واجب نیست یکے را از ہزاراں ہزار دراہم ودنانیر بکمشت می بخشد ودیگرے را یک خرمہرہ ہم نمی دہد حالانکہ آن محروم را نہ دعوائے استحقاقے بر امام میرسد ونہ ایراد اعتراضے بلکہ کسے کہ در امثال این مقدمات برو معترض شود ودست خود از اطاعت او بیرون کشد پس ہمان ست از بارگاہ حق طرید واز مساحت قرب بعید بالجملہ امثال این مقدمات واشباہ این معاملات کہ بر رائے امام وقت مفوض ست بسیار از بسیار ست کہ نمونہ ازان درین مقام ذکر کردہ شد وان شاء اللہ اکثر ابواب این معاملات مع دلائل وشواہد در باب ثانی وثالث بالاستیعاب مذکور خواہد گردید ومقصود درین مقام آنست کہ خلیفہ راشد ہم در مقدمات مذکورہ خود را دخل میدہد وسلطان عادل ہم اما تصرفات خلیفہ راشد مبنی ست بر تربیت بنی آدم واصلاح حال عالم وامتثال احکام ربانی واتباع الہام رحمانی این معاملات گوناگون ومقدمات بوقلمون کہ ازو صادر میگردد واین احکام رنگارنگ کہ ازو ظاہر می شود ہمہ بملاحظہ انتظام امت وانتفاع ملت ست اگر کسے را اکرام فرماید نہ بنابر پاسداری علاقہ صداقت وقرابت امت واگر دیگرے را اہانت می نماید نہ بنا بر انتقام مخالفت وعداوت ہر چیزے را کہ باعث انتظام امت وانتفاع ملت می انگارد ہمون را بجان ودل بجا می آرد وہر کس را کہ لائق خدمتے می پندارد خدمت مذکورہ باوے می سپارد خواہ محب صمیمی باشد خواہ عدو قدیمی

اس قدر بالاجمال اس مقام میں سُن لینا چاہیے کہ صرف مال بیت المال میں سوائے تقسیم غنیمت تمام مسلمانوں کی مساوات کی رعایت اسکے ذمہ پر واجب نہیں کسی کو ہزاروں دراہم ودینار ایک مشت بخشتا ہے کسی کو ایک خرمہرہ بھی نہیں دیتا ہے حالانکہ اُس محروم کو نہ دعوائے استحقاق امام پر پہنچے اور نہ اُسپر اعتراض کی گنجائش بلکہ جو کوئی ان جیسے مقدمات میں اُسپر معترض ہوتا ہے اور اپنے ہاتھ کو اُسکی اطاعت سے باہر کھینچتا ہے وہی بارگاہ حق سے طرید ہے (نکالا ہوا) اور مساحت قرب سے بعید بالجملہ اس قسم کے مقدمات اور اس طرح کے معاملات کی رائے امام وقت پر مفوض ہیں بسیار از بسیار ہیں کہ اُن میں سے نمونے کے طور پر اس مقام پر مذکور ہوے اور ان شاء اللہ ان معاملات کے اکثر ابواب مع دلائل وشواہد باب ثانی اور ثالث میں بالاستیعاب مذکور ہونگے اور مقصود اس مقام میں یہ ہے کہ مقدمات مذکورہ میں خلیفہ راشد بھی اپنے تئیں دخل دیتا ہی اور سلطان عادل بھی لیکن خلیفہ راشد کے تصرفات تربیت بنی آدم اور اصلاح حال عالم اور بجا آوری احکام ربانی اور اتباع الہام رحمانی پر مبنی ہیں۔ یہ معاملات گوناگوں اور مقدمات بوقلموں کہ اُس سے صادر ہوتے ہیں اور یہ احکام رنگارنگ کہ اُس سے ظاہر ہوتے ہیں جملہ بلاحظہ انتظام اُمت اور انتفاع ملت ہیں۔ اگر کسی کی عزت کرے تو یوں نہ خیال کرنا چاہیے کہ اُسکو کسیکی دوستی اور قرابت کی پاسداری منظور ہے اور اگر کسی کی اہانت چاہے تو یوں کسی کے جی میں نہ آئے کہ وہ عداوت اور مخالفت کی انتقام میں معذور ہے غرض جس چیز کو کہ باعث انتظام امت اور سبب انتفاع ملت جانتا ہی بجان ودل اُسکی بجا آوری میں اپنی سعادت پہچانتا ہی اور جس کسی کو کہ لائق کسی خدمت کے تصور کرتا ہے خدمت مذکورہ اسکو سونپتا ہی خواہ محب صمیمی ہو خواہ عدو قدیمی

واما سلطانِ عادل پس ہر چند دریں امورِ مذکورہ تصرف
می نماید نہ در تغیرِ احکامِ ملت و آثارِ سنت فاما درین احکام
مختلفہ جانبِ مقتضیاتِ نفسانی خود رعایت میکند مثلاً
یک جُرم از دو کس صادر شدہ وآن جرم ازان قبیل نیست
کہ حدے از حدودِ شرعیہ بروے معین باشد بلکہ ازان جنس
است کہ در عوضِ آن تعزیرے لازم میگردد پس
در حق یکے بضرب و حبس حکم صادر گردید و در حقِ دیگرے
بر مجردِ بے اعتنائی اکتفا کردہ شد پس خلیفۂ راشد درین
اختلافِ حکم اصلاحِ حالِ ایشان را مرعی میدارد و وقتیکہ
دانست کہ شخصِ اول بدون حبس و ضرب براہِ راست نخواہد
آمد و شخصِ ثانی بمجردِ اظہارِ بے اعتنائی ہم درست خواہد گردید
واگر اورا اہانتے زائد رسانند ممکن کہ حمیتِ جاہلیت دامنگیرِ
حالِ او میگردد و نوبت تا بہ تلفِ جانِ او کشد بنابران آنرا
تعزیرِ شدید میفرماید و این را تعزیرِ خفیف سلطانِ عادل
را در اختلافِ این حکم گاہ گاہ این معنی ہم باعث میشود
کہ بہ طبیعت بر شخصِ اول پُر غضب بود و انتقام طلب
اما چون الزامِ شرعی بروے نمی یافت بر انتقامِ او ہمت
نمی گماشت لکن راہِ الزام بروی می جست و عزمِ انتقام
در دل می نہفت چون الزامِ شرعی بروے متوجہ گردید فی الفور
او را در تعزیرِ شدید کشید چون درمیان خلافتِ راشدہ و سلطنتِ
عادلہ امتیاز واضح گردید پس باید دانست کہ از قوامِ سلطنتِ
عادلہ ہر چند بظاہرِ شرع شریف منفعتے میرسد لیکن بباطنِ شرع
مضرتے عاید میگردد چہ احیاناً بہ اکابرِ امت درین صورت
گزندے میرسد و سیرتِ پیغمبر علیہ السلام در باب
تہذیبِ اخلاق و حسنِ خلق و اخلاص فی العمل و خیر خواہی

رہا سلطانِ عادل پس ہر چند انھیں اُمورِ مذکورہ میں تصرف
کرتا ہے نہ تغیرِ احکامِ ملت اور آثارِ سنت میں لیکن ان احکام
مختلفہ میں اپنی خواہش نفسانی کی جانب رعایت رکھتا ہے
مثلاً ایک جرم دو آدمیوں سے صادر ہوا اور وہ جرم اس
قبیل سے نہیں کہ کوئی حد حدودِ شرعیہ سے اُسی پر معین ہو
بلکہ اُس جنس سے ہے کہ اُسکی عوض میں کوئی تعزیر لازم
ہوتی ہے پس ایک کے حق میں ضرب و حبس کے ساتھ
حکم صادر ہوا اور دوسرے کے حق میں مجرد بے اعتنائی پر
اکتفا کیا گیا پس خلیفۂ راشد اس اختلاف حکم میں اُنکے
حال کے اصلاح کی رعایت رکھتا ہے جس وقت کہ جانا
کہ شخص اول بدون ضرب و حبس راہِ راست پر نہ آئیگا
اور شخص ثانی بمجرد اظہار بے اعتنائی بھی درست ہوگا اور
اگر اُسکو اہانت زائد پہنچائیں ممکن کہ حمیت جاہلیت دامنگیر
حال ہووے اور نوبت تا بتلف جان کھنچے بنابراں اسکو
تعزیر شدید فرماتا ہے اور اسکو تعزیر خفیف پہنچاتا ہے
سلطان عادل کو اختلاف اس حکم میں کبھی کبھی یہ معنی
بھی باعث ہوتے ہیں کہ طبیعت سے شخص اول پر پُر غضب
اور انتقام طلب ہوئے لیکن جو الزام شرعی اُسپر نہیں پاتا
اُسکے انتقام پر ہمت کو کام نہیں فرماتا لیکن راہ الزام
اُسپر تلاش کرتا ہے اور عزم انتقام دل میں چھپاتا ہے
جس وقت الزام شرعی اُسپر متوجہ ہوا فی الفور اُسکو تعزیر
شدید میں کھینچا۔ جب کہ فیما بین خلافت راشدہ و سلطنتِ
عادلہ امتیاز واضح ہووے تو معلوم کرنا چاہیے کہ از قوام سلطنتِ
عادلہ سے ہر چند بظاہر شرع شریف ایک قسم کی منفعت
پہنچتی ہے لیکن باطن شرع میں ایک طرح کی مضرت
عائد ہوتی ہے کیونکہ احیاناً بزرگان اُمت کو اس صورت میں
ایک طرح کا گزند پہنچتا ہے اور سیرت پیغمبر علیہ السلام
تہذیب اخلاق اور حسنِ خلق اور اخلاص فی العمل اور خیرخواہی

خلق اللہ و تربیت عباد اللہ و تعظیم کبرائے اُمّت و عظمائے ملّت کہ باعتبار فضائلِ دینیہ و کمالاتِ شرعیہ واجب التعظیم والتوقیر اند برہم میشود منتہائے ہمّتِ اہل این زمان ہمین یادگرفتن چندے از مسائلِ فقہیہ میشود تا باین حیلہ جانِ خود را از گزندِ سلطانِ وقت محفوظ دارند و بدخواہ را بآن ملزم و مفحم گردانند پس گزندے عظیم بروح شرع ازو میرسد اگرچہ قالب شرع قائم می نماید بنا بران این را بملک عضوض یعنی سلطنت گزندہ ملقب فرمودہ اند جائیکہ بوجودِ آن بعد انقضائے خلافت راشدہ اشارت نمودہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذا الامر بدء نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ و رحمۃ ثم ملکا عضوضا۔ و نیز باید دانست کہ سلطنتِ عادلہ دو قسم است اعلیٰ و اسفل زیرا کہ پاسداری ظاہر شرع کہ لازمہ سلطنتِ عادلہ است یا بنا بر خوف خالق ست یا بنا بر پاس مخلوقات پس اول اعلیٰ ست و ثانی اسفل بیانش آنکہ سلطان عادل کہ پاسداری ظاہر شرع میکند و از حیطۂ آن قدم بیرون نمی نہد باعثِ این پاسداری یا این امر ست کہ ملک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق را شاہنشاہ و دستگیر ہر عاجز و ناتوان و قادر بر قلیل و کثیر و قادر بر صغیر و کبیر می پندارد و خود را مقہور قدرت او می انگارد و بالیقین میداند کہ روزے در محکمۂ حساب بحضور رب الارباب حاضر شدنی ست و پاداش گستاخی و شوخ چشمی بلاریب کشیدنی بحضور او بادشاہ ذوی الاقتدار و مسکین ذوی الاضطرار برابر اند و عدالتِ او بر ہر بزرگ و خرد جاری و تجبر و تکبر و ظلم و جور و فسق و فجور باعث نکبت و وبالست

خلق اللہ اور تربیت عباد اللہ اور تعظیم بزرگانِ امت اور پیشوایانِ ملت کے بارے میں کہ باعتبار فضائل دینیہ و کمالات شرعیہ واجب التعظیم اور قابل توقیر ہیں برہم ہوتی ہے اُس زمانے والوں کی ہمت کا منتہا انھیں چند مسائل فقیہ کا یاد کرنا ہے تو اس حیلہ سے اپنی جان کو سلطان وقت کی ایذا اور آزار سے محفوظ رکھیں اور بدخواہ کو اُسکے ساتھ ملزم اور ساکت کریں پس ایک گزند عظیم روح شرع کو اُس سے پہنچتا ہے اگرچہ قالب شرع قایم معلوم ہوتا ہے اسی لیے اسکو ملک عضوض یعنی سلطنت گزندہ فرمایا ہے اُس مقام پر کہ خلافتِ راشدہ کے گزرنے کے بعد اُسکے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ تحقیق یہ امر شروع ہوا نبوت اور رحمت پھر ہوئی خلافت اور رحمت پھر بادشاہی سختی کی) اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سلطنتِ عادلہ دو قسم پر ہے۔ اعلیٰ اور اسفل اسلیے کہ ظاہر شرع کی پاسداری جو سلطنتِ عادلہ کے واسطے لازم ہے یا خوفِ خالق کی بنا پر ہے یا پاس مخلوقات کی وجہ سے ہے پس اول اعلیٰ ہے اور ثانی اسفل۔ بیان اسکا یہ ہے کہ سلطان عادل جو ظاہر شرع کا پاسدار ہے اور اُسکے احاطہ سے قدم باہر نہیں رکھتا باعث اس پاسداری کا یا تو یہ امر ہے کہ ملک علی الاطلاق اور مالک بالاستحقاق کو شاہ شاہاں اور دستگیر ہر عاجز و ناتواں اور قادر بر قلیل و کثیر اور قادر بر صغیر و کبیر جانتا ہے اور اپنے تئیں مقہور قدرت پہچانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ ایک روز محکمہ حساب بحضور رب الارباب حاضر ہونا ہے اور شوخ چشمی اور گستاخی کی پاداش بلاریب کھینچنی ہے اُسکے حضور میں بادشاہ ذوی الاقتدار اور مسکین ذوی الاضطرار برابر ہیں اُسکی عدالت ہر بزرگ اور خرد پر جاری ہے تکبر اور تجبر ظلم اور ستم فسق اور فجور نکبت اور وبال کا باعث ہے

و جالب تعذیب و نکال ظالم و ستمگار در درکات نار
گرفتار است و سرکش خود پسند بحضور او بغایت ذلیل و خوار
بناءً علیہ ہر چند نفس امارہ او را بمیدان ضلالت می کشد
اما خوف الٰہی دستگیری او میکند و او را مثل شتر
بے مہار نمیگزارد بلکہ اگر گاہے بمقتضاے بشریت
چپ و راست میرود ہمون خوف دست او گرفتہ
کشان کشان براہ راست می آرد پس استیفاء
مقتضیات نفسانیہ تا بحد اجازت شرعیہ میکند و بس
ہر چند سوزش خشم میخواہد کہ دست تعدی بر عاجزے
ناتوان دراز کند اما از خوف مجازات آن خود را جبراً و
کرہاً باز میدارد تا وقتیکہ الزام شرعی بر و یابد ہمان
وقت کینہ دیرینہ خود را می برآرد و ہر چند دل او در
عشق معشوقہ پیچ و تاب می خورد و شوق اضطرار
وصال بحد اضطراب میکشد اما تا وقتیکہ عقد نکاح
متحقق نمی شود ہرگز پیرامون وصال او نمیگردد
آرے در طلب نکاح او ہر سو میدود و بہر راہ می دود
خواہ اوقات عزیزہ دران مصروف گردد خواہ اموال
خطیرہ و ہمچنین ہر چند نفس او تقاضاے اظہار عادات
اہل تجبر و تکبر می نماید اما حدیث الکبریاء ردائی
والعظمۃ ازاری را ملاحظہ میفرماید پس ہر قدر
کہ از امتیاز خود نشست و برخاست و رفتار و گفتار
مباح شرعی باشد اکتفا میکند و از عادات اکاسرہ و قیاصرہ
بلکہ سائر جبابرہ کہ از قبیل محرمات شرعیہ است باز می ماند
پس ہر چند سیرت انبیاء و خلفاء راشدین راست راست
بر آئین او منطبق نیست اما اعتراض شرعی ہم برو متوجہ

اور تعذیب و نکال کا سبب ہے ظالم اور ستمگار درکات
نار میں گرفتار ہے اور سرکش خود پسند اُسکے حضور میں نہایت
ذلیل و خوار ہے بناءً علیہ ہر چند نفس امارہ اُسکو میدان
ضلالت میں لاتا ہے لیکن خوف الٰہی اُسکی دستگیری فرماتا
اور اسکو شتر بے مہار کی طرح نہیں پھراتا ہے بلکہ اگر کبھی
بمقتضاے بشریت چپ و راست جاتا ہے وہی خوف
اُسکا ہاتھ پکڑ کر کشاں کشاں راہ راست پر پہنچاتا ہے
بس حصول خواہش نفسانی خارج از حد اجازت شرعیہ
نہیں ہوتا اور بس ہر چند غصہ کی سوزش اس بات کی مقتضی
ہوتی ہے کہ ظلم و ستم کا ہاتھ کسی عاجز ناتوان پر دراز کرے
لیکن خوف مجازات و مکافات سے اپنے تئیں جبراً و کرہاً
باز رکھتا ہے جس وقت کہ الزام شرعی اُسپر پاتا ہی اُس وقت
اپنا کینہ دیرینہ ظاہر کرتا ہے اور ہر چند اُسکا دل کسی معشوقہ
محبوبہ کے عشق میں پیچ و تاب کھاتا ہے اور شوق اضطرار
وصال حد اضطراب تک کھینچتا ہے لیکن تا وقتیکہ عقد
نکاح متحقق اور ثابت نہیں ہوتا ہے ہرگز اُسکے وصال
کے پاس تک نہیں پھٹکتا ہاں اُسکے نکاح کی طلب میں
ہر طرف دوڑتا پھرتا ہے اور ہر راہ سے سعی کرتا ہی کہ مقصود
دل برآری اور نہال وصال سے پھل کہاے خواہ اوقات
عزیزہ اُسمیں مصروف ہووے خواہ اموال خطیرہ - اور
ایسے ہی ہر چند اُسکا نفس اہل تجبر و تکبر کی عادات کے اظہار
کا تقاضا کرتا ہے لیکن حدیث (ترجمہ بڑائی میری چادر ہے
اور عظمت میری ازار) کو دیکھکر ڈرتا ہے پس جس قدر کہ
امتیاز اپنی نشست و برخاست رفتار و گفتار میں مباح
شرعی ہو اکتفا کرتا ہے اور جابرین اور متکبرین کے عادات
سے کہ منجملہ محرمات شرعیہ ہے باز رہتا ہے ہر چند سیرت
انبیاء اور طریقہ خلفاء راشدین راست راست اُسکے آئین و
قوانین پر منطبق نہیں لیکن اعتراض شرعی بھی اُس پر وارد نہیں ہوتا

پس گویا کہ اصل شعلۂ ایمان در دلِ او افروختہ ست
فاما دودِ ہوا و ہوس با او آمیختہ و برقِ یقین بر دلِ او
درخشندہ فاما ظلمت تغیرِ نیت او را پوشیدہ کما روی
عن حذیفۃؓ انہ قال قلت یا رسول اللہ ھل بعد
ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذلک
الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال
یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی مراد از خیرِ اول
زمانِ نبوت و خلافتِ راشدہ است و مراد از
شر افتراقِ امت ست در اواخرِ زمانِ خلافتِ
راشدہ و مراد از خیرِ ثانی قیامِ سلطنتِ عادلہ است
و کلمۂ دخن و ما بعدِ آن اشارت ست بآنکہ این حکومت
سلطنت ست نہ حکومت خلافتِ راشدہ ہمین
سلطنت را سلطنتِ کاملہ میگوییم یا پاسداری ظاہر
شرع بہ این وجہ باشد کہ ہر چند خوف الٰہی باین
حد نمی دارد کہ مانع نفسِ امارہ می تواند شد فاما
شرم مخلوقات دامن او را نمی گذارد کہ نفس امارہ
او را از حیطۂ شرع بر آرد و باعثِ این شرم
مختلف می باشد گاہے باین وجہ متحقق می شود کہ
در اقلیمے کہ سلطنتِ او قائم گردیدہ اعزۂ آن اقلیم
متدین باشند و متمسک بظاہرِ شرع یا تشرع در آن
اقلیم بطریقِ رسم و عادات جاری باشد کہ ہر کس و
ناکس متمسک باشد و ہر مومن و منافق بآن مقید بناءً علیہ
سلطانِ مذکور میداند کہ اگر مخالفت ظاہرہ با شرعِ
شریف خواہد کرد ہر آئینہ در جمہورِ انام بدنام
خواہد گردید یا بلوائے عام از خواص و عوام بر سر او

پس گویا کہ اصل شعلۂ ایمان اُسکے دل میں افروختہ ہے
لیکن ہوا و ہوس کا دھواں اُسکے ساتھ ملا ہوا ہے اور برقِ
یقین اُسکے دل پر روشن اور درخشندہ ہے لیکن تغیر
نیت کی ظلمت اور تاریکی نے اُسکو چھپایا ہے چنانچہ
حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے (ترجمہ کہا مَیں نے دریافت
کیا رسول اللہؐ سے آیا اس بھلائی کے بعد برائی ہے فرمایا
ہاں اور مَیں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد بھی بھلائی
ہے فرمایا ہاں اور اسمیں خرابی ہے مَیں نے کہا کہ خرابی
کیا ہے فرمایا کہ ایک قوم ہے میرے طریق کے سوا
طریقہ اختیار کرینگے اور ہدایت تلاش کرینگے میری ہدایت کے
سوائے) خیر اول سے زمانۂ نبوت اور خلافتِ راشدہ مراد ہے
اور مراد شر سے افتراقِ امت ہے اواخر زمانۂ خلافتِ راشدہ
میں اور مراد خیر ثانی سے قیامِ سلطنتِ عادلہ ہے اور کلمۂ
دخن اور اُسکا مابعد اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ حکومت
سلطنت ہے نہ حکومتِ خلافتِ راشدہ۔ ایسی سلطنت کو
ہم سلطنت کاملہ کہتے ہیں یا اس سلطان عادل کو پاسداری
ظاہر شرع اس وجہ سے ہو کہ ہر چند خوفِ الٰہی اس حد تک
نہیں رکھتا کہ مانع نفس امارہ ہو سکے لیکن شرم مخلوقات
اُسکا دامن نہیں چھوڑتی کہ نفس امارہ اُسکو احاطۂ شرع سے
نکالے اور اس شرم کا باعث مختلف طور پر متحقق ہوتا ہے
کبھی باین وجہ متحقق ہوتا ہے کہ جس ولایت میں کہ سلطنت اُسکی
قائم ہوئی اُس ولایت کے اعزہ اور رئیس متدین ہوویں
متدین اور اہل شرع ہوں یا تشرع اُس ولایت میں
بطریق رسم و عادت جاری ہو کہ خواہی نخواہی ہر کس و
ناکس ظاہر شرع پر متمسک ہو اور ہر مومن و منافق
اُسکے ساتھ مقید ہووے بناءً علیہ سلطان مذکور جانتا ہے
کہ اگر مخالفت ظاہرہ شرع شریف کے ساتھ کریگا البتہ جمہور
انام میں بدنام ہوگا یا بلوائے عام خاص و عوام سے اُسکے سر پر

قائم خواہد شد یا اکابر مملکت و ارکان سلطنت ازو بیزار خواہند گردید
واز انقیاد او دست بردار و یا باین وجہ می باشد کہ کسے از
سلاطین عالی مقدار و خواقین ذوی الاقتدار کہ سلطان
کامل بود در ہمان اقلیم منصب سلطنت رسیدہ بسبب دیانت
وعدالت در خواص و عوام نیکنام گردیدہ و نام نیک او تا وقت
این سلطان زمان زبان زد سائر اہل قریٰ و بلدان ست
پس اگر سلطان کامل از آبا و اجداد این سلطان مذکور بود
پس میداند کہ فرزند سعید و جانشین رشید ہمان وقت این را
خواہند دانست کہ آئین او مطابق قوانین جد خود باشد
والا پسر ناخلف و جانشین بد او را خواہند گفت و اگر
سلطان کامل از آبا و اجداد این سلطان نبودہ پس میخواہد کہ
با او در باب نیکنامی مساوات پیدا کند بلکہ درین مقدمہ
برو مباہات کند پس درین صورت احیاناً این سلطان
مذکور در ظاہر شرع زیادہ تر استقامت میکند بنسبت
سلطان اول یا باین وجہ میباشد کہ زمان سلطنت او
متصل زمان خلافت راشدہ واقع گردیدہ پس میداند کہ
اگر بالکل آئین او مخالف سیرت خلفاے راشدین خواہد شد
لابد ہمہ صغار و کبار ازو متنفر خواہند گردید و ہرگز زمام اختیار
خود باو نخواہند داد و بناء علیہ پاس ظاہر شرع از دست
نمیدہد و بالکل قدم از حیطۂ شرع بیرون نمی نہد لیکن
ازانجا کہ افعال اہل تکلف و تصنع ممتاز می باشد از
افعال اہل صدق و اخلاص و این امتیاز ظاہر کہ ادنیٰ
فراست ہم داشتہ باشد بخوبی می فہمد و در دل خود
بالیقین میداند کہ افعال این شخص محض
صورتے ست بے جان و قالبے ست بے روح

قائم ہوگا یا اکابر مملکت اور ارکان سلطنت اُس سے
بیزار رہوں گے اور اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری سے
دست بردار رہوں گے یا یہ باعث ہوتا ہے کہ کوئی
سلاطین عالی مقدار اور خواقین ذوی الاقتدار سے
کہ سلطان کامل تھا اُسی اقلیم میں منصب سلطنت پر پہنچا
اور دیانت اور عدالت کے سبب خواص و عوام میں
نیکنام ہوا اور نام نیک اُسکا اس سلطان زماں کے وقت
تک تمام اہل قریٰ اور بلدان کی زبان زد ہے پس اگر
سلطان کامل اس سلطان مذکور کے آبا و اجداد سے
تھا تو جانتا ہے کہ فرزند سعید اور جانشین رشید اُسی وقت
اُسکو جانیں گے کہ اُسکا آئین اُسکے دادا کے قوانین کے
مطابق ہووے ورنہ پسر ناخلف اور جانشین بد اُس کو
کہیں گے اور اگر سلطان کامل اس سلطان کے آبا و
اجداد سے نہ ہوا پس چاہتا ہے کہ اُسکے ساتھ در باب
نیکنامی مساوات پیدا کرے بلکہ اس مقدمہ میں اُسپر مباہات
اور مفاخرت کرے پس اس صورت میں احیاناً یہ سلطان
مذکور ظاہر شرع میں بہ نسبت سلطان اول زیادہ تر استقامت
کرتا ہے یا باعث شرم یہ ہوتا ہے کہ اُسکی سلطنت کا زمانہ خلافت
راشدہ کے زمانے کے متصل واقع ہوا پس جانتا ہے کہ اگر
اُسکا آئین بالکل خلفاء راشدین کی سیرت کے مخالف ہوگا
بالضرور تمام صغار و کبار اُس سے متنفر اور بیزار ہونگے اور
ہرگز اپنے اختیار کی باگ اُسکے ہاتھ میں نہ دینگے بنابراں ظاہر
شرع کا پاس ہاتھ سے نہیں دیتا ہے اور احاطہ شرع سے
قدم باہر نہیں رکھتا ہے لیکن ازانجا کہ اہل تکلف اور ارباب
تصنع کے افعال اہل صدق و اخلاص کے افعال سے
ممتاز ہوتے ہیں اور جو کوئی تھوڑی سی فہم و فراست بھی رکھتا ہے
اس امتیاز کو بخوبی سمجھتا ہے اور اپنے دل میں بالیقین جانتا ہے
کہ اس شخص کے افعال محض صورت بے جان اور قالب بے روح ہیں

بناءً علیہ دیانت وتشرع او ہر مومن را پسندیدہ ہم ہست
و ناپسندیدہ ہم آما پسندی او پس باعتبار آنکہ بظاہر امر
شرعی ست واما ناپسندی او پس باعتبار آنکہ صادر ست
از مرد مکار ریاکار پس افعالِ او در نظرِ مومنینِ مخلصین ہم
معروف ست و ہم منکر کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون
علیکم امرا تعرفون وتنکرون واین را سلطنتِ ناقصہ
میگوئیم و درین مقام چند لطیفہ ایست کہ در ضمنِ چند نکتہ
بیان میکنیم نکتۂ اولی سلطان کامل خلیفۂ راشد
حکمی ست یعنی ہرچند بمنصب خلافتِ راشدہ نرسیدہ
فاما عمدہ آثار خلافتِ راشدہ کہ خدمتِ ظاہر شرع ست
بصدق و اخلاص او صادر گردیدہ پس اگر فی وقت
من الاوقات سلطانِ کامل بر سرِ سلطنت قائم باشد
و امامِ حق کہ لیاقتِ خلافت داشتہ باشد ہمدران
زمان موجود باشد پس الانسب ہمین ست کہ امامِ حق بر
منصبِ امامت قناعت نماید و سعی خود را در نشرِ
ہدایت مبذول فرماید و با او در امورِ سیاست
دست گریبان نشود و رعایا و جنود را بہ برپا کردن جنگ و
جدال بے سروسامان نکند ہرچند منصبے بس عالی کہ
عبارت از خلافتِ راشدہ ست از دست او میرود
فاما این امر را بملاحظہ خیرخواہی عباد اللہ بر خود گوارا کند
وآن را از قبیل رضا بہ قضا شمارد و از جنس تصدق بر جماہیر
مسلمین انگارد چنانچہ حسن مجتبی رضی اللہ عنہ با سلطانِ شام
ہمین راہ پیمودند و بابِ مخالفت نکشودند و باین مصالحت
بر زبانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
ممدوح و محمود گردیدند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہذا اُسکی دیانت اور تشرع ہر مومن پسند بھی کرتا ہے اور
ناپسند بھی فرماتا ہے پسندیدگی تو اُسکی اس وجہ سے ہے کہ
بظاہر امر شرعی ہے اور ناپسندی اُسکی اس اعتبار سے
ہے کہ اسکا صدور مردِ مکّار ریاکار سے ہے بس اُس کے
افعال مومنین مخلصین کی نظر میں معروف منکر دو نو
معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ترجمہ تم پر امیر لوگ حاکم
ہونگے کہ تم اُن کے افعال کو اچھا جانوگے اور بُرا جانوگے)
اسکو ہم سلطنتِ ناقصہ کہتے ہیں اس مقام میں چند لطیفے ہیں
کہ چند نکتہ کے ضمن میں انکا بیان ہوتا ہے نکتۂ اولیٰ
سلطانِ کامل خلیفۂ راشد حکمی ہے یعنی ہرچند منصبِ
خلافتِ راشدہ پر نہ پہنچا لیکن اُسکے عمدہ آثار کہ خدمت
ظاہر شرع ہے صدق و اخلاص سے صادر ہووے
پس اگر کسی وقت میں سلطانِ کامل سربر سلطنت پر قائم
ہووے اور امام حق کہ خلافت کی لیاقت رکھتا ہو اُسی
زمانے میں موجود ہووے پس انسب یہی ہے کہ امامِ حق
منصبِ امامت پر قناعت کرے اور اپنی سعی اور اہتمام
نشرِ ہدایت میں مبذول فرمائے اور اُسکے ساتھ امورِ سیاست
میں دست گریبان نہووے اور لشکر کو جنگ وجدال
برپا کرنے کے ساتھ بے سروسامان نہ کرے ہرچند منصب
عالیہ کہ عبارت خلافتِ راشدہ سے ہے اُسکے ہاتھ سے
جاتا ہے لیکن اس امر کو بندگانِ خدا کی خیرخواہی کے لحاظ
سے اپنی ذات پر گوارا کرے اور اُسکو از قبیل رضا بقضا
جانے اور تمام مسلمانوں پر تصدق کرنے کی جنس سے
سمجھے چنانچہ جناب حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سلطانِ شام
کے ساتھ یہی راہ چلے اور مخالفت نہ اختیار کی اور اس
مصالحت کے ساتھ پہلے ہی زبانِ رسولِ مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم پر ممدوح اور محمود ہوئی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان ابنی هذا سید لعل اللہ ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین وآز ہمین حدیث مفہوم گردید کہ اجماع اُمّت بر سلطان کامل ہم مرضی خدا و رسول ست و اطاعتِ او در بارگاہ حق مقبول نکتہ ثانیہ سلطان کامل بمنزلۂ برزخ ست درمیان سلاطین و خلفاء راشدین اگر حال سلاطین ملاحظہ کنند پس او را خلیفہ راشد انگارند و اگر حال خلفاء راشدین ملاحظہ کنند پس او را از جملہ سلاطین شمارند چنانچہ سلطان شام فرمودہ ست لست فیکم مثل ابی بکر و عمر ولکن ستردن امراء من بعدی بناءً علیہ زمان سلطنت او ہم یک گونہ با زمانِ نبوت و خلافت راشدہ مشابہت میدارد پس بلاحظہ این مشابہت توان گفت کہ از ابتداے زمانِ خلافتِ راشدہ تا زمان انقضاے این سلطنتِ کاملہ زمان ترقی اسلام ست۔ چنانچہ در حدیث شریف وارد شدہ تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین او ست وثلاثین او سبع وثلاثین فان یهلکو فسبیل من هلک وان یقم لهم دینهم یقم لهم سبعین عاما و کلمۂ ان یهلکوا اشارت ست بظہورِ فتنہ و تخللِ انتظامِ خلافت در آخر زمانۂ خلافتِ راشدہ و کلمۂ ان یقم لهم دینهم اشارتست بترقی دین در مجموعِ زمان ظہورِ شوکتِ نبوت و خلافت راشدہ و سلطنتِ کاملہ و نیز در حدیثے دیگر وارد شدہ تعوذوا باللہ من رأس السبعین و این کلمۂ اشارت ست بانقضاے زمانِ سلطنتِ کاملہ پس گویا کہ مجموعِ این ہر سہ ازمنہ را زمانِ برکت قرار دادہ اند کہ شر و فسادے کہ قابلِ تعوذ باشد بعد انقضاے سلطنت کاملہ ظاہر خواہد گردید نکتۂ ثالثہ سلطان کامل ہم نوعے نصیبہ از نیابت

(ترجمہ یہ میرا بیٹا سید ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے) اور اسی حدیث سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اجماع امّت سلطان کامل پر بھی مرضی خدا و رسول ہے اور اسکی اطاعت بارگاہ حق میں مقبول ہے نکتۂ ثانیہ سلطان کامل سلاطین اور خلفاء راشدین کے درمیان بمنزلۂ برزخ ہے پس اگر حال سلاطین ملاحظہ فرمائیں اسکو خلیفہ راشد شمار میں لائیں اور اگر خلفاء راشدین ملاحظہ کریں اُسکو جملہ سلاطین سے گنیں چنانچہ سلطان شام نے فرمایا ہی (ترجمہ میں تم میں مثل ابوبکر اور عمرؓ کے نہیں ہوں اور لیکن قریب دیکھو گے امیر میرے بعد) بناءً علیہ اُسکی سلطنت کا زمانہ بھی زمانۂ نبوت اور عہد خلافت راشدہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے پس اس مشابہت کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے ابتدا کے زمانہ سے اس سلطنتِ کاملہ کے زمانے کے گزرنے تک ترقی اسلام کا زمانہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے (ترجمہ پھرے گی چکّی اسلام کی پینتیس۳۵ یا چھتیس۳۶ یا سینتیس۳۷ برس پس اگر ہلاک ہوے پس راہ ہے جو ہلاک ہوا اور اگر قائم کیا دین قایم رہے ستر سال) کلمۂ ان یہلکوا ظہورِ فتنہ اور تخللِ انتظام خلافت کی طرف اشارہ ہے جو خلافتِ راشدہ کے آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور کلمۂ ان یقم لهم دینهم ترقی دین کیطرف اشارہ ہے جو نبوت اور خلافت راشدہ اور سلطنتِ کاملہ کے زمانے میں حاصل ہوگی اور یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے (ترجمہ پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے شروع ستر برس کے میں) اور یہ کلمہ سلطنت کاملہ کے زمانے کی انقضا کیطرف مشیر ہے سو ان تینوں زمانوں کے مجموعے کو زمان برکت قرار دیا ہے کہ شر و فساد جو قابل تعوذ ہو سلطنتِ کاملہ کے گزرنے کے بعد ظاہر ہوئے گا نکتۂ ثالثہ سلطان کامل بھی ایک قسم کا حصہ نیابت

پیغمبر میدارد ہرچند ریاست او را خلافت نبوت نتوان گفت
اما سلطنت نبوت توان گفت چنانچہ در کتب سابقۂ الٰہیہ
در نعت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل شدہ
مہاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام پس آنچہ از انقیاد کامل و
اطاعت بالغ بہ نسبت نبی باید کرد ہمچنین بہ نسبت
سلطان کامل ہم باید نمود اگرچہ در اقتباس انوار
ہدایت و اتباع آثار دیانت در تہذیب اخلاق
تکمیل مقامات و سلوک طریق تقرب الی اللہ و حسن
معاشرت باخلق اللہ و تربیت عباد اللہ ازو نتوان آموخت
نکتۂ رابعہ سلطان کامل چون اصل ایمان و اخلاص
میدارد و کار ہاے عمدہ از دست او سرانجام
می پزیرد و ترقی ظاہر شرع باقبال او رونق میگیرد
پس آنچہ بنا بر مقتضاے بشریت در ابواب تہذیب
اخلاق و امثال آن بعضے امور خلاف سنت ازو ظاہر
میگردد ازان چشم باید پوشید و در خیرخواہی او بجان و
دل باید کوشید سعی قلیل او را بجاے کثیر باید شمرد و عمل صغیر
او را بجاے عمل کبیر حساب باید کرد کہ ہرچند باستیفاء لذات
نفسانیہ مشغوف ست اما بخدمتگزاری دین رب العالمین
موصوف **بیت** کمال صدق و محبت ببین نہ نقص و گناہ ہا
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند ہا **تنبیہ ثانی در ذکر
سلطنت جابرہ**۔ باید دانست کہ سلطان جابر
عبارت ست از شخصیکہ نفس امارہ برو بحدے سورش کند کہ
نہ خوف خالق مانع او میتواند شد و نہ شرم مخلوقین و در اجراے
مقتضیات نفس خود ملاحظہ شرع دارد و نہ پاس عرف ہرچہ
نفس امارہ او را میفرماید بلا تکلف آن را بجا می آرد

پیغمبر سے رکھتا ہے ہرچند کہ اُسکی ریاست کو خلافت نبوت
نہیں کہہ سکتے لیکن سلطنت نبوت کہہ سکتے ہیں چنانچہ
کتب سابقۂ الٰہیہ میں جناب سید المرسلین خاتم النبیین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں نازل ہوا ہے (ترجمہ
جاے ہجرت اُسکی طیبہ ہے اور ملک اُسکا شام ہے) پس جو
کچھ کہ اتباع کامل اور اطاعت بالغ نبی علیہ السلام کی نسبت
کرنا چاہیے ایسے ہی سلطان کامل کی نسبت بھی ضروری ہے
اگرچہ ہدایت کے انوار کا اقتباس اور دیانت کے آثار کا
اتباع تہذیب اخلاق اور تکمیل مقامات میں اور تقرب الی اللہ
کے طریق کا سلوک اور حسن معاشرت باخلق اللہ اور تربیت
عباد اللہ اُس سے نہیں سیکھہ سکتے **نکتۂ رابعہ** سلطان
کامل چونکہ اصل ایمان اور اخلاص رکھتا ہے اور عمدہ کام
اُسکے ہاتھ سے سرانجام پاتے ہیں اور ظاہر شرع کی ترقی اُسکے
اقبال سے رونق پکڑتی ہے اگرچہ بوجہ مقتضاے بشریت ابواب
تہذیب اخلاق وغیرہ میں بعض امور خلاف سنت اُس سے
ظاہر ہوتے ہیں جو قابل اغماض ہیں اُسکی خیرخواہی میں بجان و
دل کوشش کرنا چاہیے اور اُسکی تھوڑی سی سعی کو بہت خیال
کرنا چاہیے اور اُسکے عمل صغیر کو بجاے عمل کبیر حساب میں
لانا چاہیے اگرچہ حصول لذات نفسانیہ میں بدرجۂ غایت مشغوف
ہے لیکن دین رب العالمین کی خدمتگزاری میں
سراپا مصروف ہے **بیت** کمال صدق و محبت
ببین نہ نقص و گناہ ہا کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند ہا
تنبیہ ثانی میں سلطنت جابرہ کا ذکر ہے
معلوم کرنا چاہیے کہ سلطان جابر اُس شخص کو کہتے ہیں کہ نفس امارہ
اُسپر اس درجہ شورش اور غلبہ کرے کہ نہ خوف خالق اُس سے
مانع آئے نہ شرم مخلوق اُس سے بچائے اور اپنے نفس کی
خواہشوں کی اجرا میں نہ شرع کا لحاظ رکھے اور نہ پاس عرف
اُسکو ہے جو کچھ نفس امارہ اُسکو فرماتا ہے بلا تکلف بجا لاتا ہے

بمخالفت و موافقت شرع پروائے ندارد بلکہ ہمین استیفاء لذات
نفسانیہ را ثمرۂ سلطنت خود می شمارد ہمین را سلطنت جابرہ
میگوییم و سلاطین جابرہ در مخالفت شرع مختلف میباشند
بحسب اختلاف طبائع یکے را عادت تکبر و تجبر مرغوب
طبعی میباشد و دیگرے را ناز و تبختر کسے را تعدی و جور مرغوب
میباشد و دیگرے را فسق و فجور کسے را انہماک در شہوات
مرغوب میباشد و دیگرے را استعمال مسکرات کسے را اطعمۂ
لذیذہ مرغوب میباشند و دیگرے را البسۂ نفیسہ و کسے را لہو و لعب
مرغوب میباشد و دیگرے را نشاط و طرب بالجملہ ابواب ہوا
و ہوس نفس امارہ بیشمار اند و مقدمات نفس پرستی ہزاران ہزار
اگر تفصیل آن کردہ شود تا سالہا بانجام نرسد فاما اصول آن
چند ست و فروع آن بیشمار از انجملہ سفاہت ست شخصے کہ
کیاست و فراست نداشتہ باشد و ہمت خود را در راہ
دوربینی نگماشتہ نصیبہ از استقامت نیافتہ و راہ متانت
اصلا نشناختہ معنی تمکین و وفا بجوے نمی شمارد و حرف
ننگ و عار بخیال نمی آرد و ہر چیزے کہ بخیال آدمی
گذرد ہمان را میخواہد کہ بر روے کار آرد در منفعت و
مضرت او اصلا تامل نمی کند و براہ عاقبت بینی مطلقاً
نمی رود بلکہ دیوانہ وار مثل اطفال می بازد و بمثابہ
شتر بے مہار در ہر جا دہن می اندازد و چون مثل
این شخص بمنصب سلطنت می رسد تمامی کار و بار
سلطنت را برہم می زند افعال او نہ مطابق
قوانین شرعی ست و نہ موافق آئین عرفی از
قیام این سلطنت ہر کس و ناکس نالان میباشد
و ہر صغیر و کبیر در آہ و فغان این بلا ست عظیم

شرع کی مخالفت اور موافقت کی پروا نہ رکھی بلکہ ایسے حصول
لذات نفسانیہ کو اپنی سلطنت کا ثمرہ جانتا ہے ایسے کو ہم سلطنت
جابرہ کہتے ہیں اور سلاطین جابرہ مخالفت شرع میں بحسب
اختلاف طبائع مختلف ہوتے ہیں کسی کو تکبر اور تجبر کی
عادت مرغوب طبع ہوتی ہے کسی کو ناز و تبختر خوش آتا ہے
کسی کو تعدی اور ظلم و ستم بھاتا ہے کسی کو فسق و فجور کی
طرف رغبت ہوتی ہے کوئی شہوات میں مبتلا ہو کر خوش
رہتا ہے کسی کو استعمال مسکرات پسند آتا ہے کسی کو
طعمہ ہاے لذیذہ بھاتے ہیں کسی کو لباسہاے نفیسہ
خوش آتے ہیں کسی کو لہو و لعب مرغوب ہوتا ہے کسی کو
نشاط و طرب مطلوب ہوتا ہے بالجملہ نفس امارہ کی ہوا و
ہوس کے ابواب بے شمار ہیں اور نفس پرستی کے
مقدمات ہزاروں ہزار اگر انکی تفصیل کیجاے سالہا سال
میں بھی تحریر میں نہ آئے لیکن اصول اسکے چند ہیں اور فروع
اسکے بیشمار ہیں ازانجملہ سفاہت ہے جو شخص کہ سمجھ اور
دانائی نہیں رکھتا اور اپنی ہمت کو دوربینی کی راہ کی طرف
نہ متوجہ کیا اسنے حصہ استقامت سے نہ پایا اور راہ متانت
کی طرف اصلا نہ چلا جسنے وفا اور تمکین کو جو کے برابر نہیں
جانتا اور حرف ننگ و عار کو خیال میں نہیں لاتا اور جو چیز کہ
اسکے خیال میں گذرتی ہے اسی کو جانتا ہے کہ عمل میں لاے
اور اسکے نفع اور نقصان کی طرف اصلا تامل نہیں کرتا ہے
اور عاقبت بینی اور دور اندیشی کی راہ سے مطلق نہیں چلتا
بلکہ دیوانہ مثل اطفال لہو و لعب میں دل کی حسرت نکالتا ہے
اور شتر بے مہار کی طرح ہر جگہ منہ ڈالتا ہے جب ایسے شخص کو
منصب سلطنت پہنچتا ہے اسکے تمامی کاروبار کو تباہ اور
برباد کرتا ہے اسکے افعال نہ مطابق قوانین شرعی ہیں نہ
موافق آئین عرفی ایسی سلطنت کے قیام سے ہر کس و ناکس
نالاں رہتا ہے اور ہر صغیر و کبیر آہ و فغاں رہتا ہے یہ وہ بلاے عظیم ہے کہ

ہر عاقل وسفیہ ازان گریزد و ہر غافل و نبیہ ازان پرہیزد۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعیذك باللہ من امارۃ
السفہاء وقال تعوذوا باللہ من رأس سبعین وامارۃ
الصبیان وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلك امتی
علی یدی غلمۃ من قریش و از انجملہ ابواب عیاشی
است تفصیلش آنکہ بعضے اشخاص بحسب جبلّت مغلوب
قوّتِ شہویہ میشوند کہ تمام ہمّتِ ایشان در استیفاء لذّاتِ
نفسانی و راحتِ جسمانی مصروف میباشد و عقل ایشان
بدقائق عیّاشی مشغوف شب و روز در تدقیقاتِ طعام
مرغوب و لباسِ خوش اسلوب و شربِ خمور و دیگر
مسکرات مولد فرح و سرور و شطرنج بازی و مزمار نوازی
و عقد محافلِ رقص و سماع و انہماک در اغلام و جماع
و بناء عماراتِ بلند و تفرج بساتین دلبند و امثالِ ذٰلک
غور و فکر میکنند و داد فسق میدہند چون امثال این
اشخاص بمنصب سلطنت میرسند عقلائے دقیقہ شناس
بحضورِ ایشان مجتمع می شوند چون رغبتِ ایشان را
باموراتِ مذکورہ میدانند سعی بلیغ در استخراج ابواب لہو
لعب و نشاط و طرب بجا می آرند و آن را فنے بس
طویل و عریض میگردانند و این فن را بغایت کمال
میرسانند و این سلاطین ہم ارباب ہمین فنون را ہمنشین و
خیرخواہ می شناسند و مقرب بارگاہ خود می شمارند پس
ہر کہ از ایشان عیاشش بر ملاست و نقال بیحیا و
قلتبان حیلہ باز ست و مغنی مزمار نواز ہمان ست
مقرّب بارگاہ و معظّم درگاہ و از بسکہ این ابواب فسق و
فجور بدون اسراف بکمال نمی رسند و اسراف بدون کثرت

ہر عاقل و نادان اس سے بھاگتا ہے اور غافل و ہوشیار
اس سے پرہیز کرتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ پناہ میں دیتا ہوں تجھکو اللہ تعالیٰ کی بیوقوفوں کی
امیری سے اور فرمایا پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی شروع ستّر
سال کے سے اور لڑکوں کی امیری سے) اور فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ میری امت ہلاک ہوئے
قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں پر) اور از انجملہ ابواب عیاشی
ہیں تفصیل اُسکی یہ ہے کہ بعض اشخاص اپنی عادت جبلی
کے موافق مغلوب قوّتِ شہویہ ہوتی ہیں کہ تمام ہمّت کو
استیفاے لذّاتِ نفسانی اور حصولِ راحت جسمانی میں
مصروف رکھتے ہیں اور اُنکی عقل ہمیشہ دقائق عیاشی میں
مشغول رہتی ہے اور شب و روز تلاش و تدقیقاتِ طعام
مرغوب اور لباس خوش اسلوب اور شرب خمور اور دیگر
مسکرات مولد فرح و سرور اور شطرنج بازی اور مزمار نوازی
اور انعقادِ محفلِ رقص و سماع اور انہماکِ اغلام و جماع اور بناء
عمارات بلند و تفرج بساتین دل پسند وغیرہ ہا میں غور و فکر
کرتے ہیں اور داد فسق دیتے ہیں۔ جب ایسے لوگ منصبِ
سلطنت پر پہنچتے ہیں عقلاے دقیقہ شناس اُنکی حضور میں
جمع ہوتے جو اُنکی رغبت اُمورِ مذکورہ کی طرف دیکھتے ہیں
لہو و لعب اور نشاط و طرب کے تداعی اور اسباب کے
استخراج اور حصول میں سعی بلیغ اور کوشش بجالاتے ہیں
اور اُسکو بہت طول و عریض بناتے ہیں اور اس فن کو درجۂ
کمال پر پہنچاتے ہیں اور یہ سلاطین بھی ان اہل فنون کو اپنا
ہمنشین اور خیرخواہ پہچانتے ہیں اور مقرب بارگاہ جانتے ہیں
پس جو کوئی اُن میں سے عیاشش برملا ہے اور نقال بیحیا ہے
اور قلتبان حیلہ باز ہے اور مغنّی مزمار نواز ہے وہی مقرب
بارگاہ ہے وہی معظم درگاہ ہے اور از بسکہ یہ ابواب فسق و
فجور بدون اسراف کمال کو نہیں پہنچتے اور اسراف بدون کثرت

خزینہ محال پس لابد انواعِ ظلم و تعدی در بابِ تحصیلِ اموال
ازو صادر میگردد و بر رعایا دست درازی میکند و در ملک
فسادے راہ میباید اکثر ضعفا و غربا خانہ ویران می شوند و
اہلِ زراعت و تجارت بے سروسامان و نیز ہمین فسق و
فجور بعضے احیان بہ پردہ دری اربابِ ننگ و دست درازی
بر ناموسِ اہلِ عزت منجر میگردد و این ہم باعثِ بربادی
مملکت میشود و نیز وقتیکہ سلطانِ وقت در ابوابِ لہو و لعب
و نشاط و طرب مستغرق گردید لابد حال عدالت و حفاظت
بخرابی کشید پس درمیانِ رعایا ہم تظالم جاری می شود
بالجملہ فسق و فجورِ سلاطین بظلم و تعدی و فساد ملک و
خرابی رعایا منجر می شود۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان ھذا الامر بدء نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ
و رحمۃ ثم ملکا عضوضا ثم ملکا جبریۃ و عتوا و
فسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور یرزقون
علی ذلک و ینصرون حتی یلقوا اللہ و این
سلطنت فسق و ظلم در حقِ امت و ملت بلائیست
بس عظیم چہ اربابِ کیاست و دیانت اکثر از سلاطینِ وقت
دور دور گریزند و از صحبتِ ایشان پرہیزند و در محافل و
مجالسِ ایشان داخل نشوند و تقربِ ایشان حاصل نکنند
پس معاشِ ایشان فاسد میگردد و اطمینان قلبی ہیچگونہ
دست نمیدہد تا باصلاحِ معاد متوجہ شوند و در طلبِ
راہِ حق مشغول گردند و اگر تقرب جویند و راہِ مقربانِ
ایشان پویند لابد اول از دین و ایمان دست بردار شوند
و از ننگ و عار بیزار فحش گوئی را کمالِ خود شمارند و سرود سرائی
را ہنرِ خود انگارند پس چارۂ کار ہمین ست کہ

خزینہ محال ہے تو بالضرور اقسام کے ظلم و تعدی تحصیلِ
اموال کے بارہ میں اُس سے صادر ہوتے ہیں اور رعایا
پر دست درازی کرتا ہے اور ملک میں فساد راہ پاتا ہے،
اکثر ضعیف و غریب محتاج و ناتوان خانہ ویران ہوتے
ہیں اور اہل زراعت و تجارت بے سروسامان ہوتے ہیں
اور کبھی یہی فسق و فجور اربابِ ننگ و ناموس اور اہلِ
عزت کی پردہ دری اور بے عزتی کا باعث ہوتا ہے یہ
امر بھی سلطنت کی بربادی کا سبب ہے اور یہ بھی یاد رہے
کہ جس وقت سلطانِ وقت ابواب لہو و لعب اور مقدماتِ
نشاط و طرب میں مستغرق ہوگا لابد عدالت اور حفاظت کا
حال خراب اور تباہ ہوگا پس رعایا کے درمیان بھی
تظالم جاری ہوگا بالجملہ سلاطین کا فسق و فجور ظلم و
تعدی اور ملک کے فساد و خرابی کا سبب ہوتی ہے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ یہ کام نبوت
اور رحمت سے شروع ہوا پھر ہوئی خلافت اور رحمت
پھر بادشاہی سخت ہوئی پھر ہوئی بادشاہی ظلم اور
زیادتی کی اور ملک میں فساد برپا ہو حریر اور فروج اور
شراب کو حلال جانیں روزی اور فتح اسی پر ہو یہانتک کہ
اللہ تعالیٰ سے ملیں) اور یہ فسق و ظلم کی سلطنت امت و
ملت کے حق میں ایک بلائے عظیم ہے کیونکہ اہلِ دانش
اور اہلِ دیانت اکثر سلاطین وقت سے دُور دُور جائیں
اور انکی تقرب حاصل نکریں نظر براں انکی معاش میں فساد
راہ پائے اور اطمینانِ قلبی ہر طرح ہاتھ سے جائے جو صلاح
معاد کا باعث اور راہ حق میں مشغول ہونے کا سبب ہے
اور اگر یہ لوگ اُس بادشاہ کا تقرب چاہیں اور مقربان
کی راہ اختیار کریں لابد اول دین و ایمان سے دست بردار
ہوں اور ننگ و عار سے بیزار فحش گوئی کو اپنا کمال جانیں
اور سرود سرائی کو ہنر پہچانیں پس چارۂ کار یہی ہے کہ

اصل دین و ایمان را برباد ندهند و زنهار ملازمت ایشان اختیار نکنند هرگز اینچنین خیال در دل نیارند که دین خود را محفوظ دارند و بقدر ضرورت که اصلاح معاش انسان متصور باشد قدرے از سعی و کوشش در آسانی خود بحضور ایشان بجا آرند این خیالے ست پُر اختلال و وہمے است سراسر باطل و محال بیت هم خدا خواهی و هم دنیاے دون ٭ این خیال ست و محال ست و جنون ٭ و از آن جمله حب مال ست تفصیلش آنکه بعضے از اشخاص مجبول میباشند بر حب مال بوجہے که بنفس اجتماع اموال مسرور میشوند اگرچه در لذائذ خود صرف ننمایند بلکه اجتماع مال را از اعظم لذائذ می شمارند و کثرت آن را از بهترین راحات می انگارند هرگاه که بخزائن و دفائن خود می بینند از دل شادان و فرحان میشوند و در راه افزونی او میطلبند هزار تکالیف و رنج در فراهم کردن خزینه و گنج بر جان خود گوارا میدارند هرچند گرسنگی و برهنگی می میرند لیکن خرمهره ازان بمصرف نمی آرند و چون امثال این اشخاص بمنصب سلطنت می رسند داد بخل میدهند آما حرص پس حالش آنکه در استیفاے حق خود از اهل زراعت و تجارت و اغنیا و فقرا و سائر رعایا تا نقیر و قطمیر می شمارند یک خرمهره هم بطریق مسامحت نمی گزارند بلکه از دل خواهان آن معنی میباشند که از کسے رعایاے ایشان گناهے واقع شود یا عصیانے بنسبت ایشان متحقق گردد پس او را بهمین حیله دار و گیر کنند و اموال و اجناس او را بلطائف الحیل میکشند بالجمله در اخذ اموال خود هم غور و تامل مینمایند و همنشینان ایشان هم درهمین باب عقل خود را کار میفرمایند پس هر که تدبیرے براے اخذ

اصل دین و ایمان کو برباد نہ کریں اور ہرگز ہرگز انکی ملازمت اختیار نکریں اور ہرگز ایسا خیال دل میں نہ لائیں کہ اپنے دین کو محفوظ رکھیں اور اُنکے حضور میں حاضر ہوکر اپنی اصلاح معاش میں ساعی ہیں کیونکہ یہ ایک خیال ہے پُر اختلال اور ایک وہم ہے سراسر باطل و محال بیت ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دون ٭ این خیال ست و محال ست و جنون ٭ اور از انجملہ حب مال پر مجبور ہوتے ہیں یعنی اُنکی عادت جبلی ہے کہ نفس اجتماع اموال کے ساتھ مسرور ہوتے ہیں اگرچہ اپنے لذائذ میں صرف نکریں بلکہ اجتماع مال کو اعظم لذائذ سے شمار کرتے ہیں اور اُسکی کثرت کو بهترین راحات سے جانتے ہیں جس وقت کہ اپنے خزائن اور دفائن کی طرف دیکھتے ہیں نہایت شادان و فرحان ہوتے ہیں اور ہر طرح اُسکی زیادتی اور ترقی چاہتے ہیں ہزار طرح کی تکالیف و رنج خزینہ اور گنج کے جمع کرنے میں اپنی جان پر گوارا کرتے ہیں ہرچند گرسنگی اور برہنگی میں مرتے ہیں یعنی بہت کچھ تکلیف اُٹھاتے ہیں لیکن ایک خرمہرہ اُس سے صرف میں نہیں لاتے ہیں اور جب ایسے لوگوں کو منصب سلطنت ملتا ہے داد حرص و بخل دیتے ہیں حرص کا حال یہ ہے کہ اہل زراعت و تجارت اور اغنیا اور فقرا اور تمام رعایا سے اپنا پورا حق وصول کرتے ہیں نقیر و قطمیر قلیل و کثیر کا لحاظ رکھتے ہیں اور ایک خرمہرہ بھی بطور مسامحت (نرمی) انکے ذمہ نہیں چھوڑتے بلکہ دل سے اس بات کے خواہاں رہتے ہیں اگر رعایا میں سے کسی سے کوئی گناہ واقع ہوئے تو اُس کو اس حیلے سے گرفتار کریں اور دار و گیر کے ساتھ پیش آئیں اور اُنکے اموال و اجناس کو لطائف الحیل سے اُڑا لیں الحاصل اخذ اموال میں خود بھی غور و تامل کرتے ہیں اور انکے ہمنشین بھی رات دن اسی تردد اور فکر میں مرتے ہیں پس جس کسی نے تحقیق رعایا سے

مال جست بر بست و تزویر برائے اہل عالم از دو مجلس نشست
پس ہمون ست نزد ایشان وزیر شہیر و امیر کبیر پس بسبب
مساعی ایشان فن حیلہ سازی و فریب بازی باتمام میرسد و
اصول و فروع آن مستحسن میگردد ما بالجملہ بیان بالفرض آنکہ
از ملازمان خود میخواہند کہ خدمت ایشان بجان و دل بجا آرند
و آن ملازمان خود شمارند فاما از خزانہ عامرہ چیزے کم نگردد و از
دفینہ وافرہ یک خرمہرہ برآید بنابراں حیلہ ہا بسیار بنا بر منصب
استخدام ایشان بکار انگیزند و حسن خلق و تالیف خلق در فن ریاست
و سیاست بکار آمیزند بیکے الزام نہادہ خدمت او را برباد میکنند
و دیگرے را بمجرد تعظیم و تکریم فریب میدہند بالجملہ مقصود ایشان
ہمین ست کہ خدمت از ایشان بگیرند و چیزے بایشان ندہند
و ہرگاہ کہ ادائے چیزے لازم گردد پس بہ پیچے دہند کہ حق
ایشان بایشان کامل نرسد بلکہ چیزے از حق ایشان در خزینہ
بماند مثلاً سرہ کم عیار بدہند و کامل العیار در حق خود بگیرند
و چند ایام از زمان خدمتگزاری ایشان خارج از حساب نمایند
و بعد از خدمتگزاری اسباب در دفتر غیاب نام ایشان بنگارند
و این سلطنت بطمع و بخل آخر فساد مملکت میکند
اصل حکومت برباد میرود لکن مصلحت وقت در
حق رعایا ہمین ست کہ بر کد و کاوش سلطان بخیل
مصابرت نمایند و راہ منازعت با او نہ پیمایند کہ
مباد آنچہ بالفعل در پردۂ حیلہ بازی و سخن سازی
می کند بر تقدیر منازعت دست تعدی بے پردہ
بکشاید چہ او مجبول ست بر طمع و وقتے کہ برائے
تحصیل مال ہیچ راہ نخواہد یافت بتعدی صریح بالضرورت
خواہد شتافت۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اموال و اجناس کے حاصل کرنے میں تدبیر و حیلہ نکالا وہی
اُنکے نزدیک وزیر شہیر اور امیر کبیر ہے۔ انھیں لوگوں کی
سعی اور کوشش کے سبب حیلہ سازی اور فریب بازی
کے فن کو ترقی ہوتی ہے اور اُسکے اصول و فروع قائم ہوتے
ہیں رہا مجمل اُسکا بیان یہ ہے کہ اپنے ملازمین سے بلحاظ فخر
یہ چاہتے ہیں کہ ہماری خدمت بجان و دل بجا لائیں لیکن
خزانہ عامرہ سے ایک چیز کم نہووے اور دفینۂ وافرہ سے
ایک خرمہرہ نہ باہر جائے نظر براں بہت کچھ حیلے خدمت
لینے کے منصب میں ظاہر فرماتے ہیں اور حسن خلق اور تالیف
خلق فن ریاست و سیاست میں بجا لاتے ہیں کسی پر
ناحق الزام رکھکر اُسکی خدمت کو برباد کرتے ہیں اور کسی کو
بمجرد تعظیم و تکریم فریب دیتے ہیں بالجملہ مقصود انکا یہی ہے
کہ اُنسے خدمت لیں اور ایک کوڑی اُنکو نہ دیویں اور جس صورت
میں کہ خواہی نخواہی دینا ہی پڑے کہ ایسے طور سے دیویں کہ
پورا حق اُنکے پاس نہ پہنچے بلکہ کوئی چیز اُنکے حق سے خزانہ میں رہے
مثلاً سونا چاندی ناقص اُنکو دیں اور عمدہ اور کامل لے لیویں
یا کچھ دن زمانہ خدمتگزاری سے خارج از حساب
ٹھہرائیں درصورت خدمت لینے کے بعد حساب کے دفتر
میں انکا نام لکھوائیں آخر کو طمع اور بخل سے سلطنت
مملکت میں فساد پیدا کر لیتی ہے اور اصل حکومت برباد
ہو جاتی ہے لیکن مصلحت وقت رعایا کے حق میں یہی ہے
کہ سلطان بخیل کی کد و کاوش پر صبر کریں اور اُسکے ساتھ
لڑائی جھگڑے کی راہ نہ چلیں کہ جو کچھ بالفعل حیلہ بازی
اور سخن سازی کے پردہ میں کرتا ہے مبادا اگر بر تقدیر
منازعت جور و تعدی کا ہاتھ بے پردہ دراز کرے
کیونکہ طمع اُسکی عادت جبلی ہے جس وقت کہ تحصیل مال
کے واسطے کوئی راہ نہ پائیگا بالضرور ظلم صریح کی طرف قدم
اُٹھائیگا چنانچہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

لابی ذرؓ کیف انتم وائمۃ من بعدی سیأثرون لھذا
الفیٔ قال ابوذر اما والذی بعث بالحق اضع سیفی علی
عاتقی ثم اضرب بہ حتی القیک قال اولا ادلک علی
خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی۔
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون بعدی
اثرۃ وامور اً تنکرونھا وروی ان الصحابۃ قالوا
یا نبی اللہ ارایت ان قامت علینا امراء یسئلونا
حقھم ویمنعونا حقنا فما تامرنا قال اسمعوا واطیعوا
فان اطیعوا فان علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم
و از انجملہ ست حب خونخواری و مردم آزاری بیانش آنکہ
بعضے اشخاص بحسب اصل فطرت مغلوب الغضب و کینہ کش
میباشند کہ در وقت شورش خشم و ثوران غضب بوجہے سخت رو و
درشت گو میشوند کہ داد بدخواہی میدہند ہرگز رعایت مقدار
جرم مجرم نمیکنند و براد نائے تقصیر از دل میرنجند و قدر گناہ
را بر میزان عقل نمی سنجند بلکہ تا وقتیکہ بقتل و نہب نوبت نرسانند
یا او را رو برو یگانہ و بیگانہ ذلیل و خوار نگردانند ہرگز دل ایشان
تسلی نمیگیرد و خاطر ایشان اطمینان نمی پذیرد و اگر از تمام
قوم یک کس با ایشان مخالفت کرد ایشان با تمام قوم
عداوت می نمایند و زبان طعن بر نیک و بد آن قوم میکشایند
چون امثال این اشخاص بمنصب سلطنت میرسند داد
ظلم و جور میدہند و بندگان الٰہی را در انواع تعذیبات
گرفتار می کنند و اہل عزت و اعتبار را بانواع تذلیل و اہانت
ذلیل و خوار در حق بنی آدم بمثابۂ گرگ جہندہ اند یا سگ
گزندہ مضرت ایشان در حق صغار و کبار و
ارباب عزت و اعتبار و مساکین ذوی الاضطرار و

حضرت ابوذرؓ سے (ترجمہ کیا ہو تم اور امام میرے بعد کے
کہ پسند کریں اس غنیمت کے مال کو کہا ابوذرؓ نے خبردار
قسم ہے اس ذات کی کہ آپ کو ساتھ حق کے بھیجا ہے میری
گردن میری تلوار سے مار دیجیے یہانتک کہ میں آپ سے
ملوں۔ فرمایا کیا میں تجھکو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں صبر کر
یہانتک کہ تو مجھسے ملے) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ تم میرے بعد نشان اور کام دیکھوگے کہ وہ نا پہچان
ہونگے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ای
رسول اللہ بتائیے اگر ہم پر ایسے امیر ہوں کہ اپنے حق تو مانگے اور
ہمارے حق نہ دیں تو ہمکو کیا حکم ہے فرمایا سنو اور کہا مانو پس
اگرچہ جو وہ کرینگے پاوینگے جو تم کروگے پاؤگے) اور از انجملہ
جب خونخواری اور مردم آزاری ہے اسکا بیان یہ ہی کہ بعض
اشخاص باعتبار اصل فطرت مغلوب الغضب اور کینہ کش
ہوتے ہیں کہ سوزش خشم اور جوش غضب میں کمال سخت روی
اور درشت گوئی کے ساتھ داد بدخواہی دیتے ہیں ہرگز مجرم کے
جرم کی رعایت نہیں کرتے ادنیٰ سے قصور پر رنجیدہ خاطر
ہوجاتے ہیں اور مقدار گناہ کو میزان عقل پر نہیں تولتے
بلکہ تا وقتیکہ قتل اور غارت کی نوبت نہ پہنچائیں یا اسکو یگانہ و
بیگانے کے روبرو ذلیل و خوار نکریں ہرگز انکو چین نہ پڑے
اور انکی خاطر مطمئن نہو اور اگر تمام قوم میں سے ایک آدمی
انکے ساتھ مخالفت کرے وہ تمام قوم کے ساتھ عداوت
کرتے ہیں اور زبان طعن اس قوم کے نیک و بد پر کھولتے
ہیں جب ایسے لوگ منصب سلطنت پر پہنچتے ہیں داد جور و ظلم
دیتے ہیں اور بندگان خدا کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار
کرلیتے ہیں اور اہل عزت اور ارباب اعتبار کو اقسام اقسام
کی ذلت اور اہانت میں ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ بنی آدم کے
حق میں بمنزلہ گرگ جہندہ یا سگ گزندہ ہیں انکی مضرت صغار و
کبار اور ارباب عزت و اعتبار اور مساکین ذوی الاضطرار اور

سائر اغنیاء وفقراء ابجدے ست کہ پایانے ندارد حتے کہ
ضعفاء وغربا مسلمین تسلط کفار نابکار را از تسلط این جبابرہ از
درجہ بہتر میشمارد و آن را باعث اطمینان خلق اللہ می انگارند
چنانچہ رعایا از سلطان ظالم در رنج اند ہمچنین سلطان ظالم ہم
از رعایاے خود بیزار ایشان برائے او روز بد میخواہند
و او برائے ایشان۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار
ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم وتصلون علیہم ویصلون
علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونہم ویبغضونکم و
تلعنونہم ویلعنونکم۔ چنانکہ جور سلطانی معاش رعایا
را برباد میکند ہمچنین امرایان ایشان را از بیخ میکند چہ
از خوف او گاہے نمیرسند کہ باقامت دین و ایمان
مشغول شوند پس قیام سلطنت ظالمہ مثل انتشار
مذاہب باطلہ ہست کہ قوانین ملت را برہم میزند
و آئین سنت را کم میکند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انما اخاف علی امتی الاستسقاء بالانواء وحیف
السلطان وتکذیب بالقدر و در بعضے احیان بہ نسبت
بعضے اقوام پرغضب میشود و انتقام طلب پس در
انتقام کسے عاصی را از مطیع امتیاز نمیکند و گنہگار را
از بیگناہ بلکہ تیغ بیدریغ بر سر ایشان میکشد و اقالیم و بلدان
را بیچراغ میکند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من خرج علی امتی بسیفہ یضرب برہا
وفاجرہا ولا یتحاشا من مومنہا ولا یفی
لذی عہد عہدہ فلیس منی ولست منہ
و در بعضے احیان شورش غضب بہ نسبت بعضے اقوام در
دل او جوشش میزند لکن بالفعل قدرت انتقام نمیدارد

تمام اغنیا اور فقرا کے حق میں بدرجۂ غایت ہے یہانتک کہ
ضعیف اور غریب مسلمان کفار نابکار کی حکومت اور تسلط کو
اُن ظالموں کی تسلط اور حکومت سے ہزار درجے بہتر جانتے
ہیں اور اسکو باعث اطمینان خلق پہچانتے ہیں جیسے کہ رعایا
سلطان ظالم سے رنج میں ہیں ایسے ہی سلطان ظالم بھی اپنی
رعایا سے بیزار ہے رعایا اُسکے واسطے روز بد چاہتی ہے اور
وہ اُنکا بُرا چاہتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ
بہتر امام تمھارے وہ ہیں کہ تم اُنکو دوست رکھو اور وہ تمکو
تم اُنکو دعائیں مانگو وہ تمکو اور تمھارے بُرے امام وہ ہیں کہ
تم اُنکو بُرا جانو وہ تمکو اور تم اُنکی برائی کرو اور وہ تمھاری)
جس طور پر کہ جور سلطانی معاش رعایا کو برباد کرتا ہی ایسے
ہی امرایان اُنکو جڑ سے اُکھاڑتا ہے کیونکہ اُسکے خوف سے
کبھی نجات نہیں پاتے کہ اقامت دین و ایمان میں مشغول
ہوویں پس قیام سلطنت ظالمہ مثل انتشار مذاہب باطلہ ہے
کہ قوانین ملت کو خراب کرتا ہے اور آئین سلطنت کو گم
کرتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے
نہیں کہ مَیں ڈرتا ہوں اپنی امت سے کہ بارش مانگے ساتھ
انوار کے اور ظلم بادشاہی سے اور تقدیر کو جھٹلاویں)
اور بعض اوقات میں بعض اقوام کی نسبت پر غضب ہوتا ہے
اور انتقام چاہتا ہے پس بدلہ لینے میں کسی فرمانبردار اور
غیر فرمانبردار کی تمیز نہیں کرتا اور گناہ بیگناہ کا خیال
نہیں کرتا بلکہ تیغ بیدریغ اُنکے سر پر چلاتا ہے اور شہروں
اور ولایتوں کا چراغ بُجھاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ جو نکلا میری اُمت پر اپنی تلوار لیکر
مارے بھلے اور بُرے اور نہ پروا کرے ایمان والے کی اور
نہ پورا کرے کسی عہد والے کی عہد وہ مجھسے نہیں اور میں اس سے
نہیں) اور بعض احیان میں جوش غضب بعض اقوام کی نسبت
اُسکے دل میں ظاہر ہوتا ہی لیکن بالفعل قدرت انتقام نہیں رکھتا

پس تخم کینہ بہ نسبت ایشان در سینہ می کارد و منتظر میماند که کدام وقتے برسد که کینہ دیرینہ را بروئے کار آرد. کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من والٍ یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وہو غاشٍ لہم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ وآنانجملہ تجبر وتکبر ست بیانش آنکہ بعضے اشخاص حسب اصل جبلت سرکش خودپسند و صاحب دعوی بلند میباشند بخودستائی مشغوف میباشند و بخودنمائی مصروف جان خود را دو رتہ میکشند و ہر صغیر و کبیر را فروتر از خود می بینند اعلاے کمالات غیر را ادناے ہنر خود اگرچہ محض خیالی باشد مثل علو حسب و نسب ہرگز ہمسنگ نمیسازند و مساوات خود را با دیگران بہ نسبت خود عار و ننگ میدانند غرضکہ تحقیر اقران را عین عزت خود میشمارند و تعییر اخوان را عین عظمت خود می انگارند و بر کمالات خود می نازند و کمال دیگران را از پایۂ اعتبار می اندازند منتہائے آرزوہاے ایشان ہمین ست کہ ایشان را در میان جمیع افراد انسان بوجہے امتیاز حاصل شود کہ کسے با ایشان مشارکت نجوید و راہ مشابہت نپوید چون مثل این شخص منصب سلطنت میرسد داد تجبر و تکبر میدہد در رفتار و گفتار و نشست و برخاست و القاب و آداب و در سائر معاملات و عادات امتیاز خود میجوید و از ہر باب چیزہا براے ذات خود بوجہے مخصوص میگرداند کہ از مشارکت دیگرے در و بغایت میرنجد و راہ مساوات دیگران را بالکل می بندد مثلاً براے نشستن خود وقتیکہ تخت ساختہ دیگران را از نشستن بر تخت منع کرد و در مجلسے کہ خود نشستہ دیگران را از نشستن مانع شد و لفظیکہ براے

پس تخم کینہ انکی طرف سے سینہ میں بوتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کون وقت آئے کہ کینہ دیرینہ کو دل سے ظاہر کرے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ) نہیں ہے کوئی سردار کہ سرداری کرتا ہو رعیت کی مسلمانوں پر پھر مرے اور دھوکا دینے والا ہو انکو مگر حرام کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو اور ازانجملہ تجبر اور تکبر ہے بیان اسکا یہ ہے کہ بعض اشخاص بحسب اصل جبلت سرکش اور خودپسند اور صاحب دعویٰ بلند ہوتے ہیں خودستائی میں مصروف خودنمائی میں مصروف ہوتے ہیں اپنی جان کو دور تک کھینچتے ہیں اور ہر صغیر و کبیر کو اپنے سے کمتر دیکھتے ہیں غیر کے اعلیٰ کمال کو اپنے ادنیٰ ہنر کے مقابلے میں اگرچہ محض خیالی ہو مثل علو حسب و نسب ہرگز ہمسنگ نہیں ہموزن نہیں کرتے اور اپنی مساوات کو دوسروں کے ساتھ بہ نسبت خود عار و ننگ جانتے ہیں غرض کہ اوروں کی حقارت کو اپنی عزت سمجھتے ہیں اور بھائیوں کی عار کو عین عظمت تصور کرتے ہیں اور اپنے کمالات پر ناز کرتے دوسروں کو پایۂ اعتبار سے گراتے ہیں انکی آرزوؤں کا منبع اور منتہا یہی ہے کہ ان کو جمیع افراد انسان میں اسی وجہ پر امتیاز حاصل ہووے کہ کوئی انکے ساتھ مشارکت نہ چاہے اور راہ مشابہت نہ ڈھونڈے جب کہ ایسا شخص منصب سلطنت پر پہنچتا ہے داد تجبر اور تکبر دیتا ہے اور رفتار و گفتار اور نشست برخاست اور القاب و آداب اور تمام معاملات و عادات میں امتیاز تلاش کرتا ہے اور ہر باب سے بہت چیزیں اپنی ذات کے واسطے مخصوص کرتا ہے یہانتک کہ دوسرے کی مشارکت سے گھبراتا ہے اور مساوات کے خیال سے رنج اٹھاتا ہے مثلاً اپنے بیٹھنے کے واسطے جس وقت تخت بنائے دوسروں کو اس پر بیٹھنے سے منع فرمائے اور جس مجلس میں کہ خود بیٹھے دوسروں کو وہاں بیٹھنے سے مانع آئے اور جو لفظ کہ اپنی

خود مقرر ساختہ مثل سلطان و شاہ و بادشاہ و ملک و
حضور اقدس و امثال ذلک اگر کسے آن الفاظ را بر
فرزندان ایشان ہم جاری گرداند آنرا گنہگار سخت میدانند و
تعزیر شدید باو میرسانند غرضکہ دلِ ایشان ہمین میخواہد کہ جانِ خود
را در بندگانِ الٰہی و اتباعِ رسالت پناہی نہ شمارند و ایشان را
از جنس خود نہ انگارند و در ہر باب راہِ علیحدہ اختیار کنند و
جانِ خود را بہر وجہ امتیاز دہند و نیز میخواہند کہ آئین ایشان
مشابہ اصولِ دین و بسانِ احکامِ شرعِ متین مسلمِ طوائف
انام شود و متبوع ہر خاص و عام کسے را با ایشان مجالِ
قیل و قال نماند و محل بحث و جدال نباشد گویا کہ باحکام
الٰہی مخاطب نیستند و بر مخالفتِ او معاتب نہ و ہمین
ہر دو امر یعنی خودکشی و تمنار نفاذِ حکم آناً فاناً ترقی می گیرد و
صورتِ تعلّی می پذیرد تا اینکہ بمرتبۂ ادعاے الوہیت و
نبوت می رساند و او را از اخوانِ فرعون و نمرود میگرداند
ہیچ وصفے از اوصافِ ربِّ مجید نیست کہ جبارِ عنید او
را در ضمنِ تحریرِ فرامین و پروانجات بخود نسبت نداده
و ہیچ اسمے از اسماء خالق اکبر نیست کہ این جاہل ابتر ذاتِ خود
را بآن لقب ننہاده و ہیچ منصبے از منصب انبیاء مرسلین نیست
کہ این عدو دین ادعاے آن نمودہ و ہیچ مرتبہ از مراتبِ خلفاے
راشدین نیست کہ این رئیس المفسدین در آن راہ مساوات با
ایشان نہ پیموده و این سلطنتِ تکبر و تجبر چنانکہ در حق کافہ
امت و دینِ ملت بغایت مضر ست ہمچنین ہزار چند از ان
در حقِ این داعی جاہل سمِ قاتل ست ہیچ سلطانے را از
سلطنتِ خود آن قدر مضرت نرسیده کہ متکبر را از
سلطنتِ خود رسیده کہ جان خود را خالق رعایا می شمارد

ذات کے واسطے مقرر کرے مثل سلطان و شاہ و بادشاہ و
ملک و حضورِ اقدس وغیرہ اگر کوئی اُس لفظ کو اُسکے فرزندوں
پر بھی جاری کرے تو اُسکو سخت گنہگار جانے اور تعزیر شدید
اُسکو پہنچاوے غرض کہ دل اُنکا یہی چاہتا ہے کہ اپنے جان کو
بندگانِ الٰہی اور اتباعِ رسالت پناہی میں نہ جانیں اور
دل کو اپنے جنس سے نہ پہچانیں اور ہر معاملہ میں راہ علیحدہ اختیار
کریں اور اپنی ذات کو ہر وجہ سے امتیاز دیں اور یہ بھی چاہتے
ہیں کہ آئین اُنکا مشابہ اصولِ دین و احکامِ شرعِ متین
طوائفِ انام اور خاص و عام میں مسلّم الثبوت ہو اور ہر شخص
اُسکا اتباع کرے اور کسی کو اُنکے ساتھ مجال قیل و قال اور
محل بحث و جدال نہ ہے گویا کہ احکام الٰہی کے ساتھ مخاطب
نہیں اور اُنکی مخالفت پر معاتب نہیں اور یہی دونو امر
یعنی خودکشی اور تمنائے نفاذ حکم آناً فاناً ترقی پکڑتی ہے اور
صورت تعلّی قبول کرتی ہے یہانتک کہ ادعاے الوہیت
اور نبوت کے مرتبے تک پہنچاتی ہے اور اسکو برادرانِ
فرعون اور نمرود سے بناتی ہے۔ کوئی وصف اوصاف
رب مجید سے نہیں کہ جبارِ عنید نے اُسکو ضمنِ فرامین
اور پروانجات میں اپنی طرف منسوب نہ کیا اور کوئی اسم
اسماے خالقِ اکبر سے نہیں کہ اس جاہل ابتر نے اپنی
ذات کو اُسکے ساتھ ملقب نہ کیا اور کوئی منصب مناصبِ
انبیاء مرسلین سے نہیں کہ اس دشمنِ دین نے اُسکا
ادعا نہ کیا اور کوئی مرتبہ مراتبِ خلفاء راشدین سے نہیں کہ
اس رئیس المفسدین نے اُنمیں اُنکے ساتھ راہ مساوات
نہ اختیار کی۔ یہ سلطنت تکبر و تجبر جس طرح پر کہ تمام اُمت اور
جملہ ملت کے حق میں نہایت مضر ہے ایسے ہی ہزار چند اُس سے
اس داعی جاہل کے حق میں سم قاتل ہے کسی سلطان کو
اپنی سلطنت سے اُس قدر مضرت نہ پہنچی کہ متکبر کو اپنی
سلطنت سے پہنچی کہ اپنی جان کو خالق رعایا جانتا ہے

ویا نبی برایا خصوصاً وقتیکہ زمانہ یار او باشد وبخت یاور او
کہ اکابر اہلِ زمان زیر دست شوند وسرکشانِ اقران بغایت
پست درین صورت استکبارِ او دو بالا میگردد و
دماغِ نخوتِ بعالمِ بالا میرسد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتها ابناء الملوک ابناء
فارس والروم سلط الله شرارها علی خیارها
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکبریاء ردائی و
العظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما
ادخلته النار وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اغیظ رجل علی الله یوم القیمة واخبث
رجل کان یسمی ملك الاملاك لاملك الا الله
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقولن احدکم
عبدی وامتی کلکم عبید الله وکل نسائکم اماء
الله ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی
ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی وفی روایة
لا یقل العبد لسیدہ مولای فان مولکم الله
باید دانست کہ این سلطنتِ جابرہ کہ چندے از اوصاف
او مذکور گردیدہ بر دو قسم ست قسم اول آنکہ سلطان جابر
باوجود این شوخ چشمی گستاخی کہ بالا مذکور گردیدہ قدرے
از ایمان ہم داشتہ باشد و بہ بعضے اعمالِ صالحہ ہمت گماشتہ
اگرچہ آن اعمال را ہم بوجہے ادا میکند کہ منطبق بر طریقۂ
مشروع نیست ونزد اہلِ دیانت مسموع نہ بلکہ موافق آئین خود
آنرا ادا می نماید و بروجہ مطبوع خود دران می درآید فاما در دلِ
خود ہمان را وسیلۂ تقرب الی اللہ میسازد و باخلاص نیت
بجامی آرد مثلاً چنانکہ در ابواب ہوا و ہوس خود خزائنِ وافرہ

اور یا نبی برا پایا جاتا ہے خصوصاً اُس وقت کہ زمانہ یاور او
بخت مددگار رہوا کابر اہلِ زمان زیر دست ہوں سرکشان اقران
نہایت پست ہوں اس صورت میں استکبار اور غرور اُسکا
دو بالا ہوتا ہے اور دماغ نخوت عالم بالا پر پہنچتا ہے۔ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جب چلے اُمّت میری اور
خدمتگار انکے اولاد بادشاہوں کی اولاد فارس اور روم کی
مسلّط کریگا اللہ تعالیٰ انکے بروں کو اچھوں پر) اور فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے (ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکبر چادر میری
ہے اور بڑائی ازار میری جو کوئی مجھسے چھینے ایک کو ان دونو سے
اُسکو داخل کروں گا آگ میں) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے (ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جبپر سب سے
زیادہ خفا ہوگا اور سب سے بدتر سمجھے گا وہ ہی کہ نام رکھے
بادشاہوں کا بادشاہ نہیں ہے بادشاہ مگر اللہ تعالیٰ) اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ ہرگز نہ کہے ایک
تمہارا کہ میرا بندہ میری لونڈی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری
عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں اور یوں کہہ دیا کرو کہ میرا غلام میری
خدمتگارنے اور نہ کہے غلام میرا رب اور یوں کہے کہ میرا سردار اور
ایک روایت میں ہے کہ نہ کہے غلام اپنے سردار کو کہ میرا مولا
ہو اسطے کہ مولا تمہارا اللہ ہے) معلوم کرنا چاہیے کہ یہ سلطنت جابرہ
کہ چند اوصاف اُسکے مذکور ہوئے دو قسم پر ہے قسم اول
یہ ہے کہ سلطان جابر باوجود اس شوخ چشمی اور گستاخی کے کہ
اوپر مذکور ہوئی کسی قدر ایمان بھی رکھتا ہو اور بعض اعمال صالحہ
کی طرف بھی متوجہ ہو اگرچہ اُن اعمالوں کو بھی اسی طرح پر
ادا کرتا ہے کہ طریقہ مشروع پر منطبق نہیں اور اہل دیانت
کے نزدیک مسموع نہیں بلکہ اپنے آئین کے موافق اُنکو
ادا کرتا ہے اور بروجہ مطبوع اُسکو بجالاتا ہے لیکن اپنے
دل میں اُسی کو تقرب الی اللہ کرتا ہے اور اخلاص نیت سے
بجالاتا ہے مثلاً جس طرح پر کہ ابواب ہوا و ہوس میں خزائن وافرہ

ودفائن متکاثره صرف می نماید همچنین مسجدے بس لطیف
نفیس مطلا و مذہب و مصفا و منقش بنا کرد و آنرا از عبادات
مالیه شمرد اگرچه بناے مثل این مسجد ہم در جنسے اسراف ست که
در شرع بغایت نامحمود ست و عند الله نامقبول لیکن از انجا که
طریق انفاق نزد او ہمین اسراف ست پس معنی انفاق فی سبیل الله
ہمین میداند که در مصارف محموده شرعیه ہر قدر که اسراف کند
ہمان قدر عند الله محمود ست و عند الشرع مقبول بناءً علیه
تقرباً الی الله اموال خطیره دران صرف نمود و بنا بر زیادت
قبولیت راه اسراف پیمود قسم ثانی آنکه سلطان جابر در
دل این قدر خوف الٰہی نمی دارد که افعال شرعیه را ہم باخلاص
نیت بجا آرد بلکه آنرا ہم بطریق رسم و عادت و بنا بر حصول
نیکنامی در میان اہل زمان و اظہار مسابقت بر اقران
بعمل می آرد و آن را نیز از لوازم جاه و جلال خود می شمارد
پس چنانکه اعمال صالحه سلطان اول باعتبار ظاہر مردود
بود و باعتبار نیت محمود ہمچنین اعمال این سلطان ثانی ہم
از بیرون فاسد ست و ہم از درون کاسد و دریں معنی چند
لطیفه ست که در ضمن چند نکته بیان باید کرد نکتهٔ اولیٰ
سلطان جابر ہر چند عند الله مردود ست و از ساحت قرب
مطرود فاما در نوع انسان یک گونه از و منفعتے بمومنین و
مضرتے بکافرین می رسد مثلاً بنا بر طلب سلطنت و مملکت
عقلاے مسلمین را وزیر و امیر میگرداند و بسلاطین
کفار مضرتے می رساند اگرچه پرورش مومنین بنا بر پاس
دین و سرزنش کافرین بنا بر اعلاے کلمه رب العالمین
بعمل نیاورده پس منفعت آن اگرچه بذات او ہیچ
نرسیده فاما دین و اہل دین یک گونه سرسبز گردید پس اجرا

اور دفائن متکاثرہ صرف کرتا ہے ایسے ہی ایک مسجد
نہایت لطیف نفیس مطلّا مذہّب مصفّا منقّش بنا کرے
اور اُسکو عبادات مالیہ سے گنے اگرچہ ایسی مسجد کی بناء
بھی منجملہ جنس اسراف ہے کہ شرع شریف میں نہایت نامحمود ہے
اور عند اللہ نامقبول ہو لیکن اُس صورت میں کہ طریق
انفاق اُسکے نزدیک بھی اسراف ہے پس معنی انفاق
فی سبیل اللہ یہی جانتا ہے کہ مصارف محمودہ شرعیہ میں
جس قدر کہ اسراف کرے اُسی قدر عند اللہ محمود ہے اور
عند الشرع مقبول بناءً علیہ تقرباً الی اللہ اموال کثیرہ اُسمیں
صرف کرے اور زیادتی قبولیت کے خیال سے اسراف کی
راہ اختیار کرے قسم ثانی یہ ہے کہ سلطان جابر دل میں
اس قدر خوف الٰہی نہیں رکھتا ہے کہ افعال شرعیہ کو بھی
اخلاص نیت سے بجالاے بلکہ اُسکو بھی بطریق رسم و عادت
بنا بر حصول نیکنامی و اظہار مسابقت عمل میں لاتا ہے اور
اُسکو بھی اپنے جاہ و جلال کے لوازم سے گنتا ہے پس
جس طرح ہر کہ سلطان اول کے اعمال صالحہ باعتبار
ظاہر مردود تھے اور بہ اعتبار نیت محمود ایسے ہی اس
سلطان ثانی کے اعمال ظاہراً فاسد ہیں اور باطناً کاسد
اور اس معنی میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتہ کے ضمن میں
بیان ہوتے ہیں نکتہ اولیٰ سلطان جابر ہر چند عند اللہ
مردود ہے اور میدان قرب سے مطرود لیکن نوع انسان میں
ایک قسم کی منفعت اُس سے مسلمانوں کو اور ایک طرح کی
مضرت کافروں کو پہنچتی ہے مثلاً بنا بر طلب سلطنت عقلاے
مسلمین کو وزیر اور امیر بناتا ہے اور سلاطین کفار کو مضرت
پہنچاتا ہے اگرچہ پرورش مومنین بنا بر پاس دین اور
سرزنش کافرین بوجہ اعلاے کلمہ رب العالمین عمل میں
نہ لایا پس اُسکا نفع اگرچہ اُسکی ذات کو کچھ نہ پہنچا لیکن دین اور
اہل دین کو ایک طرح کی سرسبزی حاصل ہوئی پس اُسکو

بسانِ کور مشعل دار یا اسیرِ خدمتگزار باید فہمید و در کار نیک
شریک او باید گردید و وجود او را بہتر از عدم باید شمرد
وحتی المقدور از منازعتِ او اعراض باید کرد بلکہ از درگاہِ
مجیب الدعوات اصلاح حال او باید طلبید و ظلم و تعدی او
را از قبیل بلاے آسمانی باید فہمید۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ تبارك وتعالی یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالك
الملوك قلوب الملوك فی یدی وان العباد اذا اطاعونی
حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرافۃ وان
العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخط و
النقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا
انفسکم بالدعاء علی الملوك ولکن اشغلوا انفسکم
بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم
نکتۂ ثانیہ سلطان جابر از بسکہ جانِ خود را از مسلمین
می شمارد گاہ گاہ حمیتِ دینِ متین و غیرتِ شرعِ مبین
از دلِ او میجوشد و بناءً بران در اعلاے کلمۂ رب
العالمین میکوشد پس درین صورت تائیدِ دینِ متین
از و صورت می پذیرد و شرعِ مبین از و رونق میگیرد۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیؤید ھذا
الدین بالعبد الفاجر پس درین صورت
اطاعتِ او از جملۂ ارکان اسلام ست و
اعانتِ او خدمتِ سید الانام۔ قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الجھاد ماض الی یوم القیامۃ لا یبطلہ
عدل عادل ولا جور جائر نکتۂ ثالثہ سلطان جابر بلا ریب
محتاج امر بالمعروف ست و اظہار حق بحضور او افضل عبادات
قال النبی صلعم افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر

بسانِ کور مشعل دار یا اسیرِ خدمتگزار سمجھنا چاہیے اور نیک کام
میں اُسکے شریکِ حال ہونا چاہیے اور اُسکے وجود کو عدم سے
بہتر خیال کرنا مناسب ہے اور حتی المقدور اُسکی مخالفت سے
اعراض اولیٰ ہے بلکہ درگاہِ مجیب الدعوات سے اُسکی اصلاحِ
حال کی دعا ضروری ہے اور اُسکی تعدی اور ظلم وستم کو منجملہ
بلاے آسمانی جاننا لابدی ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں معبود ہوں نہیں کوئی معبود
سوا میرے مَیں بادشاہوں کا مالک ہوں بادشاہوں کے
دل میرے ہاتھ میں ہیں جب میرے بندے میری اطاعت
کرتے ہیں تو مَیں اُنکے بادشاہوں کے دلوں میں رحمت
اور نرمی ڈال دیتا ہوں انکی طرف سے اور جب بندے میری
نافرمانی کرتے ہیں تو پھیر دیتا ہوں اُنکے دل یعنی بادشاہوں کے
طرف غصہ اور بُرائی کے پس وہ انکو بُری تکلیف دیتے ہیں
تم اپنے بادشاہوں کو بددعا مت کرو بلکہ تم خود نیکی کرو اور
روؤ کیونکہ تمھارے بادشاہ میرے اختیار میں ہیں) نکتۂ ثانیہ
سلطان جابر از بسکہ اپنی جان کو مسلمانوں میں سے گنتا ہے
کبھی کبھی حمیتِ دینِ متین اور غیرتِ شرعِ مبین اُسکے دل سے
جوش مارتی ہے نظر براں اعلاے کلمۂ رب العالمین میں
کوشش کرتا ہے اس صورت میں تائیدِ دینِ متین اُس سے
صادر ہوتی ہے اور شرعِ مبین اُس سے رونق پکڑتی ہے
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ اللہ تعالیٰ مدد کریگا
اس دین پاک کی ساتھ گنہگار کے) پس اس صورت میں اُسکی
اطاعت منجملہ ارکان اسلام ہے اور اُسکی اعانت خدمتِ
سید الانام ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ جہاد
قیامت تک جاری رہیگا نہ مٹاویگا اُسکو کوئی عادل اور نہ ظالم)
نکتۂ ثالثہ سلطان جابر بیشک امر بالمعروف کا محتاج ہے
اور اظہار حق اُسکے حضور افضل عبادات ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
(ترجمہ بہترین جہاد حق بات کہنی ہے ظالم بادشاہ کے روبرو)

فاما امر بالمعروف اولی الامر بوجہی باید کرد کہ بحد مخالفت و منازعت نکشد
وبسر حد بغی خروج نرسد کہ خروج بر امامِ جابر شرعاً جائز نیست
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا من ولی علیہ وال فراٰہ
یاتی شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ
اللہ ولا ینزعن یداً من طاعۃ

تنبیہ ثالث در ذکر سلطنتِ ضالہ

باید دانست کہ چون زمان سلطنتِ جابرہ ممتد میگردد و
سلاطین جابرین سالہا سال برہمون آئینِ تجبر و تجبر
پے در پے میگزرند و در کارخانۂ سلطنت گویا کہ زمانۂ جاہلیت
کہ قبل خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بودہ منود می نماید و
احکامِ خلافت راشدہ و سلطنتِ عادلہ مثل خواب فراموش
از یاد میرود و از لفظ مطلق ریاست و سیاست
ہمین سلطنت جابرہ مفہوم میگردد پس کسے از اہلِ
ہدایت و دیانت امر ریاست و سیاست از جنس طاعت
وعبادت نمی شمارد بلکہ آن را از اقبح انواع دنیا پرستی و
افحش اقسامِ سرکشی و مستی می انگارد پس اکابرِ ملت و
اعاظمِ امت ازین دُور دُور میگریزند و از قرب و
جوار می پرہیزند و از مجالستِ سلاطین دست بردار
می شوند و از مصاحبتِ ایشان بیزار پس فراعنۂ سلاطین
بسان ملاعنۂ شیاطین بلا تکلف در پے نفسِ امارہ
دُور دُور میروند بلا قید در میدانِ نخوت و غرور میدوند و
عقل و فکر ایشان و ہمنشینانِ ایشان در استخراج دقائق
فسق و فجور و ابواب اخذ و جر مال و عزل و نصب عمال و
ابواب تعذیب رعایا و تخریب برایا و ابوابِ تکبر و تجبر
مشغول می شود و استنباط اصول و فروع آن میکنند

لیکن امر بالمعروف اُسکو اسی طرح پر کرنا چاہیے کہ حد مخالفت
اور منازعت کو نہ پہنچے اور سر حد بغاوت اور خروج تک نہ کھنچے
کیونکہ خروج امام جابر پر شرعاً جائز اور درست نہیں۔ فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ خبردار ہو کہ جو کوئی سردار
کے ماتحت ہوا اور اُس سے یعنی سردار سے کوئی گناہ ہوتا دیکھا
تو گناہ تو بُرا سمجھا رہے مگر اُسکی اطاعت سے سر نہ پھیرے)

تیسری تنبیہ میں سلطنتِ ضالہ کا ذکر ہے۔

معلوم کرنا چاہیے کہ جیسا زمانۂ سلطنت جابرہ ایک مدت
تک رہتا ہے اور سلاطین جابرین سالہا سال اُسی آئینِ
ظلم و ستم پر پے در پے گزرتے ہیں اور کارخانۂ سلطنت
میں زمانۂ جاہلیت کہ قبل زمانۂ خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ و
السلام تھا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور خلافتِ راشدہ اور سلطنت
عادلہ کے احکام مثل خوابِ خرگوش یاد سے جاتے ہیں
اور لفظ مطلق ریاست و سیاست سے یہی سلطنت جابرہ
مفہوم ہوتی ہے پس کوئی اہل ہدایت و دیانت امر ریاست
اور سیاست کو از جنس طاعت و عبادت نہیں جانتا ہے
بلکہ اُسکو دنیا پرستی اور سرکشی اور مستی کے بدترین انواع
اور افحش اقسام سے پہچانتا ہے اسی وجہ سے بزرگانِ ملت
اور ارکانِ اُمت اس سے دُور دُور بھاگتے ہیں اور قرب
جوار سے پرہیز کرتے ہیں اور سلاطین مجالست سے دست بردار
ہوتے ہیں اور اُنکی مصاحبت سے بیزار ہوتے ہیں پس فراعنۂ
سلاطین بسانِ ملاعنۂ شیاطین بلا تکلف نفس امارہ کے
پیچھے دُور دُور جاتے ہیں اور بلا قید مکانِ نخوت و غرور میں
تکاپو بجالاتے ہیں اور اُنکا اور اُنکے ہمنشینوں کا عقل و فکر
بدکاری کی باریکیوں کے نکالنے اور مال و خزانہ لینے اور
عاملوں کے بحالی و موقوفی اور رعایا کے عذاب دینے اور
مخلوقات کے خراب کرنے اور لوگوں کی ایذا رسانی میں مشغول
رہتا ہے اور ان کے اصول و فروع کا استنباط کرتا ہے

و بحکم هر که آمد بران مزید کرد این فن قبیح روز بروز ترقی میگیرد
و قرن بقرن رونق می پذیرد تا اینکه کلیاتِ آن مضبوط میگردد
و جزئیات آن مبسوط و اصولِ آن مقرر می شود و فروع آن
محرر در هر امرے از امورِ ریاست و سیاست حکمی مخالفِ
شرع متین ثابت میگردد و در هر معامله از معاملات بنی آدم
اصلے مقابلِ دین قائم میشود پس ملتے مقابل ملتِ
مصطفوی برپا میشود و سنتے مقابل سنتِ نبوی برملا
آئینِ سلطانی مخالف احکامِ ربانی پیدا میگردد و قوانینِ
خاقانی مخالف شرع ایمانی هویدا بسا چیز ست که در شرع
ربانی حرام ست و در آئین سلطانی واجب و همچنین بالعکس
مثلاً الطلاق لفظ شاهِ شاهان و خداوند جهان و جهانیان و
حضور اقدس و عرش آشیانی و بندۂ خاص و پرستار
باختصاص و قلمِ قدر توام و استادنِ امراء دست بسته
و سرنگون و عقدِ مجلسِ رقص و سرود و لبسِ حریر در ایامِ
جشن و عید و استعمالِ ظروفِ سیم و زر و اظهارِ فرحت و
سرور در اعیادِ کفار مثل نوروز و مهرجان و هولی و دیوالی
و مثل آن از مقدمات هزاران هزار و معاملاتِ بیشمار
اینهمه در شرع ربانی حرام ست و در آئین سلطانی واجب
الاهتمام و جواب السلام و علیک و حضورِ جماعات و حسنِ
معاشرت و خلقِ نیک با ضعفاے بندگانِ الٰهی و مصافحه
و معانقه با هر مسلمان و اجابتِ دعوتِ هر وضیع و شریف و
اختلاط با جماهیرِ اهلِ اسلام و حج بیت الله الحرام و خدمت اولیاء
الله و دوامِ ملازمت ایشان و دوامِ ملازمت در مجالسِ
علم و ذکر و عدمِ مخالفت کسے از رؤساء و ضعفاء
و شنیدنِ حوائجِ ذوی الحاجات و امثال ذلک

القابات

اور بحکم ہر کہ آمد بران مزید کرد یہ فن قبیح روز بروز ترقی پکڑتا ہے
اور قرن بقرن رونق قبول کرتا ہے یہانتک کہ کلیات
اُسکے مضبوط ہوتے ہیں اور جزئیات اُسکے مبسوط ہوتے
ہیں اور اصول اُسکے مقرر ہوتے ہیں اور فروع اسکے محرر
ہوتے ہیں ہر امر میں منجملہ امور ریاست و سیاست ایک حکم
مخالف شرع متین ثابت ہوتا ہے اور ہر معاملہ میں منجملہ معاملات
بنی آدم ایک اصل مقابل دین قائم ہوتی ہے پس ایک
ملت مقابل ملت مصطفوی برپا ہوتی ہے اور ایک
سنت مخالف سنتِ نبوی برملا ہوتی ہے آئین سلطانی
مغائر احکامِ ربانی پیدا ہوتا ہے اور قانون خاقانی مخالف
شرع ایمانی ہویدا ہوتا ہے بہت سی اشیا ہیں کہ شرع
ربانی میں حرام ہیں اور آئین سلطانی میں واجب اور ایسے
ہی اسکے بالعکس خیال فرمائیے مثلاً اطلاق لفظ شاہ
شاہاں اور خداوند جہان اور جہانیاں حضور اقدس اور
عرش آشیانی اور بندہ خاص اور پرستار باختصاص
اور قلم قدر توام اور استادن امرا دست بستہ و سرنگوں
اور عقد مجلس رقص و سرود اور لبس حریر بایام جشن و عید
اور استعمال ظروف سیم و زر اور اظہار فرحت و سرور مثل
نوروز و مہرجان و ہولی و دیوالی وغیر آں از مقدمات
ہزاراں ہزار و معاملات بیشمار ہے کہ سب شرع ربانی میں
حرام ہیں اور آئین سلطانی میں واجب سلام اور اُسکا
جواب اور حضور جماعات اور حسن معاشرت اور بندگان
خدا کے ساتھ نیک خُلقی کے ساتھ پیش آنا اور ہر مسلمان کے
ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا اور ہر وضیع و شریف کی دعوت کا
قبول کرنا اور تمام اہلِ اسلام کے ساتھ اختلاط رکھنا اور
حج بیت اللہ اور خدمت اولیاء اللہ بجا لاتا اور مجالس
علم و ذکر میں ہمیشہ رہنا اور کسی کے ساتھ مخالفت سے
پیش آنا اور صاحب حاجت کی حاجتوں کو لینا اور اسی کے مانند

اینهمه در شرعِ ربانی مامور ست و در آئینِ سلطانی ممنوع و اخذِ
محصولِ مالِ تجارت زائد از قدرِ زکوٰة و تعینِ ظالمانِ مردم آزار
بر ہر گزرِ دریا و رہگزرِ صحرا و بر ہر دروازۂ شہر بنا بر دار و گیرِ
مسافران و اخذِ چیزے از اموالِ ایشان و امثالِ ذالک
اینهمه مخالفِ شرعِ ربانی ست و موافقِ آئینِ سلطانی و بسا
جرم ست که تعزیرِ آن در شرعِ ربانی دیگر ست و در آئینِ سلطانی دیگر
حدِ دزدی در شرع قطعِ ید ست و در آئینِ سلطانی قتل و یا حبس
برادرانِ بادشاه در متروکهٔ پدرِ خود بحکمِ شرع شریک اند و بحکمِ
آئین محروم تمام مالِ بیت المال در شرع حقِ کافهٔ مسلمین ست
و در آئینِ ملوک حقِ سلاطین بالجملہ آئینِ سلطانی ہم بس طویل و عریض
مستوعبِ احکامِ رنگارنگ و اصولِ گوناگون مقابلِ شرعِ ربانی
بہم رسیده و تعلیم و تعلمِ آن درمیانِ ارکینِ سلطنت و اساطینِ مملکت
مروج گردیده که پدرانِ مشفق برائے تربیتِ پسرانِ خود بر ہمین آئین
اُستادانِ این فن راکه ایشان را اتالیق میگویند تعین می نمایند
و تدریجاً ہمین فن را تعلیم میفرمایند و آن را از کمالاتِ ایشان
می شمارند و از مفاخر آنها می انگارند و خیر خواہانِ سلطنت
و ترقی خواہانِ مملکت که در صنعتِ تحریر و تقریر
قوتِ لسانی و براعتِ بیانی میدارند بسوے ہمین آئین
مردمان را دعوت میکنند و بسوے آن ترغیب میدہند
و کتب و رسائل دران درست میگردانند و آنرا بذکرِ شواہد و
دلائل بپایهٔ اثبات میرسانند چنانچه رساله در تحلیلِ لبس حریر
مشہور ست و مسئله تجویزِ سجده برائے سلاطین معروف و آئینِ اکبری
درین فن کتابی ست مبسوط و اصولِ آئینِ او که مسمیٰ
به دینِ الٰہی ست و کتاب دبستانِ مذاہب مضبوط
بالجملہ این سیاستِ سلطانی مذہبے ست غیرِ مذہبِ اسلام

یہ تمام شرعِ ربانی میں مامور ہیں اور آئینِ سلطانی میں ممنوع اور
مالِ تجارت کا محصول قدرِ زکوٰة سے زیادہ لینا اور ہر گزرِ دریا
اور رہگزرِ صحرا اور ہر دروازۂ شہر پر مسافروں کو ایذا پہنچانے
اور اُنکا مال ہاتھ میں لانے کے واسطے ظالمانِ مردم آزار کا
تعین کرنا مخالفِ شرعِ یزدانی ہے اور موافقِ آئینِ سلطانی
اور بہت سے جرم ہیں کہ اُنکی تعزیر شرعِ ربانی میں اَور ہے
اور آئینِ سلطانی میں اَور چوری کی حد شرع شریف میں ہاتھ کا
کٹوانا ہے اور آئینِ سلطانی میں قتل یا حبس بادشاہ کے
بھائی باپ کے متروکہ میں از روے حکمِ شرعی شریک ہیں
اور بحکم آئین محروم بیت المال کا تمام مال شرع میں تمام
مسلمانوں کا حق ہے اور آئینِ ملوک میں حقِ سلاطین
بالجملہ آئینِ سلطانی بھی بہت طویل و عریض ہے کہ شرع شریف
کے مقابل میں احکامِ رنگارنگ اور اصولِ گوناگوں کو
حاوی ہے اور تعلیم تعلم اُسکا ارکینِ سلطنت اور اساطینِ
مملکت میں مروج ہے کہ پدرانِ مشفق اپنے لڑکوں کی تربیت
کے واسطے اسی آئین پر اُستادانِ اس فن کو کہ اُنکو اتالیق
کہتے ہیں متعلق کرتے ہیں اور تدریجاً اسی فن کی تعلیم فرماتے ہیں
اور اُسکو اُنکے کمالات سے گنتے ہیں اور اسکو مفاخر سے
جانتے ہیں اور خیر خواہانِ سلطنت اور ترقی خواہانِ مملکت کہ
صنعتِ تحریر و تقریر میں قوتِ لسانی اور براعتِ بیانی
رکھتے ہیں اسی آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور اُسکی
طرف رغبت دلاتے ہیں اور اُسمیں کتابیں اور رسالے لکھتے
ہیں اور اُسکو شواہد اور دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچاتے
ہیں چنانچہ ایک رسالہ تحلیل لباس حریر میں مشہور ہے
اور مسئلہ تجویز سجدۂ سلاطین کے حق میں معروف ہے۔
آئینِ اکبری اس فن میں ایک کتاب مبسوط ہے اور دبستانِ
مذاہب میں مضبوط اُسکے آئین کے اُصول کا نام دینِ الٰہی ہے
الحاصل یہ سیاستِ سلطانی ایک مذہب ہے غیر مذہبِ اسلام

و ملتے ست غیر ملّت سیر سید الانام مشابہ بسائر مذاہب باطلہ
مثل ہنود و مجوس نہ مثل شیعہ و خوارج کہ مذہب آنہا ہم
اگرچہ فی الحقیقت باطل ست فاما دعاوی ایشان ہمین ست
کہ مستفاد از کتاب و سنّت ہمین مذاہب ست بخلاف
آئین سلاطین کہ ایشان احکام خود را استفاد از کتاب و
سنت نمی شمارند بلکہ بمجرد حکم عقلی بملاحظہ قیام
سلطنت و انتظام مملکت منتہی می انگارند پس فی الحقیقت
آئین ایشان شعبہ ایست از مذہب فلاسفہ از ملت اسلامیہ
چنانچہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم از وجود این سلاطین مضلین
اخبار فرمودہ اند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی
امتی الائمۃ المضلّین وروی ان حذیفۃ قال قلت
یا رسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبلہ
شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف وقلت
وھل بعد السیف بقیۃ قال نعم تکون امارۃ
علی اقذاء وھدنۃ علی دخن قلت ثم ماذا قال
ثم ینشا دعاۃ الضلال وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یکون فتنۃ عمیاء صماء
علیہا دعاۃ علی ابواب النار۔ ہرچند امثال این سلاطین
فی الحقیقت از قبیل کفار اشرار اند و از جنس اہل نار فاما از
بسکہ بزبان خود دعویٰ اسلام میکنند پس کفر ایشان مستور ست
و ایمان ایشان ظاہر و شاہد تصدیق ہمین دعویٰ ظاہری از رسوم
اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و
عید الضحےٰ و تجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر
مسلمین درمیان خود جاری میدارند و از شرع ربانی
بالکل دست بردار نمی شوند آرے آئین سلطانی را

اور ایک ملت ہی غیر ملّت سید انام مثل جملہ مذاہب باطلہ
مثل ہنود و مجوس نہ شیعہ اور خوارج کے مذہب پر اسکو قیاس
کر سکتے اگرچہ انکا مذہب بھی فی الحقیقت باطل ہی لیکن اُنکا
دعویٰ یہی ہے کہ ہمارا مذہب بھی کتاب اور سنّت سے
مستفاد ہے بخلاف آئین سلطنت کے کہ وہ اپنے احکام کو کتاب و
سنّت سے مستفاد نہیں جانتے ہیں بلکہ اُسکا منشا مجرد حکم عقلی
اور محض قیام سلطنت پہچانتے ہیں پس فی الحقیقت اُنکا
آئین مذہب فلاسفہ کا ایک شعبہ ہے ملت اسلامیہ سے
اُسکو تعلق نہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سلاطین مضلین کے وجود سے پہلے ہی خبر دی ہے،
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ سوا اسکے
نہیں کہ میں خوف کرتا ہوں اپنی اُمت پر گمراہ اماموں سے
اور روایت کیا یہ کہ حذیفہ نے کہا کہ کہا میں نے ای اللہ کے
رسول کیا اس بھلائی کے بعد برائی ہوگی جیسے پہلے تھی
فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ بچاؤ کیا ہے فرمایا تلوار
اور عرض کیا میں نے اور کیا بعد تلوار کے باقی رہنا ہوگا
فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے کہ ہاں کہ ہوجاویگی امارت کمینوں کو اور فتنہ
اور دھاڑ ھن یعنی کثرت سے کہا میں نے پھر کیا ہوگا فرمایا آپنے پھر پیدا ہوگا
بلانیوالا طرف گمراہی کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہوگا فتنہ بہرا گونگا اور اُسکے بلانیوالا اوپر نار کے)
ہرچند ایسے بادشاہ از قبیل کفار اشرار ہیں اور از جنس اہل
نار لیکن چونکہ اپنی زبان سے مدعی اسلام ہیں مستحق فتوائے
تکفیر نہین کیونکہ کفر انکا مستور ہے اور ایمان انکا ظاہر
مشہور ہے اور انکے ایمان کی تصدیق یہی شواہد ظاہرہ
کرتے ہیں مثل عقد نکاح دختران اور اظہار تجمل بروز
عیدین اور ادائے تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن وغیرہ
ان سب رسموں کو اپنے درمیان جاری رکھتے ہیں شرع
ربانی سے بالکل دست بردار نہیں ہوتے ہاں آئین سلطانی کو

درحقِ خود و ملازمانِ خود واجب العمل می انگارند چنانچہ در
محاوراتِ خود آئین را با شرع ضم کردہ در تلفظ استعمال میکنند
مثلاً میگویند کہ ہرچند شرع اصل ست اما در بابِ سیاست
با شرع طورہ ہم باید و مراد از طورہ آئین چنگیز خان ست
پس بنا برہمین دعویٰ اسلام کہ بظاہر از زبانِ ایشان
سر بر میزند ایشان را از کفر صریح محفوظ میدارد اگرچہ کفر
مخفی ہم در مواخذۂ اُخرویہ کافی ست فاما اسلام ظاہری
مقتضی ہمین معنی ست کہ با ایشان در احکام دنیویہ معاملہ
مسلمین بعمل آرند و ایشان را ہم در باب معاملات از
جنس مسلمین شمارند گو کہ در آخرت با کفارِ شرار در درکاتِ نار
مخلد باشند و در دار و گیر رب قدیر تا ابدالآباد مانند و یا
وسعتِ رحمت الٰہیہ دست گیری ایشان نماید خواہ
قبل التعذیب خواہ بعد التعذیب ایشان را مغفرت فرماید
بالجملہ حالِ معادِ ایشان بر علم علام الغیوب سپارند و در احکامِ
معاش معاملہ مسلمین با ایشان بعمل آرند بالجملہ چون سلطنتِ
جابرہ بحد سلطنتِ ضلالت رسید از سرحد فسق و ظلم برآمدہ
در اقسامِ بدعت و ضلالت داخل گردید پس حکمِ سلاطین
مضلین حکم سائرِ فرقِ باطلہ مبتدعین ست اختلافیکہ در تکفیر
و عدمِ تکفیر مبتدعین واقع ست ہمون اختلاف در تکفیر و عدمِ
تکفیر سلاطین مضلین متحقق و از بسکہ احتیاط در محل اختلاف لازم ست
بناءً علیہ توقف در حال ہمین مضلین واجب و نیز باید دانست کہ
سلطان مضل ہم دو قسم ست متمرد و مقلد بیانش آنکہ چون آئینِ
سلطانی بمشابہ مذاہب ساری و جاری گردید و بپایۂ اشتہار
رسید پس بعضے از سلاطین متاخرین اگرچہ بحسب اصل جبلت
بعیش و نشاط راغب نمی باشند و عادات تکبر و تجبر را طالب نہ

اپنے اور ملازمین کے حق میں واجب العمل جانتے ہیں چنانچہ اپنے
محاورات میں آئین کو شرع کے ساتھ ضم کرکے تلفظ میں
استعمال کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ہرچند شرع اصل ہی لیکن
معاملہ سیاست میں ساتھ شرع کے طورہ بھی چاہیے اور
مراد طورہ سے آئین چنگیز خاں ہے پس اسی دعویٰ اسلام
کی بنا پر کہ بظاہر اُنکی زبان سے ظاہر ہوتا ہے کفر صریح سے
محفوظ رکھتے ہیں اگرچہ کفر مخفی ہے مواخذۂ اُخرویہ میں کافی
ہے لیکن اسلام ظاہری اسی معنی کا مقتضی ہے کہ احکام
دنیویہ میں اُنکے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ عمل میں لائیں اور اُنکو
بھی دربارۂ معاملات مسلمانوں میں سے گنیں گو کہ آخرت
میں کفار بدکار کے ساتھ درکات نار میں مخلد ہوں اور
دار و گیر ربِّ قدیر میں تا ابدالآباد رہیں اور یا وسعت
رحمت الٰہی اُنکی دستگیری فرمائے خواہ قبل تعذیب خواہ
بعد تعذیب اُنکو بنجۂ دوزخ سے چھڑائے بالجملہ اُنکے آخرت کا
حال علم علّام الغیوب پر حوالہ فرمائیں اور احکامِ معاش
میں مسلمانوں کا معاملہ اُنکے ساتھ بجا لائیں الغرض جو سلطنت
جابرہ سلطنتِ ضلالت کی حد کو پہنچے سرحد فسق و ظلم سے
نکل کر بدعت و ضلالت کے اقسام میں داخل ہوئے پس
سلاطین مضلین کا حکم تمام مبتدعین کے فرقوں کے حکم کے
مشابہ ہے جو اختلاف کہ تکفیر اور عدمِ تکفیر مبتدعین میں واقع ہی
وہی اختلافِ تکفیر اور عدمِ تکفیر سلاطین مضلین میں متحقق ہے
اور چونکہ احتیاط محل اختلاف میں لازم اور واجب ہے
بناءً علیہ ان مضلین کے حال میں بھی توقف ضروری اور
لابد ہے۔ یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ سلطانِ مضل بھی دو قسم
پر ہے متمرد و مقلد بیان اُسکا یہ ہے جو آئینِ سلطانی بمشابہ
مذاہب جاری اور ساری ہوا اور پایۂ اشتہار کو پہنچا پس
بعض سلاطین متاخرین اگرچہ بحسب اصل جبلت عیش و نشاط
کی طرف راغب نہیں ہوتے اور ظلم و ستم کے طالب نہیں ہوتے

فامّا بنا بر اعانت آئین اسلاف محض بر سبیل رسم و عادات آن را بعمل می آرند اگرچہ در دل کراہتے ازان میدارند بلکہ در بعضے احیان بر بطلان آئینِ این سلاطین ہم آگاہ می شوند فاما چار ناچار در ہمین راہ میروند کہ رعایت آئین ریاست بر ایشان غالب ست بہ نسبت پاسداری قوانین دیانت و محبتِ جاہ و مال بر ایشان غالب ست بہ نسبت محبّتِ ربِّ ذوالجلال و پاسداری منصبِ مملکت بر ایشان قوی ترست بہ نسبتِ پاسداریِ احکامِ ربّ العزت این قسم سلاطین را سلاطینِ مقلدین میگویند و بعضے دیگر از ایشان بحسبِ اصلِ خلقت ہم بامورِ مذکورہ مائل میباشند و از حقیقتِ ایمان بالکل غافل و چون آئین اسلاف با رغبتِ جبلی در آمیخت تعیش و تجبرِ ایشان را دو بالا انگیخت پس رعایتِ آئین از ایشان بوجہ اتم می شود بلکہ رونقِ او از ایشان بکمال میرسد گویا کہ او را از جملہ مجتہدینِ این ملت توان گفت و در سلک مجددین این سنّت توان شمرد این را سلطان متمرد میگویند و درین مقام چند لطیفہ ایست کہ در ضمن چند نکتہ باید گفت نکتۂ اولی سلطان مضل ہرچند رئیس المفسدین ست و امام المبتدعین و ریاستِ او بہ نسبتِ دین سمّے ست قاتل و امامتِ او بحکمِ کتاب و سنت وہمے ست باطل امّا ازانجا کہ راہ معاملۂ اسلام با او مسلوک ست تکفیرِ او مشکوک بناءً علیہ اظہار بغی بر وے و خروج از اطاعتِ او نیز از مسائل اختلافیہ ست پس شخص محتاط را لازم ست کہ خود بران اقدام نفرماید و دیگرے را [illegible] الزام نسازد یعنی خود راہِ بغی و خروج نہ پیماید

لیکن آئین اسلاف کے نباہی کے غرض سے محض بر سبیل رسم و عادات عمل میں لاتے ہیں اگرچہ دل میں اس سے ایک طرح کی کراہت رکھتے ہیں بلکہ بعض اوقات میں ان سلاطین کے آئین کے بطلان پر بھی آگاہ ہوتے ہیں اما چار ناچار ایسے راہ ہوتے ہیں کیونکہ بہ نسبت پاسداری قوانین دیانت رعایت آئین ریاست انپر غالب ہے اور بہ نسبت محبتِ رب ذوالجلال محبتِ جان و مال انکے دل میں جاگیر ہے اور پاسداری منصب مملکت بہ نسبت پاسداری احکام رب العزت انپر قوی تر ہے اس قسم کے سلاطین کو سلاطین مقلدین کہتے ہیں اور ان سلاطین میں سے بعض سلاطین باعتبارِ اصل خلقت بھی امورِ مذکورہ کی طرف مائل ہوتے ہیں اور حقیقت ایمان سے بالکل غافل اور جبکہ آئینِ اسلاف نے انکی رغبت جبلی کے ساتھ اختلاط فرمایا انکے عیش اور ظلم کو ترقی پر پہنچایا اسی نظر سے یہ سلاطین انکے آئین کی رعایت بوجہ اتم کرتے ہیں اور کمال رونق دیتے ہیں گویا کہ اس آئین کو اس ملت کے مجتہدین میں سے شعار کرنا چاہیے اور اس سنت کے مجددین کہنا چاہیے اسکو سلطان متمرد کہتے ہیں اس مقام میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتوں کے ضمن میں انکا بیان ضروری ہے۔

پہلا نکتہ سلطان مضل ہرچند رئیس المفسدین اور امام المبتدعین ہے اور اسکی ریاست دین کے حق میں بمنزلہ سم قاتل ہے اور اسکی امامت بحکم کتاب و سنت ایک وہم باطل ہے لیکن چونکہ راہ معاملۂ اسلام اسکی وجہ سے مسلوک ہے بنابریں تکفیر اسکی مشکوک ہے نظر براں اظہار بغاوت اسپر کرنا اور اسکی اطاعت سے خارج ہونا بھی منجملہ مسائل اختلافیہ ہے سو مرد محتاط کو لازم ہے کہ خود اسپر پیش قدمی نفرماوے اور دوسرے کو اسپر ملامت کے ساتھ یاد نہ لائے یعنی خود راہ بغاوت و خروج اختیار نکرے

واگر کسے با او مخالفت و منازعت نمود زبان طعن بر و نکشایند
چنانکہ بسیارے از علماء اہل سنت خود بر قتل و نہب روافض
دست نمی کشایند فاما مجوزین این امر مثل علماء ماوراء النہر اعراض
نمی نمایند و چون بغی و خروج بر سلاطین مضلین احتیاطاً ممنوع ست
لاجرم سلطنت ایشان از اقسام امامت معدود ست نکتۂ ثانیہ
سلطان مقلد بہ نسبت ملت اسلام اقرب ست پس احتیاط
در مخالفت و منازعت او واجب کسے کہ با او بمنازعت
برخاست و دست از متابعت او برداشت ہر چند
در ظاہر شرع مطعون نیست اما این عمل بمصلحت
وقت مقرون نیست مگر آنکہ قیام خلافت راشدہ
یا سلطنت عادلہ بر تقدیر برہم زدن ریاست او متیقن
باشد پس درین صورت برافراختن اعلام قتل و قتال و
برانداختن آن مبتدع ضال در حق ملت و اہل ملت منفعتے
خواہد بخشید والا بعوام و خواص بیشک مضرتے خواہد رسید

تنبیہ رابع در بیان سلطنت کفر

باید دانست کہ مراد از سلطنت کفر درین مقام حکومت
کفار اصلی نیست بلکہ مقصود ازان سلطنت قومی ست کہ
جان خود را در زمرۂ مسلمین میشمارند و موجبات کفر صریح
بعمل می آرند و از ایشان بہ نسبت احکام شرع آنقدر مخالفت و
عناد صادر میشود کہ برایشان حکم کفر و ارتداد ثابت میگردد
بیانش آنکہ بعضے اشخاص باعتبار اصل جبلت ملحد مزاج و
زندیق طبع می باشند کہ ہر چند بظاہر کلمۂ اسلام میخوانند اما خدا و رسول
را و دین و مذاہب را و حساب و کتاب را بالیقین نمیدانند ہمین
نشیب و فراز دنیاوی را سعادت و شقاوت میپندارند و
ہمین حصول جاہ و جلال و تحصیل مال و منال اصل کمال می انگارند

اور اگر کوئی اُسکے ساتھ مخالفت اور منازعت کرے اُسپر
زبان طعن نہ کھولے چنانچہ اکثر علماء اہل سنت بذات خود
روافض کے قتل اور غارت پر دست درازی نہیں فرماتے
لیکن اس امر کے مجوزین پر بھی مثل علماء ماوراء النہر
اعتراض نہیں کرتے اور چونکہ بغاوت اور خروج سلاطین
مضلین پر احتیاطاً ممنوع ہے بالضرور اُنکی سلطنت
اقسام امامت سے معدود ہے دوسرا نکتہ
سلطان مقلد بہ نسبت ملت اسلام اقرب ہے پس احتیاط
اُسکی مخالفت اور منازعت میں واجب جو کوئی کہ اُسکی
منازعت پر آمادہ ہووے اور اُسکی متابعت فرمانبرداری سے
ہاتھ اُٹھاوے ہر چند ظاہر شرع میں مطعون نہیں لیکن یہ عمل
مصلحت وقت کے ساتھ مقرون نہیں مگر اُس وقت اُسکی مخالفت
ضروری ہے کہ اُسکی ریاست کے تباہ و برباد ہونے میں خلافت راشدہ
یا سلطنت عادلہ قائم ہوئی پس اس صورت میں قتل و قتال کے
نیزوں کا بلند کرنا اور اُس مبتدع ضال کو ذلیل کرنا اہل ملت اور
ملت کے حق میں نفع بخشیگا ورنہ عوام و خواص کو بیشک مضرت پہنچیگی

چوتھی تنبیہ میں سلطنت کفر کا بیان ہے

جاننا چاہیے کہ مراد سلطنت کفر سے اس مقام میں حکومت
کفار اصلی نہیں بلکہ مقصود اُس سلطنت سے وہ قوم ہی کہ اپنے
تئیں زمرۂ مسلمین میں گنتے ہیں اور موجبات کفر صریح عمل میں
لاتے ہیں اور اُنسے بہ نسبت احکام شرع اُس قدر مخالفت اور
عناد صادر ہوتا ہی کہ اُن پر حکم کفر و ارتداد ثابت ہوتا ہے
اسکا بیان یہ ہے کہ بعض اشخاص باعتبار اصل جبلت
ملحد مزاج اور زندیق طبع ہوتے ہیں کہ ہر چند ظاہر میں کلمہ
اسلام پڑھتے ہیں لیکن خدا اور رسول اور دین و مذہب اور
حساب و کتاب کو بالیقین نہیں جانتے ہیں ایسے نشیب و فراز
دنیاوی کو سعادت اور شقاوت پہچانتے ہیں اور ایسے حصول
جاہ و جلال اور تحصیل مال و منال کو اصل کمال تصور کرتے ہیں

هرکه درهمین ابواب غریق ومنهمک ست همون ست نزدِ
ایشان زکی وعاقل وهرکه ازان معرض وغیرملتفت ست
همون ست نزد ایشان غبی وجاهل چیزیکه باعثِ تحصیلِ دنیای
دون نباشد همون ست نزد ایشان لغو ولاطائل ومشقتے که
منتج حصولِ نام ونشان نباشد همون ست نزد ایشان رنج
بیحاصل پس انبیاء الله وسائر هادیان راه حق را ازجنس
عقلاے جاه طلب می شمارند واتباعِ ایشان را از
جنس سفهاے بے عقل می انگارند که برسخنهاے احمق
فریبِ ایشان مغرور گردیدند وبمواعید بربستهٔ ایشان
مسرور پس رعایتِ ملت وسنت را درجمیع افعال واقوال
ازجنسِ حماقت می شمارند وقیدِ مذهب ومشرب را درعادات
ومعاملات ازقبیلِ سفاهت وکشیدن رنج وکلفت در
عبادات نزد ایشان محض نادانی ست وتبتل وتوکل علامت
عجز وناتوانی پس چون امثال این اشخاص بمنصب
سلطنت میرسند وتمکن برسریرِ مملکت می شوند آئینِ
سلطانی راکه بظاهر باعث ازدیادِ رونق سلطنت ست
مطابق فراست وکیاست میدانند وشرع ربانی که نزد
ایشان بیحاصل ست ازجنس رسوم سفاهت می شناسند
پس لابد زبان طعن برو میکشایند واورا درنظرِ ملازمانِ
خود محقر می نمایند وبلطائف الحیل استیصالِ او میجویند در
راه معارضهٔ او می پویند ودرهرامر حکم آئینِ سلطانی راترجیح
میدهند وحکمِ شرع ربانی را تسفیه میکنند منافع آنرا
بچرب زبانی تفصیل میدهند ومضار این را بتلبیسِ
تبیین میکنند بالجمله درهر کلامِ ایشان رمزے می باشد
بملت رب العالمین وطنزے می باشد بسنت سید المرسلین گاہے

جو کوئی ان معاملات میں غریق اور منہمک ہے وہی ان کے
نزدیک زکی وعاقل ہے اور جو کوئی اُسکی طرف متوجہ نہیں
ہوتا وہی اُنکے نزدیک غبی وجاہل ہے جو چیز کہ دنیاے
دوں کے تحصیل کا باعث نہو وہی اُنکے نزدیک لغو ولاطائل
ہے جو مشقت کہ نام ونشان کے حصول کا سبب نہو وہی
اُنکے لیے رنج بیحاصل ہے پس تمام انبیاء اللہ اور جملہ ہادیانِ
راہ کو جنس عقلاے جاہ طلب سے جانتے ہیں اور انکے تابعین
کو منجملہ سفہاے بے عقل پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ
نادان سخنہاے احمق فریب پر مغرور ہوے اور گھڑے
ہوے وعدوں پر مسرور پس رعایت ملت وسنت کو
جمیع افعال واقوال میں ازجنس حماقت خیال میں لاتے
ہیں اور قید مذہب ومشرب کو عادات اور معاملات
میں ازقبیل سفاہت بتلاتے ہیں عباداتِ خداوندی
میں رنج وکلفت کھینچنا اُنکے نزدیک محض نادانی ہے
اور تبتل اور توکل علامت عجز وناتوانی ہے پس جبکہ ایسے
لوگ منصبِ سلطنت پر پہنچتے ہیں اور سریر مملکت پر
بیٹھتے ہیں آئین سلطانی کو بظاہر رونق سلطنت کی زیادتی
کا باعث ہی مطابق فراست ودانائی جانتے ہیں اور شرع
ربانی کو اُنکے نزدیک بیحاصل ہے منجملہ رسوم سفاہت
پہچانتے پس بالضرور اُسپر زبان طعن کھولتے ہیں اور
اُسکو نظرِ ملازمان میں ذلیل کرکے دکھلاتے ہیں اور
لطائف الحیل سے اُسکی بیخ کنی چاہتے ہیں اور اُسکے
معارضہ کی راہ میں دوڑتے ہیں ہر امر میں حکم آئین سلطانی کو
ترجیح دیتے ہیں اور حکم شرع ربانی کی تحقیر اور تسفیہ کرتے ہیں
اُسکے منافع چرب زبانی کے ساتھ تفصیل وار بیان
کرتے ہیں اسکے مضار کو تلبیس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں
بالجملہ اپنے ہر کلام میں ملت رب العالمین پر آوازہ کستے ہیں
اور ہر بات میں سنتِ سید المرسلین پر طنز کرتے ہیں کبھی

کلامِ خود را باشعارِ شعرا، یاوہ گو پیوند میکنند و گاہے بہ تشبیہاتِ
علماءِ جاہ جو و گاہے دعویٰ خود را بکلام فلاسفہ مدلل
میکنند و گاہے برموزِ ملاحدہ پس این قسم سلاطین
بلاشک از جنسِ کفارِ متمردین اند و زنادقہ مرتدین جہاد
برایشان از ارکانِ اسلام ست و اہانتِ ایشان
اعانتِ سید الانام سلطنت ایشان اصلاً از جنسِ
امامت حکمیہ نیست و اطاعتِ ایشان بوجہ من الوجوہ
از اوامرِ شرعیہ نہ۔ کما رواہ عبادۃ بن الصامت انہ
قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان
لا تنازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحا
عندکم من اللہ فیہ برھان
و در بعضے احیان این سلطان مرتد را چنان بخیال
میرسد کہ عوام چندانکہ در اتباع انبیاء و مرسلین مساعی بلیغہ
بجامی آرند و آن را از کمالِ سعاداتِ خود می شمارند آن قدر
در اتباع سلاطین سرگرم نمی باشند بلکہ بسیارے از ایشان
ازین امر ننگ و شرم میدارند بناءً علیہ ادعاے نبوت را با دعوے
سلطنت ضم باید کرد تا عقلا بطمع جاہ و مال اطاعت اختیار کنند و
سفہا بنا بر حسنِ مآل پس ادعاے نبوت بر ملا میکنند و ملتِ جدیدہ
برپا و از بسکہ تجبر و تکبر مقتضاے سلطنت است پس ادعاے
الوہیت با ادعاے نبوت منضم میگردد و کفر او از کفرِ فرعون بالاتر
میشود و قیامِ سلطنتِ ارتداد بمثابہ غلبہ کفار ست کہ بر ذمہ مسلمین
فرض عین میشود کہ بر وجہ جہاد قائم بگردانند و این شورش و فساد
بشمشیر بنشانند و گرنہ توانند از ان اقلیم ہجرت نمایند و
بدار الاسلام فرود آیند باید دانست کہ ذکر سلطنتِ ارتداد
درین مقام باوجودیکہ این قسم موضوع ست براے اقسام امامتِ حکمیہ

اپنے کلام کو اشعارِ شعرا، یاوہ گو اور شبہات علماء جاہ جو کے ساتھ
پیوند کرتے ہیں کبھی اپنے دعوے کو فلسفہ کے کلام کے ساتھ
مدلل کرتے ہیں اور کبھی رموزِ ملاحدہ کے ساتھ معلل کرتے
ہیں پس اس قسم کے بادشاہ بلاشک از جنس کفار متمردین ہیں
جہاد انپر منجملہ ارکانِ اسلام ہے اور اہانت انکی اعانتِ
سید الانام ہے انکی سلطنت اصلاً امامتِ حکمیہ سے نہیں اور
انکی اطاعت مطلقاً اوامر شرعیہ سے نہیں۔ جیسا روایت کیا
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے (ترجمہ انھوں نے کہا کہ بیعت کی
ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ جھگڑیں ہم اختیار
والوں سے یہ کہ چھین لیں مگر جب کفر صریح دیکھیں کہ دلیل
بھی ہو) اور بعض اوقات میں اس سلطان مرتد کے
خیال میں ایسا آتا ہے کہ عوام جس قدر انبیاء و مرسلین کی
تابعداری اور فرماں روائی میں کوشش بلیغ اور سعی بالاکلام
کرتے ہیں اور اسکو کمال سعادت جانتے ہیں اس قدر سلاطین
کی فرمانبرداری میں سرگرم اور مستعد نہیں ہوتے ہیں بلکہ
بہت لوگ اس امر سے شرم و ننگ رکھتے ہیں بنظر بران
ادعاے نبوت کو ساتھ دعوے سلطنت کے ضم کرتے
ہیں تاکہ عقلا جاہ و مال کی طمع سے اطاعت اختیار کریں اور
سفہا حسن مآل کی بنا پر فرمانبردار ہوں پس ادعاے نبوت
برملا کرتے ہیں اور ملت جدیدہ برپا کرتے ہیں اور از بسکہ
تجبر و تکبر اسکی سلطنت کا مقتضا ہے پس ادعاے الوہیت
ادعاے نبوت کے ساتھ منضم ہوتا ہے اور اسکا کفر فرعون
کے کفر سے دو بالا ہوتا ہے اور ارتداد کے سلطنت کا قیام
بمثابہ غلبہ کفار ہے کہ مسلمان کے ذمہ پر فرض عین ہوتا ہے
کہ اسپر جہاد قائم فرمائیں اور یہ شورش و فساد شمشیر کے ساتھ
مٹائیں اور اگر یہ نکر سکیں اس ولایت سے ہجرت کریں اور
دار الاسلام میں آئیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر سلطنت ارتداد
اس مقام میں باوجودیکہ قسم بیان اقسام امامت حکمیہ کیواسطے موضوع ہے

واین سلطنتِ مذکورہ خارج ست ازان اقسام محض بنا برہمین امر
واقع گردیدہ کہ درمیان ہمین سلاطین مدعیانِ اسلام گاہے سلطانی
میباشد کہ محض ازجنس کفار شرار ست و ازمرتدین الحاد شعار
استیصال او عین انتظام ست و اہلاکِ او عین اسلام و طاعت
ہر متسلط از احکام شرعیہ نیست و انقیاد ہر متجبر از اوامر دینیہ نہ

خاتمہ دربیان آنچہ از لفظِ امام درین کتاب مراد ست

باید دانست کہ مراد از لفظ امام درین کتاب مطلق مفہوم امام
نیست بلکہ ہمان امام ست کہ تعلق بسیاست دارد پس اصحابِ
امامتِ خفیہ مثل ابدال و اقطاب و اربابِ امامت باطنہ مخصّصہ
مثل مبعوثین برائے ہدایت و ارشاد از بحث این کتاب خارج اند
ذکر ایشان محض بنا برطریق تیمن و تبرک درصدر این قسم واقع گردیدہ
پس مراد از امام صاحبِ سیاست ست نہ خاص خلیفہ راشد کہ آن
بمثابہ اکسیر اعظم ست نادر الوجود و کبریت احمر ست در اکثر الزمان
مفقود نہ مطلق صاحب سیاست بحدیکہ ہر فاسق بدکار درو
داخل باشد و ہر ظالم ستمگار درو شامل و ہر خونخوار عنید درو مندرج
باشد و ہر جبار مرید باو ممتزج و ہر مضل بدآئین باو موصوف باشد و ہر ملحد
بیدین باو معروف چہ مضرّت این سلاطین بہ نسبت دین و
ملت بغایت ازید ست از منفعت ایشان و موافقت این خواقین
بہ نسبت اکابر امت نہایت ابعد ست از مخالفت ایشان بلکہ مراد
از لفظ امام درین مقام صاحب دعوت ست یعنی کسیکہ علم
جہاد بر اعداے دین برافراختہ باشد و اجتماع کافہ مسلمین درین
مقدمہ درخواستہ و بر اعانتِ شرع مبین کمر بستہ باشد و بر مسندِ
سیاستِ دین نشستہ و مذہبے غیر مذہب ملت نگرفتہ باشد
و مشربے غیر مشربِ سنت نہ بستہ و در عدالت و سیاست

اور یہ سلطنتِ مذکورہ اُن اقسام سے خارج ہے محض ایسے
امر کی بنا پر واقع ہوا کہ درمیان انھیں سلاطین مدعیانِ اسلام
کے کبھی ایک سلطان ہوتا ہے کہ محض جنس کفار شرار سے ہے اور
مرتدین الحاد شعار سے اُسکا استیصال عین انتظام ہے اور
اُسکا اہلاک عین انتقام اور اطاعت ہر متسلط کی احکام
شرعیہ سے نہیں اور تابعداری ہر متجبر کی اوامر دینیہ سے نہیں

خاتمہ بیان میں اُس چیز کی کہ لفظِ امام سے اس کتاب میں کیا مراد ہے

جاننا چاہیے کہ مراد لفظ امام سے اس کتاب میں مطلق مفہوم امام
نہیں بلکہ وہی امام ہے کہ تعلق سیاست سے رکھے پس اصحاب
امامت خفیہ مثل ابدال و اقطاب۔ اور اربابِ امامتِ باطنہ
مثل مبعوثین ہادین بحث کتاب سے خارج ہیں اُنکا ذکر محض
تیمناً اور تبرکاً اس قسم کے شروع میں واقع ہوا پس مراد امام سے
صاحبِ سیاست ہے نہ خاص خلیفہ راشد کہ وہ بمثابہ اکسیر
اعظم نادر الوجود ہے اور مثل کبریتِ احمر اکثر زمانہ میں مفقود ہے
نہ مطلق۔ صاحب سیاست اس حد پر کہ ہر فاسق بدکار اسمیں
داخل ہوا اور ہر ظالم ستمگار اُسمیں شامل ہوا اور ہر خونخوار عنید سرکش
اُسمیں مندرج ہوا اور ہر جبار مرید اُسمیں ممتزج ہوا اور ہر مضل
بدآئین اُسکے ساتھ موصوف ہوا اور ہر ملحد بیدین اُسکے ساتھ
معروف ہو کیونکہ ان سلاطین کی مضرت دین و ملت کی نسبت
اُنکی منفعت سے نہایت ازید ہے اور ان خواقین کی موافقت
بہ نسبتِ اکابر اُمت اُنکی مخالفت سے نہایت ابعد ہے
بلکہ مراد لفظ امام سے اس مقام میں صاحبِ دعوت ہے
یعنی جس کسی نے کہ جہاد کا علم اعدائے دین پر اُٹھایا ہوا اور
تمام مسلمانوں کو اس معرکہ میں بلایا ہوا اور اعانتِ شرعِ
مبین پر کمر باندھی ہوا اور سیاستِ دین کی مسند پر بیٹھا ہوا اور
کوئی مذہب سوائے مذہبِ ملت نہ اختیار کیا ہوا اور کوئی
مشرب بغیر مشربِ سنت نہ قبول کیا ہوا اور عدالت و سیاست میں

آئینے غیر آئین نبوی نساختہ باشد و قانونے غیر قانون مصطفوی
نپرداختہ و در باب مصالحت و منازعت وجھے غیر از
موافقت و مخالفت دین اظہار نکردہ باشد و در سیاست
و عدالت طریقے غیر احکام ملت و آثار سنت اختیار نمودہ
پس ہمون ست صاحب دعوت فاما اینکہ درین مقدمات
ریاکار ست یا اخلاص شعار و در معاملات خاصہ خود
مردود الافعال ست یا محمود الاعمال پس بامثال این
امور درین مقام ہیچ غرضے متعلق نیست تفصیل این
اجمال و تشریح این مقال در ضمن دو تنبیہ بیان باید کرد

تنبیہ اول در تشریح مفہوم صاحب دعوت

باید دانست کہ ریاست و سیاست را دو باب ست باب صلح و
جنگ با مخالفین و باب نظم و نسق موافقین و ہمین ہر دو باب
صاحب دعوت امتیاز میدارد از سائر اصحاب سیاست اگرچہ در
اعمال و افعالیکہ اختصاص بذات او میدارد ہیچ امتیازے نسبت بہ
دیگران نداشتہ باشد اما باب صلح و جنگ پس تحقیق این مقام
موقوفست بر تمہید مقدمہ بیانش آنکہ کسیکہ بر سر دیگرے لشکر
کشی می نماید و از قومے رفاقت خود میخواہد لا بد سببے برائے وقوع
منازعت مقرر میگرداند و وجہے برائے حصول یعنی رفاقت
ایشان را می فہماند اگرچہ فی الحقیقت سبب منازعت وجہے
دیگر باشد و باعث رفاقت وجھے دیگر لکن بظاہر تمامی قیل و
قال در اثبات و ابطال ہمان سبب واقع میگردد و زبان زد
ہر خاص و عام ہمان وجہ می شود مثلاً زید با عمرو بمنازعت
برخاست و از بکر رفاقت خود درخواست و سبب منازعت
ہمین بیان نمود کہ بر مال متروکہ پدر من متغلب و
قابض گردیدہ و وجہ رفاقت بہ بکر ہمین فہمانید کہ تو از اقارب

کوئی آئین سوائے آئین نبوی نہ بنایا ہو اور کوئی قانون سوائے
قانون مصطفوی نہ مقرر کیا ہو اور مصالحت اور منازعت کے
بارہ میں کوئی وجہ غیر موافقت و مخالفت دین ظاہر نکی ہو
اور سیاست اور عدالت میں کوئی طریقہ غیر احکام ملت و
آثار سنت اختیار نہ کیا ہو پس وہی صاحب دعوت ہے
رہی یہ بات کہ ان مقدمات میں ریاکار ہے یا اخلاص شعار
اور اپنے معاملات خاصہ میں مردود الافعال ہے یا محمود الاحوال
سو ایسے امور سے اس مقام میں کوئی غرض متعلق نہیں اس اجمال
کی تفصیل اور اس مقال کی تشریح دو تنبیہ کے ضمن میں بیان کیجاتی ہے

پہلی تنبیہ میں صاحب دعوت کی مفہوم کی تشریح ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ ریاست اور سیاست کے دو باب ہیں
باب صلح و جنگ با مخالفین۔ باب نظم و نسق موافقین
اور انھیں دو باب میں صاحب دعوت جملہ اصحاب سیاست سے
امتیاز رکھتا ہے اگرچہ اُن اعمال اور افعال میں کہ جو اُس کی
ذات کے ساتھ مخصوص ہوئیں کسی قسم کی امتیاز دوسروں
کی نسبت نرکھتا ہو۔ لیکن باب صلح و جنگ پس اس مقام کی
تحقیق ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے اُسکا بیان یہ ہی
جو شخص کہ دوسرے کے سر پر لشکر کشی کرتا ہے اور کسی قوم
سے اپنی رفاقت چاہتا ہے بالضرور کوئی سبب جھگڑا قائم
کرنے کا پیدا کرتا ہے اور کوئی وجہ حصول یعنی رفاقت
کے لئے اُنکو سمجھاتا ہے اگرچہ فی الحقیقت منازعت کا
سبب وجہے دیگر ہو اور باعث رفاقت وجہے دیگر
لیکن بظاہر تمامی قیل و قال اسی سبب کے اثبات و ابطال
میں واقع ہوتی ہے اور زبان زد ہر خاص و عام وہی وجہ
ہوتی ہے مثلاً زید عمرو کے ساتھ منازعت کے واسطے
آمادہ ہوا اور بکر سے اپنی رفاقت چاہی اور سبب منازعت
بھی بیان کیا کہ میرے باپ کے مال متروکہ پر متغلب اور
قابض ہوا اور وجہ رفاقت بکر کو یہی سمجھائی کہ تو میرے اقارب

من ستی و عمرو از اجانب پس ہر چند ممکن ست کہ باعث برپا
شدن منازعت فی الحقیقت امرے دیگر باشد غیر از تغلب
مذکور چہ در بعضے احیان از مدتِ مدیدہ تغلب متحقق می باشد
و زید در تمامی آن مدت ساکت می ماند فاما باز امرے جدید
حادث میگردد کہ منازعتِ قدیمہ از و بمنصۂ ظہور میرسد مثلاً از عمرو
تحقیرے یا سبے یا شتمے بہ نسبتِ زید صادر گردید کہ کینۂ دیرینہ
بہمان سبب بجوش شد فاما بظاہر ہمین دعوئ تغلب بروے
کار ست و ہمین سبب منازعت در شمار ہمہ اثبات و ابطال
برہمان متوجہ ست و تمامی بحث و جدال در ہمان متحقق
بالجملہ پیشِ نظر درین منازعت ہمین سبب جلی ست نہ آن
سبب خفی چہ بر زبان ہر دور و نزدیک و ہر اجنبی و شریک
ذکر ہمین سبب ظاہر جاری ست نہ ذکر آن امر مخفی پس جمیع
خواص و عوام ہمین میگویند کہ زید بنا بر طلب متروکہ پدر خود
با عمرو منازعت می جوید نہ اینکہ غبار سب و شتم او از خود میشوید
کسیکہ زید را ملزم خواہد گردانید بہمین وجہ خواہد گردانید کہ متروکہ
پدر تو در دستِ عمرو نیست تو چرا باو منازعت میکنی نہ اینکہ
سب و شتم از و بہ نسبتِ تو صادر گردیدہ چرا باو مخالفت مینمائی
و ہمچنین کسیکہ عمرو را الزام خواہد داد بہمین وجہ خواہد داد کہ متروکہ
پدر را چرا بہ زید نمی دہی نہ اینکہ سب و شتم چرا میدہی و ہمچنین در میان
کافۂ انام ذکر ہمین امر جاری و ساری خواہد شد کہ چہ ظالم ست کہ
مالِ پدر زید در قبضۂ خود نہادہ نہ اینکہ چہ بد زبان ست کہ زید را
سب و شتم دادہ و ہمچنین ممکن ست کہ وجہ رفاقت ہمراہ
زید فی الحقیقت طمع حصول مالی باشد اما خوف
ملالے اما زبان زد خواص و عوام ہمین خواہد شد
کہ بکر رفاقت زید بجہت قرابت او اختیار نمود

میں سے ہے اور عمرو اجنبی ہے پس ہر چند ممکن ہے کہ منازعت کے
برپا ہونے کا باعث درحقیقت غیر از تغلب مذکور کوئی اور امر ہو
کیونکہ بعض اوقات میں مدتِ مدیدہ سے تغلب متحقق ہوتا ہے
اور زید اُس تمام مدت میں ساکت رہتا ہے لیکن پھر کوئی
امر جدید پیدا ہوتا ہے کہ منازعتِ قدیمہ اُس سے منصۂ
ظہور پر پہنچتی ہے مثلاً عمرو سے کوئی تحقیر یا سب و شتم
یعنی گالی گلوج بہ نسبتِ زید صادر ہوئی کہ کینۂ دیرینہ اُسی
سبب سے جوش میں آیا لیکن ظاہر میں یہی دعوی تغلب بروے
کار ہو اور یہی سبب منازعت در شمار تمام اثبات و ابطال
اُسی پر متوجہ ہے اور تمامی بحث و جدال اُسی میں متحقق ہی
بالجملہ پیش نظر اس منازعت میں یہی سبب جلی ہے نہ وہ
سبب خفی اسلیے کہ ہر دور و نزدیک اور ہر اجنبی و شریک
کے زبان پر یہی سبب ظاہر جاری ہے اور اُس امر خفی کا
کوئی ذکر نہیں کرتا پس جمیع خواص و عوام یہی کہتے ہیں کہ
زید اپنے باپ کے متروکہ چاہنے کی وجہ سے عمرو کے ساتھ
منازعت چاہتا ہے نہ یہ کہ گالی گلوج کا غبار نکالتا ہے
جو کوئی زید کو ملزم کریگا اسی وجہ پر کریگا کہ تیرے باپ کا متروکہ
عمرو کے ہاتھ میں نہیں ہے تو کیوں اُسکے ساتھ جھگڑا کرتا ہی
اور یوں کوئی اُس سے نہ کہیگا کہ اُسنے تجھکو گالی نہ دی تو کیوں
اُسکے ساتھ مخالفت کرتا ہے۔ اور ایسے ہی جو کوئی کہ عمرو کو
الزام دیگا اسی وجہ سے دیگا کہ زید کے باپ کا متروکہ تو کیوں
نہیں دیتا نہ یہ کہ سب و شتم کے واسطے دیتا ہے تو اور ایسے
ہی تمام لوگوں میں ذکر اسی امر کا جاری اور ساری ہوگا
کہ کتنا بڑا ظالم ہے کہ زید کے باپ کا مال اپنے قبضہ میں
رکھا اور یوں کوئی نہ کہیگا کہ کیا بد زبان ہے کہ زید کو گالی
دی۔ ایسے ہی ممکن ہے کہ رفاقت کی وجہ زید کے ساتھ
درحقیقت طمع حصول مالی ہو یا خوف ملالی لیکن زبان زد
خاص و عام یہی ہوگا کہ بکر نے زید کی رفاقت بوجہ قرابت اختیار کی

بلکہ بکر ہم ہمین وجہ اظہار خواہد نمود کہ چگونہ رفاقت او اختیار
ننمایم کہ او قریب من ست چون این مقدمہ ممہد شد پس
باید دانست کہ کلام درینمقام در اسباب ظاہرہ و وجوہ باہرہ ست
نہ در اسباب خفیہ و وجوہ مکنونہ یعنی امتیاز صاحب دعوات از غیر او
بہمین ظواہر اسباب منازعت ست و بواہر وجوہ رفاقت فاما در
حقیقت الامر پس خواہ نیات صحیحہ داشتہ باشد خواہ نیات فاسدہ
پس میگوئیم کہ کسانیکہ با اہل ریاست و سیاست بمنازعت می خیزند و از
قومے رفاقت خود جویند لابد سببے برای منازعت اظہار میکنند و وجہے
برای اختیار رفاقت بیان می نمایند پس این اسباب و وجوہ یا از
جنس مقدمات دنیویہ باشند اما اسباب و وجوہ دنیویہ پس مثل طلب مملکت
موروثہ ست کہ از شاہزادگان اسلاف سلاطین سر برزند کہ مملکت از
خاندان ایشان برباد رفتہ و در دست دیگران افتادہ و بعد مرور دہور
شاہزادگان بلند ہمت سر بر می آرند و دعوای مملکت موروثہ
بر روی کار می دارند پس سبب برپا شدن منازعت تغلب ہمین سلطان
زمان ست بر مملکت اسلاف این شاہزادگان بنا بر طلب مملکت اسلاف
خود برخاستند و حق قدیم خود را بپایہ اثبات میرسانند بہمین سبب
شہرہ عالم میشود و زبان زد جمہور بنی آدم کہ فلان شہزادہ بنا بر طلب
مملکت اسلاف خود برخاستہ و حق خود را از سلاطین متغلبین در خواستہ
و آنان را کہ رفیق خود میگردانند وجوہ متعددہ می فہمانند بعضے را از
ہواخواہان خاندان خود میگردانند و بعضے را توقع حصول
منافع کثیرہ از مناصب جلیلہ و اموال خطیرہ می فہمانند و
بعضے را بعلاقہ نوکری در پی گیر دو اند و ہمین محض خدمت
ظاہری می پذیرد و ایشان را منافع نمک حلالی و مضار
نمکحرامی می فہمانند و ہمین امر را در اذہان ایشان بپایہ اثبات
می رسانند ہمین وجوہ و امثال آنہا باعث رفاقت ایشان

بلکہ بکر بھی یہی وجہ ظاہر کریگا کہ کیونکر اُسکی رفاقت نہ اختیار کروں
کہ وہ میرا قریب ہے جو یہ مقدمہ ممہد ہوا پس جاننا چاہیے کہ کلام
اس مقام پر اسباب ظاہرہ اور وجوہ باہرہ میں ہے نہ اسباب
خفیہ اور وجوہ مکنونہ میں یعنی صاحب دعوت کی امتیاز اُسکے غیر سے
انھیں اسباب منازعت اور وجوہ رفاقت کے ساتھ ہوتی ہی
پس کہتا ہوں ہیں جو لوگ کہ اہل ریاست اور سیاست کے
ساتھ جھگڑے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کسی قوم سے اپنی رفاقت
چاہتے ہیں لابد کوئی سبب جھگڑے کے واسطے ظاہر کرتے
ہیں اور کوئی وجہ رفاقت کی اختیار کرنے کے واسطے بیان
کرتے ہیں پس یہ اسباب اور وجوہ جنس مقدمات دنیویہ سے
ہوویں لیکن اسباب اور وجوہ دنیویہ پس مثل طلب مملکت
موروثہ ہے کہ شاہزادگان اسلاف سلاطین سے ظاہر ہووے
کہ سلطنت اُنکے خاندان سے برباد گئی اور دوسروں کے
ہاتھ میں پڑی اور ایک زمانہ گزرنے کے بعد شاہزادگان بلند
ہمت سر اُٹھاتے ہیں اور دعوی مملکت موروثہ بر روے کار
لاتے ہیں پس منازعت قائم ہونیکا سبب ایسے سلطان زمانہ کا
تغلب ہے ان شاہزادوں کے اسلاف کی سلطنت پر
اسی لیے اپنے بزرگوں کی سلطنت چاہتے ہیں اور حق قدیم اپنا
پایۂ ثبوت کو پہنچاتے ہیں اسی سبب سے شہرۂ عالم ہوتا ہے اور
زباں زد جمہور بنی آدم ہوتا ہے کہ فلاں شہزادہ اپنے بزرگوں کی
سلطنت کی طلب میں اُٹھا اور حق اپنا سلاطین متغلبین سے
چاہا اور اُنکو کہ رفیق اپنا بناتا ہے وجوہ متعددہ سمجھاتا ہے
بعض کو اپنے ہواخواہان خاندان سے گردانتا ہے اور بعض کو
منافع کثیرہ اور مناصب جلیلہ اور اموال خطیرہ کے حصول کی
توقع دلاتا ہے بعض کو بعلاقہ نوکری پکڑتا ہے اور اُس سے
محض یہی ظاہری خدمت قبول کرتا ہے اور اُنکو نمک حلالی کے
منافع اور نمک حرامی کے نقصانات سمجھاتا ہے اور ایسے امر کو
اُنکے ذہنوں میں جماتا ہے ایسے ہی وجوہات اُنکی رفاقت کا باعث

می شوند و بیان همین وجوه زبان زد هر خاص و عام می گردد مثلاً
هرکس همین گوید که لشکر هواخواهان قدیمی و دولت جویان
صمیمی و نوکران خدمتگزار و ملازمان شجاعت شعار همراه
او مجتمع گردیده هر که میرود همین اظهار میکند که من خانه زاد
قدیمی ام یا طالب نوکری و هر که رفاقت او اختیار نمی کند
همین عذر پیش می آرد که من نه از فدویان قدیمی ام و نه طالب
نوکری مرا بر اختیار رفاقت او هیچ باعث نیست مثل دفع
مفاسد ظالم متعدی مثلاً شخصے از بادشاهان اولوا العزم
لشکر کشی کرده بر سر قومے آمد تا بلدان و امصار ایشان را
زیر حکومت خود در آرد و آنها را از جنس رعایاے خود
شمارد و مال و منال از ایشان تحصیل نماید و ابواب
سیاست بر ایشان جاری فرماید پس بنابر دفع مفسدهٔ
او روساے آن قوم مجتمع میشوند و با او بنیاد منازعت
می نهند و از اقوام دیگر استعانت می جویند و راه تالیف
ایشان میپویند پس سبب منازعت ایشان با او همین دفع
تعدی اوست و وجه رفاقت اقوام دیگر با ایشان بظاهر گاہے
قرابت میباشد که همین علاقهٔ برادری را بر روے کار می آرند
و آن را باعث رفاقت میشمارند و گاہے معارضه و مبادله
میباشد که ایشان هم در مثل این اوقات اعانت این اقوام نموده اند
و راه رفاقت ایشان پیموده پس عوض آن رفاقت سابقه بالفعل
از ایشان میجویند و گاہے سد باب مفسده میباشد که هرچند بالفعل
مضرتے از دست آن متعدی بآن اقوام نمی رسد اما آن
قوم اول ایشان را همین معنی می فهمانند که چنانکه
امروز بر سر ما لشکر کشید فردا بر سر شما خواهد کشید
و بلائیکه امروز بر سر ما رسید فردا بر سر شما خواهد رسید

ہوتے ہیں اور انھیں وجوہ کا بیان زبان زد خاص و عام ہوتا ہے
مثلاً ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ ہواخواہان قدیمی اور دولت جویان
صمیمی اور نوکران خدمتگزار اور ملازمان شجاعت شعار کا لشکر
اُسکے ہمراہ جمع ہوا جو کوئی جاتا ہے یہی ظاہر کرتا ہے کہ میں
خانہ زاد قدیمی ہوں یا طالب نوکری ہوں اور جو کوئی اُسکی
رفاقت اختیار نہیں کرتا ہے یہی عذر پیش لاتا ہے کہ میں نہ
فدویان قدیمی سے ہوں اور نہ طالب نوکری مجھکو اُسکی رفاقت
کے اختیار کرنے کے لیے کوئی باعث نہیں مثل دفع مفاسد
ظالم جفا کار مثلاً کوئی شخص بادشاہان اولوا العزم سے لشکر کشی
کرکے کسی قوم کے اوپر آیا تاکہ اُنکے شہر اور قصبات اور دیہات
وغیرہ کو اپنی حکومت میں لاے اور اُنکو اپنی رعایا بناے اور
مال و منال اُنسے تحصیل کرے اور ابواب سیاست اُنپر
جاری فرماے پس اُسکے مفسدہ کے دفع کرنے کے واسطے اُس
قوم کے رئیس مجتمع ہوتے ہیں اور اُسکے ساتھ جھگڑا قائم کرتے ہیں
اور دوسری قوموں سے استعانت اور مدد کے طالب ہوتے
ہیں اور اُنکی تالیف قلوب میں کوشش کرتے ہیں پس اُن کی
منازعت کا سبب اُسکے ساتھ یہی دفع تعدی ہے اور دوسری
قوموں کی رفاقت کی وجہ اُنکے ساتھ بظاہر کبھی قرابت قریبہ
ہوتی ہے کہ ایسے علاقہ برادری کو کام فرماتے ہیں اور اُسکو باعث
رفاقت خیال میں لاتے ہیں اور کبھی معاوضہ اور مبادلہ ہوتا ہی
کہ اُنھوں نے بھی ایسے اوقات میں ان قوموں کی اعانت کی
ہے اور اُنکی رفاقت کی راہ چلے ہیں پس اُس رفاقت سابقہ کی
عوض بالفعل اُنسے رفاقت چاہتے ہیں اور اعانت اُنسے
ڈھونڈھتے ہیں اور کبھی مفسدہ کا دروازہ بند کرنا ہوتا ہی کہ ہرچند
بالفعل کوئی مضرت اُس ظالم متعدی کے ہاتھ سے اُس قوم کو
نہیں پہنچتی ہے لیکن وہ قوم اول اُنکو یہی معنی سمجھاتی ہی کہ جس
طور پر آج کے دن اُنسے ہم پر لشکر کشی کی کل کو تمپر کریگا اور جو بلا
کہ آج کے دن ہمارے سر پر پہنچی کل کو تمھارے سر پر پہنچے گی

پس بہتر ہمین ست کہ ما و شما مجتمع شدہ از اول باب فتنہ را مسدود
گردانیم و پاداش تعدی با او رسانیم بالجملہ امثال این اسباب و
وجوہ در اجتماع جنود و عساکر و فراہم شدن اکابر و اصاغر بروے
کار می آرند و ہر کس آن را بزبان اظہار می نمایند گو کہ در نفس الامر
بسیار اسباب و وجوہ مخفی باشند مثل طمع مال یا اظہار کینۂ
دیرینہ یا حسد یا امثال آن و اما اسباب و وجوہ دینیہ پس
بیانش آنکہ شخصے از مسلمین بمنازعتِ کفار برخاست و
از جماہیر مسلمین رفاقت درخواست و سبب منازعت
ہمین مخالفتِ دین اظہار نمود و وجہ رفاقت ہمین موافقت
دین بیان فرمود و ہمین امر شہرۂ عالم گردید و زبان زد
بنی آدم کہ فلان کس برائے نصرتِ دین برخاستہ از
کفار جنگ میجوید و راہ منازعتِ ایشان را بنا بر اعلاے
کلمہ اسلام می پوید پس جماہیر اہلِ اسلام باوجود اختلافِ
اقوام بادعاے حمیتِ دین و اظہار غیرتِ شرع متین
رفاقتِ او اختیار کردند و اعانتِ او فرض عین شمردند و ہر کرا میطلبد
بہمین وجہ میطلبد کہ من مسلمانم و در اعلاے کلمہ اسلام میکوشم و
شما ہم دعوی اسلام میدارید پس شریک این سعادت شوید
و ہر کہ می آید ہمین وجہ بزبان خود اظہار می نماید کہ اہلِ دین ما
برفاقتِ فلان شخص مجتمع گردیدہ اند و بر سر کفار رسیدہ پس ما
ہم بنا بر خدمتِ دین متین شریک او میشویم و طی مسافت دور و
نزدیک میکنیم و ہر کہ در مجالس و محافل خود ذکر این مقدمہ میکند ہمین میگوید
کہ در فلان مقام ہمراہ فلان شخص مسلمانان بنا بر استیصال کفار مجتمع گردیدہ اند
و اجتماع ایشان باینقدر و آنقدر رسیدہ پس وقتیکہ ذکر دین و خدمت
دین در مقدمہ مخالفت و موافقت او ظاہر و باہر باشد
پس ہمون ست صاحب دعوت درین باب و واجب الدعوات

پس بہتر یہی ہے کہ ہم اور تم مجتمع ہو کر اول سے باب فتنہ کو بند
کر دیں اور ظلم کی سزا اُسکو پہنچائیں بالجملہ اس قسم کے اسباب
اور وجوہات لشکر کے جمع کرنے اور صغیر و کبیر کے فراہم لانے
میں کام میں لاتے ہیں اور تمام لوگ اُسکو زبان سے ظاہر کرتے
ہیں گو کہ نفس الامر میں بہت سے اسباب اور وجوہات مخفی ہوں مثل
طمع مال یا اظہار کینہ دیرینہ یا حسد وغیرہ لیکن اسباب وجوہ دیرینہ
پس اُسکا بیان یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانوں میں سے کفار سے
جھگڑا کرنے کے واسطے اُٹھا اور تمام مسلمانوں سے رفاقت چاہی
اور سبب منازعت یہی مخالفت دین ظاہر کیا اور وجہ رفاقت
یہی موافقت دین بیان فرمائی اور یہی امر شہرۂ عالم ہوا اور یہی
سخن زبان زد بنی آدم ہوا کہ فلاں شخص نصرتِ دین متین اور
اعانتِ شرع مبین کے واسطے اُٹھکر کفار سے لڑائی چاہتا ہے
اور بوجہ اعلاے کلمہ اسلام اُنسے منازعت رکھتا ہے پس تمام
اہل اسلام نے باوجود اختلافِ اقوام بادعاے حمیتِ دین اور
اظہار غیرتِ شرع متین اُسکی رفاقت اختیار کی اور اُسکی اعانت
فرض عین شمار کی اور جس کسیکو بلاتا ہے اسی وجہ سے بلاتا ہے کہ
مَیں مسلمان ہوں اور اعلاے کلمہ اسلام میں کوشش کرتا ہوں
تم بھی دعویٰ اسلام رکھتے ہو اس سعادت میں شریک ہو اور
جو کوئی آتا ہے یہی وجہ سناتا ہے کہ ہمارے دین والے فلاں
شخص کی رفاقت پر مجتمع ہوے ہیں اور کفار ناہنجار پر پہنچے
پس ہم بھی دین متین کی خدمت کے واسطے اُسکے شریک ہوتے
ہیں اور واسطے مسافت دُور و نزدیک کرتے ہیں اور جو کوئی اپنے
مجالس و محافل میں اس مقدمہ کا ذکر کرتا ہے یہی کہتا ہے کہ فلاں
مقام پر فلاں شخص کے ساتھ مسلمان لوگ کافروں کی بیخ کنی اور
استیصال (جڑ اُکھاڑنا) کے واسطے جمع ہوے ہیں اور اسقدر اور اُسقدر اُنکا
اجتماع ہو گیا ہے سو جس وقت کہ دین اور اُسکی خدمت کا ذکر مخالفت
اور موافقت کے بارہ میں ظاہر باہر ہووے اُسوقت صاحب دعوت کا
اتباع ضروری ہو جاتا ہے اس باب میں بحکم رب الارباب وہی

بحکم رب الارباب تفتیش نیت بحکم سنت ممنوع ست و
دعوی ظاهر او در ظاهر شرع مسموع و آما باب نظم ونسق پس اقسام
بسیار دارد مثل تحصیل اموال و تعزیر افعال و فیصل و خصومات و
خبرگیری ذوی الحاجات و امثال آن و صاحب دعوت
در تمامی این اقسام امتیازے میدارد بہ نسبت سائر اسباب
سیاسات و تنقیح این مقام موقوف ست بر تمهید یک مقدمه
بیانش آنکه کسے که در ابواب ریاست دانا و ہوشیار میباشد
و در مقدمات سیاست عاقل و تجربه کار لابد در اقسام
نظم ونسق آئینے می نهد و در مقدمات احقاق حق قانونے
بوجہیکه کلام قیل و قال و بحث اثبات و ابطال چون بآن
قانون می رسد چار ناچار گفتگوے طرفین بر آن منقطع
میگردد و باز مجال بحث و جدال نمی ماند کسے که حیلهاے
می انگیزد و حق را با باطل می آمیزد منتهاے مساعی او
ہمین میباشد که بوجہے گفتگوے فریب آمیز پیش آرد که قانون
مذکور بمرتبه ظهور نرسد فاما وقتیکه بمرتبه ثبوت رسید تمام سخن سازی
و حیله بازی منقطع گردید مثلاً زید بر عمرو دعوی صد روپیه
میدارد و عمرو باو وجوه رد و انکار پیش می آرد پس
مجال قبول و اقرار و رد و انکار تا ہمان وقت ست که معامله
مبایعه یا مداینه ثابت نگردید و ثبوت آن بر منصه ظهور نرسید
این ہمه چرب زبانی و خوش بیانی ہمین ست که معامله مذکوره
ثابت نگردد فاما بعد ثبوت معامله مذکوره پس کسے را
ممکن نیست که بگوید ہر چند معامله مبایعت نموده ام فاما قیمت
مبیع بر ذمه من نمیرسد یا مبلغ مذکور بطریق قرض گرفته ام فاما
اداے آن بمن واجب نمی شود یعنی من اصلا این قانون را مسلم
نمی دارم که قیمت مبیع واجب الادا است و بدل دین واجب الایفا

اس باب میں صاحب دعوت اور واجب الدعوت ہی تفتیش
نیت بحکم سنت ممنوع ہے اور اُسکا دعویٰ ظاہری ظاہر شرع
میں مسموع لیکن باب نظم ونسق پس اُسکے اقسام بہت ہیں مثل
تحصیل مال و تعزیر افعال و فیصل خصومات و خبرگیری
ذوی الحاجات وغیرہ اور صاحب دعوت ان تمام اقسام
میں بہ نسبت جملہ اسباب سیاسات امتیاز رکھتا ہے اس
مقام کی تنقیح ایک مقدمہ کے تمہید پر موقوف ہے اُسکا بیان
یہ ہے کہ جو کوئی ابواب ریاست میں دانا اور ہوشیار ہوتا ہے
اور مقدمات سیاست میں عاقل و تجربہ کار لابد نظم ونسق کے
اقسام اور اثبات حق کے مقدمات میں ایک آئین اور قانون
اسی وجہ پر وضع کرتا ہے کہ جس وقت کلام قیل و قال اور بحث
اثبات و ابطال اُس قانون پر پہنچے چار ناچار گفتگوے طرفین
اُسپر منقطع اور فیصل ہوی اور پھر کسی کو مجال بحث و جدال نہ ہی
جو کوئی کہ حیلہ اُٹھاتا ہے اور حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے
اُسکی کوششوں کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ کسی وجہ پر گفتگوے
فریب آمیز پیش کرے کہ قانون مذکور مرتبہ ظہور پر نہ پہنچے اور
جسوقت کہ مرتبہ ثبوت کو پہنچا تمام سخن سازی اور حیلہ بازی منقطع
ہوئی مثلاً زید عمرو پر ۱۰۰ سَو روپے کا دعویٰ رکھتا ہے اور عمرو
اُسکے مقابل میں رد و انکار کے دلائل پیش کرتا ہے پس
قبول و اقرار اور رد و انکار کی مجال اُسی وقت تک ہے کہ
معاملہ خریداری اور دینداری ثابت نہوئی اور اُسکا ثبوت
مرتبہ اور منصہ ظہور پر نہ پہنچے یہ تمام چرب زبانی اور خوش بیانی
یہی ہے کہ معاملہ مذکورہ ثابت نہووے لیکن بعد ثبوت
معاملہ کسی کو امکان نہیں کہ کہے کہ ہر چند معاملہ خرید و فروخت
مَیں نے کیا ہے لیکن قیمت مبیع میرے ذمہ نہیں آسکتی
یا مبلغ مذکور بطور قرض مَیں نے لیے ہیں لیکن اُسکا ادا
کرنا مجھپر واجب نہیں یعنی مَیں ہرگز اس قانون کو تسلیم نہیں
کرتا ہوں کہ قیمت مبیع واجب الادا ہے اور بدل دین واجب الایفا۔

از ہر کہ مثل این کلام صادر گردد ہر آئینہ از جملہ مجانین ذی اعتبار
یا ظالمین ستمگار معدود شود ہرگز کسے کلام او را بسمع قبول
نخواہد شنید و نزد کسے عاقل و جاہل این عذر او مقبول نخواہد
گردید اگر حاکم وقت ہم بنا بر طمع مال یا پاسداری قرابت و
صداقت تائید عمرو خواہد فرمود در ہمین امر پاسداری او خواہد
نمود کہ معاملہ مذکورہ اگرچہ فی الحقیقت واقع شدہ باشد اما
بمرتبہ ثبوت نرسید و بر اہل محکمہ وقوع او ظاہر نگردید فاما بعد
ظہور آن پس اصلا حاکم وقت را ہم مجال تائید او نمی ماند
و مجال پاسداری او نمی باشد بلکہ میرسد کہ احد من الرعایا
معاملہ مذکورہ را ثابت کردہ خود حاکم زمان را ملزم گرداند
و سلطان دوران را مفحم بالجملہ در قبول قانون مذکور ہم
رعایا ناچار می باشند و ہم حاکم وقت آرے در ثبوت آن حیلہا
می انگیزند و حق را با باطل می آمیزند چون این مقدمہ ممہد شد
باید دانست کہ ہر قوم را در ابواب نظم و نسق آئینے می باشد
مسلم الثبوت و قوانینے میباشد واجب الاذعان کہ در حیطہ
ہمون آئین و قوانین حیلہ بازی مکاران سخن بست و
جانب داری حکام ہوا پرست دائر و سائر میباشد اما
اصل آن آئین را برہم نمیدہند و بیخ آن قوانین را از بن
نمی کشند و گاہے از حیطہ آن قدم بیرون نمی نہند و براہیکہ
مخالف آن باشد صراحۃ نمی روند و ثبوت آن
قانون را ہم نزد ایشان طریقے می باشد مسلم مثلا برائے
ثبوت معاملہ مداینت نزد مسلمین یا شہود می باشد یا اقرار و
سند از کتاب اللہ میباشد یا سنت رسول اللہ یا اقوال
مجتہدین پس در اعانت قوانین نظم و نسق این ہر سہ
امر لازم آمد یکے قانون مسلم و دیگرے طریق ثبوت آن

جس کسی سے ایسا کلام صادر ہووے البتہ منجملہ مجانین بے عتبار
یا ظالمین ستمگار سمجھا جاتا ہے ہرگز کوئی اُسکے کلام کو قبول نکریگا
اور کسی عاقل و جاہل کے نزدیک یہ اُسکا عذر مقبول نہوگا
اگر حاکم وقت بھی مال کی طمع یا قرابت اور دوستی کی پاسداری
کے خیال سے عمرو کے قول کی تائید فرمائیگا ایسے امر میں
اُسکی پاسداری کریگا کہ معاملہ مذکورہ اگرچہ درحقیقت واقع
ہوا ہو لیکن مرتبہ ثبوت کو نہیں پہنچا اور اہل محکمہ پر اُسکا وقوع
ظاہر نہوا۔ پس اُسکے ظہور اور ثبوت کے بعد حاکم وقت کو بھی
اصلا مجال تائید نہیں رہتی اور کسی طرح پاسداری نہیں کر سکتا
بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی رعایا میں سے معاملہ مذکورہ کو ثابت
کر کے خود حاکم زماں کو ملزم بنائے اور سلطان دوراں کو
ساکت فرمائے بالجملہ قانون مذکور کے قبول کرنے میں
رعایا بھی ناچار ہوتی ہے اور حاکم وقت بھی مجبور ہوتا ہے
ہاں اسکے ثبوت میں حیلے اُٹھاتے ہیں اور حق کو باطل کے
ساتھ ملاتے ہیں۔ جبکہ یہ مقدمہ ممہد ہوا تو جاننا چاہیے کہ ہر
قوم کے واسطے نظم و نسق کے بارہ میں ایک آئین مسلم الثبوت
اور ایک قانون واجب الاذعان ہوتا ہے کہ اُسی آئین اور
قانون کے احاطہ کرنے میں مکاران سخن بست کی حیلہ بازی
اور احکام ہوا پرست کی جانب داری دائر سائر ہوتی ہے
لیکن اُس آئین کے اصل کو خراب نہیں کر سکتے اور اُس قانون
کی بیخ کنی کی مجال نہیں پا سکتے اور کبھی اُسکے احاطہ سے قدم
باہر نہیں رکھ سکتے اور اُسکے مخالفت کی راہ صراحۃً نہیں چلتے۔
اور اُس قانون کے ثبوت کا بھی اُنکے نزدیک ایک طریق
معین اور ایک سند مسلم ہوتی ہے مثلاً دینداری کے معاملہ
کے ثبوت کے واسطے مسلمانوں کے نزدیک یا گواہ ہوتے ہیں
یا اقرار و سند کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ یا اقوال مجتہدین
سے ہوتے ہیں پس نظم و نسق کے قوانین کی اعانت میں یہ
تین امر ضروری ہوئے ایک قانون مسلم دوسرے اُسکے ثبوت کا طریق

وسوم سندِ آن پس این ہرسہ امر مختلف میباشد بحسب اختلاف
اقوام و ادیانِ قومے قانونے می نہند و برائے ثبوتِ آن
طریقے معین می کنند و سندِ آن از آئینِ کسے از سلاطینِ اسلاف
میگزرانند و قوانینِ ہمان سلطان را واجب الاذعان می شمارند
و قومے قانونے می نہند و طریقے دیگر معین می کنند و سندِ
آن از کلامِ دانایانِ ہوشیار و عقلاے تجربہ کار میگزرانند و
ہمین احکامِ عقلیہ را واجب الاذعان می شمارند کہ ہرچہ عقل حکم
نماید کہ رعایتِ فلان قانون مفید ست در بابِ بند و بستِ
کارخانۂ سلطنت نظم و نسقِ ابوابِ مملکت پس ہمان قانون واجب الرعایت
است و ہمان آئین واجب الحفاظت پس سندِ ہر قانون نزدِ ایشان
ہمین ست کہ منافع او را بیان نمایند و فوائد او را اظہار فرمایند و قومے
اتباعِ قانونے میکنند و طریقے برائے ثبوتِ آن پیشِ نظر می آرند و سندِ
آن از ملتِ مصطفوی و سنتِ نبوی میگزرانند و ہمین احکامِ ربانی و
آئینِ ایمانی را لازم الاذعان می شمارند پس برپا کردنِ قانونِ جدید
اگرچہ بنظرِ عقلِ بشری انفع و افید باشد نزدِ ایشان از قبیلِ بدعاتِ
مردودہ ست و استخراجِ طریقۂ غیر طریقِ مقرر از مخترعاتِ مطرودہ و حکمِ
عقلی صرف درین ابواب نزدِ ایشان نامسموع ست و اتباعِ
کسے از سلاطینِ اسلاف درین مقدمات نامشروع پس سند
مقبول نزدِ ایشان شریعت ست و بس و ہمیشہ دعواے
ایشان ہمین ست کہ در ابوابِ نظم و نسق اتباعِ قوانینِ ربانی
و پیرویِ آئینِ ایمانی می باید آرے اگر کسے از ایشان ہوا پرست
می باشد در دائرۂ ہمین آئین ہوا پرستی می نماید و سخن سازی
و حیلہ بازی در حیطۂ ہمین قوانین بر روے کار
می آرد و آن را ہنر و کمالِ خود می شمارد کہ
فلان کس را بقواعدِ فقہیہ ملزم گردانیدم و دعواے خود را

تیسرے اُسکی سند پس یہ تینوں امر اقوام اور ادیان کے اختلاف کے
اعتبار سے باہم مختلف ہوتے ہیں۔ ایک قوم قانون رکھتی ہے اور
اُسکے ثبوت کے واسطے ایک طریق معین کرتی ہے اور سند
اُسکی سلاطین گزشتہ کے آئین سے لیتی ہے اور اُسی سلطان کے
قوانین کو واجب جانتی ہے اور کچھ لوگ قانون وضع کرتے ہیں
اور طریق دوسرا معین کرتے ہیں اور اُسکی سند دانایانِ ہوشیار
اور عقلاے تجربہ کار کے کلام سے گزارتے ہیں اور انھیں
احکامِ عقلیہ کو واجب الاذعان شمار کرتے ہیں مثلاً عقل حکم
کرے کہ کارخانہ سلطنت کے بند و بست اور مملکت کے
نظم و نسق میں فلاں قانون کی رعایت مفید ہے سو وہی
قانون واجب الرعایت ہے اور وہی آئین واجب الحفاظت ہے
پس ہر قانون کی سند اُنکے نزدیک یہی ہے کہ اُسکے فوائد
بیان کریں اور اُسکے منافع عیاں کریں اور ایک قوم ایک
قانون کا اتباع کرتی ہے اور ایک طریق اُسکے ثبوت کے
واسطے پیش نظر رکھتی ہے اور اُسکی سند سنتِ نبوی اور ملتِ
مصطفوی سے لاتی ہے اور انھیں احکامِ ربانی اور آئینِ
ایمانی جانتی ہے پس قانونِ جدید کا برپا کرنا اگرچہ بنظرِ عقلِ
بشری انفع اور افید ہو اُنکے نزدیک از قبیل بدعاتِ مردودہ ہے
اور خلاف سنت کوئی طریق نکالنا از جنس مخترعاتِ مطرودہ ہے،
اور حکم عقلی صرف اس باب میں اُنکے نزدیک نامسموع ہے اور
سلاطین اسلاف میں سے کسی کا اتباع ان مقدمات میں
نامشروع ہے پس سند مقبول اُنکے نزدیک شریعت ہے
اور بس اور ہمیشہ اُنکا دعویٰ یہی ہے کہ ابواب نظم و نسق میں
قوانین ربانی اور آئین ایمانی کی پیروی چاہیے ہاں اگر اُنمیں
سے کوئی ہوا پرست ہوتا ہے اسی آئین کے دائرہ میں ہوا پرستی
کرتا ہے اور اسی قانون کے احاطہ میں سخن سازی اور حیلہ بازی
بجالاتا ہے اور اُسکو اپنا ہنر اور کمال جانتا ہے اور کہتا ہے کہ
فلاں شخص کو میں نے قواعد فقہیہ کے ساتھ ملزم بنایا اور اپنے دعوے کو

بشواہد شرعی بپایۂ اثبات رسانیدیم نہ آنکہ این قواعد و شواہد را
بچرب زبانی ابطال کردیم و اشکالات بحث و جدال برآن وارد
نمودیم کہ این اصلا از ایشان مسموع نیست و این کلام اگرچہ
بظاہر مدلل باشد بدلائل عقلیہ ہرگز نزد ایشان مطبوع نہ پس
ہر صاحب ریاست و سیاست کہ در ابواب نظم و نسق برعایت
قوانین ربانی و آئین ایمانی موصوف باشد و در تمامی اہل زمان
بوجھے معروف کہ ہر کس و ناکس از رعایائے او بجائے خود میداند
کہ وقتیکہ مقدمۂ خود را بر قواعد فقہیہ و شواہد شرعیہ منطبق گردانیم
و دعوائے خود را بہمین دلائل بپایۂ اثبات رسانیدیم پس در محکمۂ
عدالت ہرگز مغلوب نخواہیم گردید و منازع خود را ہم بہ آن
ملزم خواہیم گردانید و حاکم وقت ہم اگر پاسداری او خواہد کرد
او را مفحم خواہیم کرد پس ہمون ست صاحب دعوت واجب الاطاعت
در باب نظم و نسق پس کسیکہ صاحب دعوت باشد در ہر دو باب
یعنی در باب صلح و جنگ و در باب نظم و نسق پس ہمون ست امام
واجب الاعانت و الاطاعت ترک رفاقت او در ابواب جہاد و ترک
اطاعت او در احکام ریاست و سیاست ہرگز شرعاً جائز نیست و
بیان فساد نیت او درین ابواب نامسموع و ذکر سائر قبائح اعمال و اخلاق
او غیر مشروع رفاقت و اطاعت او عین عبادت ملک علام ست و
اعانت دین سید الانام و خروج و بغی برو شرعاً حرام ست و بدخواہی
دین اسلام پس مراد از لفظ امام ہمین صاحب دعوت ست
پس ہمین معنی را در ذہن محفوظ باید داشت و در مباحث آئندہ
ہمین معنی را ملحوظ باید کرد **تنبیہ ثانی** در بیان آنکہ کدام کدام
از ارباب حکومت در مفہوم صاحب دعوت داخل ست
و کدام کدام کس ازو خارج باید دانست کہ افضل و
اکمل افراد این مفہوم خلیفہ راشد ست بلکہ ہمون ست

شواہد شرعیہ کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچایا نہ یہ کہ ان قواعد
اور شواہد کو ہمنے چرب زبانی سے باطل کیا اور بحث و جدال
کے اشکالات اُسپر وارد کیے سو یہ بات اُنسے اصلا مسموع
نہیں اور یہ کلام اگرچہ بظاہر دلائل عقلیہ کے ساتھ مدلل ہو
ہرگز اُنکے نزدیک مطبوع نہیں پس جو صاحب ریاست و سیاست
کہ ابواب نظم و نسق میں قوانین ربانی اور آئین ایمانی کی رعایت
کے ساتھ موصوف ہو اور تمام زمانہ والوں میں اسی وجہ پر معروف
کہ ہر کس و ناکس رعایا سے اس بات کو خوب جانتا ہو کہ جس وقت
اپنے مقدمہ کو ہم قواعد فقہیہ اور شواہد شرعیہ پر منطبق کریں گے
اور اپنے دعوے کو انھیں دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچائیں گے
محکمۂ عدالت میں ہرگز مغلوب نہوں گے اور اپنے مخالف کو اُسکے
ساتھ ملزم بنائینگے اگر حاکم وقت بھی اُسکی پاسداری کریگا اُسکو
بھی ساکت کریں گے پس در باب نظم و نسق وہی صاحب
دعوت واجب الاطاعت ہے سو جو شخص در بارۂ صلح و جنگ
و نظم و نسق صاحب دعوت ہو وہی امام واجب الاعانت
اور لازم الاطاعت ہے ابواب جہاد اور احکام ریاست
میں اُسکی رفاقت اور اطاعت کا ترک کرنا ہرگز ہرگز شرعاً جائز
اور درست نہیں اور اُسکی نیت کے فساد کا بیان ان ابواب میں
نامسموع ہے اور اُسکے اخلاق اور اعمال کے برائیوں کا ذکر
غیر مشروع ہے اُسکی رفاقت اور اطاعت عین عبادت
ملک علام ہے اور اعانت دین سید الانام ہے اور اُس سے
باغی ہونا شرعاً حرام ہے اور بدخواہی دین اسلام ہے پس
مراد لفظ امام سے یہی صاحب دعوت ہے بہرحال یہی معنی
ذہن میں محفوظ رکھنا چاہئیں اور بحث آئندہ ملحوظ رکھنی چاہئیں
دوسری تنبیہ۔ اس معنی کے بیان میں ہے کہ کون کون
ارباب حکومت صاحب دعوت کے مفہوم میں داخل ہیں
اور کون کون اُس سے خارج ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اس
مفہوم کے افضل اور اکمل افراد میں خلیفہ راشد ہی بلکہ وہی ہے

صاحب دعوتِ حق ومتبوعِ مطلق وبعد ازان سلطان عادل
خواہ ناقص باشد خواہ کامل وسلاطین مضلین وملوک ملحدین اصلا
از افراد او نیستند فامّا سلطان جابر پس حال او تفصیلے میدارد
بیانش آنکہ سلطان جابر چند اقسام ست از آنجملہ طفل مزاج
وسفیہ طبع ست کہ اتباع ہیچ قانونے از قوانین شرعیہ یا
نقلیہ نمی دارد واقتداے ہیچ آئینے خواہ ربانی باشد خواہ
سلطانی بجوے نمی شمارد بلکہ دیوانہ وار وشتر بے مہار
محض تابع خیال خود ست ہرچہ بر خیال او میگذرد ہمان امرا
از جملہ مقاصدِ خود می شمرد نہ باقامتِ سنت غرضے میدارد و نہ
باشاعت بدعت و از آنجملہ فاسق مجاہر ست کہ بر تدقیق وجوہ
عیاشی ہمت گماشتہ ودرین باب از رعایت شرع وعرف
دست برداشتہ ماہرانِ فن را مقرب بارگاہ خود ساختہ ووجوہ
مناہی واسباب ملاہی را بکمال رونق آراستہ وارباب لہو ولعب
نشاط وطرب را از ہر سو فراہم آوردہ وتکمیل وتتمیم این فن را
از کمالات خود شمردہ پس قیامِ سلطنت او باعثِ شیوع
فواحش ست وسبب ظہور قبائح پس بلسان حال بفسق وفجور
داعی ست اگرچہ بزبانِ مقال باین قبائح داعی نباشد ہمین
اقسامِ مذکورہ را در باب ظلم وتعدی وتجبر وتکبر قیاس
باید کرد واز آنجملہ سلطان شرمگین ست کہ ہر چند انواع
غیر مشروع بعمل می آرد اما آنرا از جنس قبائح وفضائح
می شمارد کہ بسانِ عیوب آن را می پوشد ودر ستر آن
بجان ودل می کوشد اگرچہ محافلِ لہو ولعب ونشاط و
طرب می آراید وبشربِ خمور وضربِ طنبور اشتغال
می نماید فامّا در خلوتخانہ فارغ از بیگانہ با یاران مجالس و
معاشرانِ موانس این محفل را گرم می سازد و

صاحب دعوت حق اور متبوع مطلق اور اسکے بعد سلطان
عادل ہے خواہ ناقص ہو خواہ کامل اور سلاطین مضلین اور
بادشاہانِ ملحدین ہرگز اسکے افراد میں سے نہیں رہا سلطان جابر
سو اسکا حال بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سلطان جابر کے
چند قسمیں ہیں از انجملہ طفل مزاج اور کمینہ طبع ہے کہ کسی قانون کا
اتباع قوانینِ شرعیہ یا نقلیہ سے نہیں رکھتا ہے اور کسی آئین کا
اقتداء خواہ ربانی ہو خواہ سلطانی ایک جو کے برابر نہیں جانتا بلکہ
دیوانہ وار شتر بے مہار محض تابع خیال ہے جو کچھ اسکے خیال
میں آتا ہے اسی کو منجملہ مقاصد تصور فرماتا ہے نہ اقامت سنت سے
غرض نہ اشاعت بدعت سے کام رکھے۔ از انجملہ فاسق مجاہر ہے
کہ اقسام اقسام کی عیاشی کے باریکیوں میں ہمت لگائے ہوئے
اور اس باب میں رعایتِ شرع اور عرف سے بالکل ہاتھ اٹھائے
ہوئے ماہرانِ فن کو مقرب بارگاہ بنائے ہوئے وجوہ مناہی
اور اسباب ملاہی کو کمال درجہ پر رونق پہنچائے ہوئے
ارباب لہو ولعب اور اصحاب نشاط وطرب کو ہر طرف سے
فراہم لائے ہوئے اس فن کی تکمیل اور تتمیم کو اپنے کمالات سے
دل میں ٹھیرائے ہوئے پس اسکی سلطنت کا قیام بدکاریوں
اور برائیوں کے جاری ہونیکا باعث ہے اور طرح
طرح کے قباحتوں کے ظہور کا سبب ہے پس زبان حال سے
فسق وفجور کا داعی ہے گو زبانِ مقال سے اسکو ظاہر نکرے
انھیں اقسامِ مذکورہ کو دربارۂ ظلم وتعدی اور تجبر وتکبر قیاس
کرنا چاہیے از انجملہ سلطان شرمگین ہے کہ ہر چند انواع غیر
مشروع عمل میں لاتا ہے لیکن اسکو ازجنس قبائح وفضائح جانتا ہے
کہ عیب کے مانند اسکو چھپاتا ہے اور اسکی پردہ داری میں بجان و
دل کوشش کرتا ہے اگرچہ محافل لہو ولعب ومجالس نشاط و
طرب آراستہ کرتا ہے اور شربِ خمور اور ضربِ طنبور کے ساتھ
شغل رکھتا ہے لیکن خلوتخانہ فارغ از بیگانہ میں یارانِ مجالس
اور معاشران موانس کے ساتھ اس محفل کو گرم کرتا ہے اور

اشتہار این امر شرم میدارد و اگر احیاناً کسے او را باین قبائح نسبت
می نماید ہر آئینہ بانواع حیلہ بازی و سخن سازی او را دفع میفرماید ہمچنین
اگر احیاناً بطمع حصول مال یا بطیش و غضب از و بہ نسبت شخصے
نوعے از ظلم و جور صادر گردیدہ بجان او یا مال او گزندے رسید و کسے
او را برین معنی سرزنش نمودہ بر صدور این قبح او را معاتب
فرمود پس یا نسبت این امر را از خود دفع میکند کہ این امر از
فلان شخص صادر گردیدہ نہ از من و فلان کس امیر کبیر ست کہ بر و دست
من باین حد نمی رسد کہ او را باز پرس کنیم یا دارو گیر نمائیم آرے
بہ تدبیر و تدریج از و انتقام این امر خواہم کشید و بپاداش ظلم و
تعدی او را خواہم رسانید یا بصدور این جرم یعنی تعدی و
ظلم اعتراف می نماید و بمکافات آن اقرار میکند کہ آن مظلوم را
راضی خواہم گردانید و مال او را باو خواہم رسانید و ہمچنین
در اظہار رسوم تجبر و تکبر یک حیلہ شرعیہ می آمیزد و مثلاً مسندے
برائے خود معین کردہ و دل او بنا بر تجبر و تکبر میخواہد کہ کسے دیگر
بر و نہ نشیند بلکہ کسے بر و دست ہم نرساند اما جان خود در زمرۂ
موسوسین شمردہ بہمین حیلہ رسم تکبر و تجبر ادا کردہ و بظاہر ہمین معنے
اظہار نمودہ در باب طہارت و نجاست وسواس بسیار میدارم
و آن را از جنس احتیاط و تقوی می شمارم اگر کسے باو دست خواہد
رسانید ہر آئینہ در زعم من آن را نجس خواہد گردانید بنا بران باین امر
راضی نیستم کہ کسے متصل او می نشیند یا باو دست خود برساند پس
در پردہ این حیل و امثال آن اتباع ہوائے نفسانی و اقتدائے
وساوس شیطانی می نماید و باین چرب زبانی جان خود را باتہام این
قبائح نمی آلاید پس این قسم از سلاطین جابرین اگر در باب صلح و جنگ و نظم و
نسق صاحب دعوت باشند پس در مفہوم امام داخل اند فاما اقسام سابقہ
اصلا در افراد صاحب دعوت مسلک نیستند پس احکام امام کہ در مباحث آئندہ

اس امر کے اشتہار سے شرم رکھتا ہے اور اگر اتفاقاً کوئی شخص اسکو ان
برائیوں کی طرف منسوب کرتا ہے البتہ انواع حیلہ بازی اور سخن سازی کے
ساتھ اسکو دفع کرتا ہے ایسے ہی اگر احیاناً حصول مال کی طمع اور بطش و
غضب کی وجہ سے اس سے کسی شخص کی نسبت کسی قسم کا ظلم و جور
صادر ہوا اور اسکی جان یا مال کو گزند پہنچا پھر کسینے اس معنی پر ملامت
کی اور اس قبح کے صدور اور اس برائی کے ظہور پر معاتب فرمایا پس یا تو
اس کی نسبت کو اپنی ذات سے دفع کرتا ہے یہ امر فلان شخص سے صادر ہوا ہے میں نے اسکو
نہیں کیا فلان شخص امیر کبیر ہے کہ اسپر میرا قبضہ اس حد کو نہیں پہنچتا کہ اسکو
بازپرس کے مقام میں لاؤں یا مکان بازپرس میں پہنچاؤں ہاں
بہ تدبیر و تدریج اس سے اسکا بدلہ لونگا اور ظلم و تعدی کا مزہ چکھاؤنگا
یا اس جرم کے صدور یعنی ظلم و تعدی کا اقرار کرتا ہے اور اس کے
مکافات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس مظلوم کو راضی کرونگا اور اسکا
مال اسکو دونگا۔ ایسے ہی اظہار رسوم تجبر و تکبر میں ایک حیلہ شرعیہ
ملاتا ہے مثلاً ایک مسند اپنے واسطے معین کی اور اسکا دل تجبر و
تجبر کی وجہ سے چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا اسپر نہ بیٹھے بلکہ کسی کا
ہاتھ بھی اسپر نہ پہنچے اور اپنی جان کو وسوسہ والوں کے
زمرہ میں گنا اور ایسے حیلہ سے تکبر و تجبر کی رسم ادا کی اور بظاہر
یہی بات ظاہر کی کہ طہارت اور نجاست کے معاملہ میں مجھکو
وسواس بہت ہی اور اسکو منجملہ احتیاط و تقوی جانتا ہوں اگر
کوئی اسکو ہاتھ لگائیگا میرے نزدیک اسکو نجس کریگا
بنابریں اس امر سے میں راضی نہیں ہوں کہ کوئی اسکے
پاس بیٹھے یا اسکو اپنا ہاتھ لگائے پس ان حیلوں کے
پردہ میں ہوائے نفسانی کا اتباع اور وساوس شیطانی کا اقتدا
کرتا ہے اور اس چرب زبانی کے ساتھ ان قباحتوں (وسوسوں) کی تہمت سے
اپنی جان کو بچاتا ہی پس اس قسم کے سلاطین جابرین اگر
صلح و جنگ اور نظم و نسق کے بارہ میں صاحب دعوت ہوں تو
مفہوم امام میں داخل ہیں لیکن اقسام سابقہ اصلاً افراد صاحب
دعوت میں شامل نہیں پس احکام امام کہ مباحث آئندہ میں

مذکور خواہند گردید آنہمہ باین سلطان باجیا منسوب اند نہ بمدہوش غافل فریفتہ لایعقل و نہ بفاسق بیباک و ظالم سفاک و نہ بمتجبر عنید و متکبر مرید و درینمقام چند لطیفہ ست کہ در ضمن چند نکتہ بیان باید کرد

نکتہ اولیٰ باید دانست کہ ہر چند ہر سلطان عادل را ہمعنی لازم نیست کہ در باب صلح و جنگ صاحب دعوت باشد چہ ممکن ست کہ با کفار شرار یا مبتدعین بدکردار معرکہ قتل و قتال و جنگ و جدال برپا فرماید و ایشان را استیصال نماید و مملکت ایشان را زیر دست خود آرد و سلطنت ایشان را زیر و زبر گرداند لاکن نہ بنا بر مخالفت دین و اعلاے کلمہ رب العالمین بلکہ بنا بر کشور کشائی و فرمانروائی پس ہر چند این مقابلہ و مقاتلہ از ممنوعات شرعیہ نیست کہ عدالت او را برہم زند اما از جنس جہاد فی سبیل اللہ ہم نیست کہ بسبب آن صاحب دعوت شود لکن ازانجا کہ ترقی اقبال او باعث ترقی اسلام ست و شکست شوکت او باعث شکست رونق اسلام چہ اگر مغلوب و مقہور گردد لابد مخالفین او کہ مبطلین اند بر بلاد اسلام تسلط خواہند یافت و در تخریب ملت و امت خواہند شتافت پس گزند عظیم باسلام و اہل اسلام خواہد رسید بنا بر علیہ اعانت او بر مخالفین کہ فی الحقیقت مخالف دین اند بر ذمہ کافہ مسلمین لازم آمد پس درینباب ہر چند حقیقۃً صاحب دعوت نیست اما حکم صاحب دعوت پیدا کردہ اینست کلام در باب صلح و جنگ اما در باب نظم و نسق پس ہر سلطان عادل درین باب بالضرورت صاحب دعوت خواہد بود والا عادل نخواہد شد پس ازین بیان واضح گشت کہ مطلق سلطان عادل در باب نظم و نسق حقیقت صاحب دعوت ست و در باب صلح و جنگ یا حقیقت صاحب دعوت ست یا حکماً بنا بر علیہ مطلق سلطان عادل در مفہوم صاحب دعوت مندرج کردہ شد

نکتہ ثانیہ باید دانست کہ از بیان سابق واضح گشت کہ مطلق سلطان جابر

مذکور ہونگے وہ تمام اس سلطان باجبار کی طرف منسوب ہیں نہ ہوش غافل فریفتہ لایعقل فاسق بیباک ظالم سفاک متجبر عنید متکبر مرید کی طرف اُن کو نسبت نہیں کر سکتے اس مقام میں چند لطیفے ہیں کہ چند نکتوں کے ضمن میں انکا بیان کیا جاتا ہے

نکتہ اول معلوم کرنا چاہیے کہ ہر سلطان عادل کو یہ معنی لازم نہیں کہ دربارۂ صلح و جنگ صاحب دعوت ہو کیونکہ ممکن ہے کہ کفار بدکار یا مبتدعین بدکردار کے ساتھ معرکہ قتل و قتال اور مقدمہ جنگ و جدال برپا کیے اور انکا استیصال فرماے اور اُنکی سلطنت کو زیر و زبر کرے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اُسکو مخالفت دین اور اعلاے کلمہ رب العالمین کا خیال ہو بلکہ کشور کشائی اور فرمان روائی کی بنا پر اُس سے یہ معاملات صادر ہوے پس ہر چند مقابلہ اور مقاتلہ ممنوعات شرعیہ سے نہیں کہ عدالت اُسکو برباد فرماے لیکن جنس جہاد فی سبیل اللہ سے بھی نہیں کہ اُسکے باعث صاحب دعوت ہو لیکن ازانجا کہ اُسکے اقبال کی ترقی اسلام کی ترقی کا باعث ہے اور اُسکی کسر شوکت رونق اسلام کے کسر کا سبب ہے کیونکہ اگر مغلوب و مقہور ہووے بالضرور اُسکے مخالفین مبطلین بلاد اسلام پر تسلط پائیں گے اور ملت و امت کی تخریب میں کوشش کریں گے اور گزند عظیم اسلام اور مسلمانوں کو پہنچائیں گے بنا برعلیہ اُسکی اعانت مخالفین پر کہ فی الحقیقت مخالف دین ہیں تمام مسلمانوں کے ذمہ لازم و واجب ہے پس اس باب میں وہ ہر چند حقیقۃً صاحب دعوت نہیں لیکن مجازاً صاحب دعوت کا حکم رکھتا ہے یہ کلام دربارۂ صلح و جنگ ہے لیکن درباب نظم و نسق پس ہر سلطان عادل اس باب میں بالضرور صاحب دعوت ہوگا والا عادل نہوگا سو اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مطلق سلطان عادل درباب نظم و نسق حقیقۃً صاحب دعوت ہے اور دربارۂ صلح و جنگ یا حقیقۃً صاحب دعوت ہے یا حکماً نظر بران مطلق سلطان عادل کو مفہوم صاحب دعوت میں داخل کیا گیا

نکتہ ثانیہ جاننا چاہیے کہ بیان سابق سے واضح ہوا کہ مطلق سلطان جابر

در مفہوم صاحب دعوت داخل ست نہ ازان خارج بلکہ بعضے
از افراد آن مثل سلطان باحیا در اقسام او منسلک ست و
بعضے ازان مثل فاسق بیحیا و ظالم بیوفا و مدہوش لاالعقل و متجبر
جاہل ازان خارج پس اگر یکے بگوید کہ سلطان جابر از اقسام امام نیست
و اعانت و اطاعت او واجب نہ و دیگرے بگوید کہ سلطان جابر
ہم از اقسام امام ست و از ظلم و تعدی امامت او باطل نمی شود
بلکہ اعانت و اطاعت او بر کافہ مسلمین واجب ست و صبر بر
شدائد او لازم این ہر دو کلام در نفس الامر صادق اند چہ حکم بعضے
افراد او موافق قول اول ست و حکم بعضے موافق قول ثانی
پس ازین بیان واضح گردید کہ انچہ احادیث مختلفہ درینباب وارد
گردیدہ اند و بظاہر میان آنہا تعارض معلوم می شود فی الحقیقت
دران ہیچ تعارض نیست بلکہ ہر حدیث را بر محل آن حمل باید کرد
کما روی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیب امتی فی آخر الزمان
من سلطانہم شدائد لاینجو منہ الا رجل عرف دین
اللہ فجاہد علیہ بلسانہ و یدہ و قلبہ فذلک الذی سبقت
لہ السوابق وروی ابوذر رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم و ائمۃ من
بعدی یستأثرون بہذا الفیئ قلت اما والذی بعثک
بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ
حتی الحقک قال اولا ادلک علی خیر من ذلک
تصبر حتی تلقانی وروی ابن عمر رضی اللہ عنہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان السلطان ظل
اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من
عبادہ فاذا عدل کان لہ الاجر و

مفہوم صاحب دعوت میں داخل ہے نہ اُس سے خارج بلکہ اُسکے
بعض افراد مثل سلطان باحیا اُسکے اقسام میں شامل ہیں اور بعض افراد
مثل فاسق بیحیا اور ظالم بیوفا اور مدہوش لاالعقل اور متکبر جاہل
اُس سے خارج ہیں پس اگر ایک شخص کہے کہ سلطان جابر اقسام
امامت سے نہیں اُسکی اعانت و اطاعت واجب نہیں اور دوسرا
کہے کہ سلطان جابر بھی منجملہ اقسام امام ہے ظلم و تعدی سے
اُسکی امامت باطل نہیں ہوتی بلکہ اُسکی اطاعت اور اعانت
تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور صبر اُسکے شدائد اور بلاؤں پر
لازم ہے یہ دونو کلام نفس الامر میں صادق ہیں کیونکہ اُسکی
بعض افراد کا حکم تو قول اول کے موافق ہی اور بعض کا حکم
قول ثانی کے مطابق ہے پس اس بیان سے واضح ہوا کہ
جو کچھ احادیث مختلفہ اس باب میں وارد ہوتی ہیں اور بظاہر
اُنمیں تعارض معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت آپسمیں موافق ہیں
کسی قسم کا اُنمیں تعارض نہیں ہر حدیث کے واسطے ایک
محل متعین ہے اُسکو اُسکے محل پر حمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اُنھوں نے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ترجمہ یہ کہ میری اُمت پر
آخر زمانہ میں اُنکے بادشاہوں سے سختیاں پہنچنگی اُنسے نہ بچیگا مگر
جسنے اللہ تعالی کا دین پہچانا پھر کوشش کی زبان سے اور ہاتھ اور
دل سے پس یہ ہے کہ پہلے پہنچی واسطے اُسکے نیکیاں) اور روایت
کیا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(ترجمہ کیونکر ہوگا تم اور میرے بعد کے امیر مختار بنجاوینگے غنیمت کے
کہا مینے قسم ہی اُس ذات کی کہ آپ کو ساتھ حق کے بھیجا میری تلوار
میری گردن پر رکھیے پھر مار دیجیے تاکہ مَیں آپ سے ملوں فرمایا کیا میں
تجھکو اس سے بہتر نہ بتادوں صبر کر یہانتک کہ مجھسے ملے) روایت
کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
(ترجمہ فرمایا کہ تحقیق بادشاہ زمین میں اللہ تعالی کا سایہ ہی ہر مظلوم
اُسکی طرف جاتا ہی جب انصاف کرتا ہی تو اُسکو ثواب ہوتا ہے اور

الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الاصر وعلی
الرعیۃ الصبر وتحقیق کلام درین مقام آنست کہ
ترکِ رفاقتِ سلطانِ جابر وخلعِ بیعتِ او واظہارِ خروج وبغی
بروی یا بنا بر سرزنشِ جرمِ اوست ومعاوضۂ ظلمِ او وتسکین لہب
غضب کہ بسبب تعدی او افروختہ وتسلی قلب کہ بنا بر جورِ او
سوختہ یا بنا بر حفظ ملت ونظمِ امت ست کہ بسبب شیوع
فواحش وقبائح در احکامِ ملت فتنہ وفساد راہ یافتہ وبسبب
ظہورِ ظلم وتعدی نظمِ اُمت برباد رفتہ پس اول بغایت مردود
است از افحشِ معاصی ومنکراتِ ثانی نہایت محمود ست
از افضل عبادات وطاعات پس حدیثِ اول ناظر ست
بشق ثانی وحدیثین آخرین بشق اول پس مراد از شدائد
در حدیث اول شدائد دینی ست یعنی ظہور فواحش وشیوع
قبائح چنانچہ کلمہ لاینجو منہ الا رجل عرف دین اللہ
بران دلالت میدارد چہ بلائیکہ باعثِ نجات ازان معرفت
دینِ حق تواند بود ہمین فتنۂ دینیہ باشد نہ فتنۂ دنیویہ واز مخالفت
سلطانِ وقت کہ نجات ازان عارف را متصور ست نہ جاہل را
نیز اختلافیکہ درمیانِ علماء اُمت درین مسئلہ واقع ست کہ
امام بسبب فسق وظلم از امامتِ خود معزول میشود یا نہ کلام اکثر علماء
حنفیہ ناظر ست بثانی وکلام بعضے از علماء شافعیہ باول این اختلاف را
ہم فی الحقیقت اختلاف نباید فہمید بلکہ کلام ہر دو فریق را باین وجہ تطبیق
باید کرد کہ کسیکہ حکم بانعزال او کردہ مراد از فسق وظلم مجاہرت فسق و
ظلم ست بحدیکہ دعوت بسوے این قبائح حالاً یا قالاً متحقق گردد و
کسیکہ حکم بعدم انعزالِ او کردہ پس مرادش از فسق وظلم ہمانست کہ
بحد مجاہرت ودعوت نرسیدہ باشد پس مذہب واجب القبول درین مسئلہ
ہمین ست کہ مجاہرت فسق وظلم امام را معزول میگرداند یا مستحق عزل

رعیت پر شکر اگر ظلم کرتا ہے تو اُسکو گناہ ہوتا ہے اور رعیت کو صبر
چاہیے) تحقیق کلام اس مقام میں یہ ہے کہ سلطان جابر کی رفاقت کا
ترک کرنا اور اُسکی بیعت سے علٰحدہ ہونا اور اُسپر خروج وبغاوت کا
اظہار یا تو اس وجہ سے ہے کہ اُسکے جرم کی سرزنش کی جاے اور
مظلوموں کی تسکین قلب کی جاے یا اس بنا پر ہے کہ حفظِ ملت اور
نظمِ اُمت ہو کہ بدکاریوں اور برائیوں کے جاری ہونے کے
باعث احکامِ ملت میں فتنہ اور فساد پڑا ہوا ہے اور جور وستم کے
ظاہر ہونے سے نظمِ اُمت برباد ہوا ہے پس اول بدترین معاصی
اور منکرات سے بغایت مردود ہے اور ثانی افضل عبادات اور
اکمل طاعات سے نہایت محمود ہے پس حدیث اول شق ثانی کی
طرف مشیر ہے اور پچھلے دونو حدیثیں شق اول کی طرف اشارہ
کرتی ہیں پس مراد شدائد سے کہ حدیث اول میں مذکور ہوئیں شدائد
دینی ہے یعنی ظہور فواحش اور شیوع قبائح ہے چنانچہ کلمہ (ترجمہ
نہیں بچتا ہے اُس سے مگر وہ شخص کہ پہچانا اللہ کا دین) اُس پر
دال ہے کیونکہ جس بلا سے کہ دین حق کے معرفت کی وجہ سے
نجات پاتے ہیں وہ یہی بلاے فتنۂ دینیہ ہے نہ فتنۂ دنیویہ اور مخالفت
سلطان وقت سے نجات عارف کو متصور ہے جاہل اس سے
بے بہرہ ہے۔ اور وہ اختلاف کہ مابین علماء امت اس مسئلہ میں
واقع ہی کہ امام فسق وظلم کے سبب سے امامت سے معزول ہوتا ہے
یا نہیں سو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک معزول نہیں ہوتا ہی بعض
علماء شافعیہ کے نزدیک معزول ہوتا ہی اس اختلاف کو بھی
فی الحقیقت اختلاف نہ خیال کرنا چاہیے بلکہ دونو فریق کے کلام میں
اِس طرح پر تطبیق دینا چاہیے کہ جس فریق نے اُسکے معزولی کا حکم دیا
اُسکی مراد فسق وظلم سے مجاہرت فسق وظلم ہے اُس حد پر کہ دعوت
ان قبائح کی طرف حالاً یا قالاً متحقق ہوئی اور جس فریق نے اُسکی
عدم معزولی کا حکم کیا اُسکی مراد فسق وظلم سے یہی ہی کہ حد مجاہرت
اور دعوت کو نہ پہنچا ہو پس مذہب واجب القبول اس مسئلہ میں یہی ہی کہ
فسق وظلم کا اعلان امام کو معزول کرتا ہی یا مستحق عزل بناتا ہی

وبمطلق صدور فسق و ظلم از مجاهرت و دعوت هرگز او را معزول
نمیگرداند و نه مستحق عزل و تفصیل دلیل آن موقوف ست بر تمهید
مقدمه بیانش آنکه شارع جل شانه بعضے احکام امر میفرماید و
آنرا وسیله امورے دیگر مینماید یعنی مقصود از اقامت آن احکام
تحصیل غرضے میباشد و حصول منفعتے که آن احکام را بنا بر تحصیل
آن غرض معین فرموده و وسائل آن منافع مقرر نموده مثلاً
عقد بیع بنا بر همین معنی مشروع گردیده که مشتری تملک مبیع حاصل
شود و بائع را تملک ثمن و عقد نکاح بنا بر همین معنی مشروع شده که
جانبین را حل استمتاع بدیگرے حاصل شود پس اگر معاملات
مذکوره بوجهے منعقد شود که غرض مقصود برو مترتب نگردد.
پس آن معامله از اصل باطل ست یا قریب البطلان که هر واحد را
از طرفین نقص آن معامله میرسد مثلاً مال شخصے در دریا افتاده او
را بدست کسے فروخت پس هر چند آن مال ته دریا موجودست و
ملک بائع برو متحقق اما از انجاکه حصول تملک مشتری که غرض
از عقد بیع ست درین صورت متعذر بنا علیه این بیع باطل گردید
و همچنین نکاح مسلم با مشرکه که هر چند یک از طرفین بجاے خود لائق عقد
نکاح ست و ارکان نکاح که ایجاب و قبول ست هم درین صورت
متحقق گردد فاما از انجاکه حل تمتع مفقودست نکاح مذکور باطل و
همچنین عنینیت در جانب زوج و رتق و فتق در جانب زوجه
که این عیوب هم مانع لزوم نکاح ست چون این مقدمه ممهد شد
پس باید دانست که مقصود از نصب امام حفظ احکام ملت ست و نظم
اجتماع امت چنانچه ملا علی قاری در شرح فقه اکبر فرموده ان المسلمین
لابد لهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة
حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم
وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع

اور مطلق صدور فسق و ظلم سے مجاہرت اور دعوت ہرگز اُسکو نہ معزول
کرے اور نہ مستحق عزل اُسکے دلیل کی تفصیل ایک مقدمہ کی تمہید پر
موقوف ہے بیان اُسکا یہ ہی شارع جل شانہ بعض احکام کے ساتھ
امر فرماتا ہے اور اُسکو دوسرے اُمور کا وسیلہ بناتا ہی یعنی اُن
احکام کے قائم کرنے سے مقصود کسی غرض کی تحصیل ہوتی ہے
اور اُس منفعت کا حصول مقصود ہوتا ہے کہ اُن احکام کو اُس
غرض کی تحصیل کے بنا پر معین فرمایا ہی اور اُن منافع کے
وسائل مقرر کئے مثلاً عقد بیع اسی معنی کے واسطے مشروع ہوا
کہ مشتری کو تملک مبیع حاصل ہوئی یعنی اُس چیز کا مالک بنجاے
اور بائع ثمن کا مالک ہو جاے اور عقد نکاح اسی واسطے مشروع
ہوا کہ جانبین کو ایک دوسرے سے حل استمتاع حاصل ہووے
پس اگر معاملات مذکورہ ایسے وجہ پر منعقد ہویں کہ غرض مقصود
اُسپر مترتب نہو تو وہ معاملہ اصل سے باطل ہی یا قریب البطلان ہے،
کہ ہر واحد کو طرفین سے اُسکا نقص پہنچتا ہے مثلاً کسی نے مال
دریا میں پڑا ہوا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پس ہر چند وہ مال تہ
دریا میں موجود ہے اور ملک بائع کی اُسپر متحقق ہی لیکن جس صورت
میں کہ حصول ملکیت مشتری کہ مقصود از بیع ہی متعذر ہی بناءً علیہ
یہ بیع باطل ہوئی اور ایسے ہی مسلمان کا نکاح مشرکہ کے ساتھ کہ
ہر چند ایک شخص طرفین سے بجاے خود لائق عقد نکاح ہے اور
ارکان نکاح کہ ایجاب و قبول ہی بھی اس صورت میں متحقق ہے
لیکن از انجا کہ حل تمتع مفقود ہی نکاح مذکور باطل ہی اور ایسی ہی
زوج کی عنینیت اور زوجہ کا رتق و فتق مانع لزوم نکاح ہے
جو یہ مقدمہ ممہد ہوا تو جاننا چاہیے کہ مقصود نصب امام سے حفظ
احکام ملت ہی اور نظم اجتماع امت چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ
شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں (ترجمہ) بیشک مسلمانوں کو امام ضروری ہے
کہ قائم ہو واسطے جاری کرنے احکاموں اُنکے کے اور حدیں قائم
کرے اور دفع کرے ضروریات اُنکی کو اور تیار کرے لشکر اور صدقات
لیتا ہے اور ڈراوے تغلب کرنیوالوں کو اور رہزنوں کو اور قائم رکھے جمع

ولاعیاد وتزویج الصغار والصغائر الذین لا اولیاء
لهم وقسمة الغنائم ونحو ذلک من الواجبات
الشرعیة التی لا یتولاها احاد الامة انتهی

پس سلطان جابر وقتیکه فسق وظلم او بحدے رسیده باشد که این منفعت
مذکوره بر ریاست او مترتب نگردد بلکه مضرتے از وبملت وامت برسد مثل ظهور
قبائح وشیوع فواحش ومداهنت در دین وغلبه مفسدین وترک جمعه واعیاد
بلکه ترک اصل صلوات ومثال ذلک پس درین صورت لابد از امامت
خود معزول خواهد گردید یا مستحق عزل خواهد شد فاما اگر این غرض متحقق و
مترتب هست گو که در معاملات خاصه خود فاسق باشد پس حکم
بانعزال او هرگز متوجه نیست چه کلام درین مقام در امامت سیاست
است نه در امامت باطنه که اتباع اقوال و افعال واقتدائے اخلاق و
احوال او موجب نجات هست و باعث رفع درجات و سبب حصول عطیات
وجالب نزول برکات بلکه همین بندوبست صلح وجنگ ونظم ونسق عدالت
وسیاست بر قوانین شریعت درین مقام کافی ست نکتهٔ ثالثه باید دانست
که از بیان سابق چنان واضح گردید که مدار ثبوت امامت بر وجود معنی دعوت
است حالانکه کسے از علما سلف وخلف این معنی را از شروط امامت
نشمرده بلکه کسے از ایشان در مقام بیان شروط امامت این
معنی را بطریق رمز واشاره هم ذکر نکرده پس لابد نوعے از استعجاب
واستبعاد سامعین را لاحق حال خواهد گردید که این مشاهیر علما وجماهیر
فضلا مثل این رکن رکین را چگونه در مقام ذکر امامت فرو گزاشتند
و در بیان شروط دیگر همت گماشتند وشرح این اجمال وحل
این اشکال موقوف ست بر تمهید یک مقدمه بیانش آنکه هرگاه
لفظے از الفاظ بر مفهومے از مفهومات دلالت نماید بعضے لوازم آن
مفهوم بسببے ظاهر و باهر میباشد که از نفس اطلاق لفظ مستفاد میشود یا التفسیر و
یا از بیان منفعت او وبعضے دیگر بوجہے مخفی می باشد که محتاج به بیان

اور عیدوں کو اور نکاح کراوے جن بچوں کے ولی نہیں ہیں اور تقسیم
کرے غنیمتوں کو اور اسی قسم کے اور ضروریاتِ شرعیہ جنکا ہر واحد
واحد والی نہیں ہو سکتا ہے) پس سلطان جابر کا ظلم وفسق جس وقت
اُس حد کو پہنچا ہو کہ یہ منفعتِ مذکورہ اُسکی ریاست سے حاصل نہ ہووے
بلکہ اُس سے ملت و اُمت کو مضرت اور نقصان پہنچے مثلاً بدکاریوں
اور برائیوں کا رواج پانا دین میں سستی اور غفلت مفسدین کا غلبہ
اور شوکت جمعہ اور عیدین کا ترک ہونا بلکہ اصل صلوات کا ترک
ہونا وغیرہ وغیرہ پس اس صورت میں لابد اپنی امامت سے معزول
ہوگا یا مستحق عزل شمار کیا جائیگا لیکن اگر یہ غرض ثابت اور حاصل ہے
گو اپنے معاملات خاصہ میں فاسق ہو پس ہرگز اُسکی معزولی کا
حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ کلام اس مقام میں امامت سیاست میں ہے نہ
امامت باطنہ میں کہ اُسکے اقوال و افعال کا اتباع اور اُس کے
اخلاق واحوال کا اقتدا موجب نجات ہے اور باعث رفع درجات ہے
اور سبب حصول عطیات ہے اور جالب نزول برکات ہے بلکہ یہی
صلح وجنگ کا بندوبست اور عدالت وسیاست کا نظم ونسق قوانین
شریعت پر اس مقام میں کافی ہے نکتہ ثالثہ معلوم کرنا چاہیے
کہ بیان سابق سے ایسا واضح ہوا کہ امامت کے ثبوت کا مدار وجود
معنی دعوت پر ہے حالانکہ کسی نے علماء سلف وخلف سے اس
معنی کو شروط امامت سے نہ شمار کیا ہے بلکہ کسی نے اُن میں سے
مقام بیان شروط امامت میں اس معنی کو رمز واشارہ کے طور بھی
ذکر نہ کیا پس بالضرور ایک قسم کا تعجب اور استبعاد سامعین کو لاحق
حال ہوگا کہ ان مشاہیر علماء اور جماہیر فضلاء نے ایسے رکن رکین کو کس طرح
مقام ذکر امامت میں فرو گذاشت کیا اور دوسرے شرطوں کے
بیان میں ہمت کو کام فرمایا اس اجمال کی شرح اور اس اشکال کا
حل ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ جس وقت
کوئی لفظ منجملہ الفاظ مفہومات میں سے کسی مفہوم پر دلالت
رکھتا ہے بالضرور اُس مفہوم کے بعض لوازم اُس وجہ کو ظاہر باہر
ہوتے ہیں اور بعض لوازم ایسے طور پر مخفی ہوتے ہیں کہ بیان کی حاجت

می دارد پس در مقام ذکر لوازم و شروط همین امور خفیه را ذکر می نمایند تا قیل و قال و بحث و جدال و اثبات و ابطال بران متوجه گردد و حق از باطل ممیز شود و اما لوازم ظاهره پس ذکر آن را در اکثر مقامات فرو میگزارند و آن را ضمن همان لفظ در حکم مذکور می شمارند مثلاً هر گاه لفظ رسول الله اطلاق کنند لابد از ان مفهوم میگردد و صاحب این منصب را در مراتب و جاهت عند الله بنسبت سائر افراد انسانی امتیازے حاصل ست که دیگران را حاصل نیست و هر گاه تفسیر این لفظ می کنند که مراد از رسول شخصے ست که از جانب حق برائے تربیت خلق مبعوث باشد لابد از ان مستفاد خواهد گردید که او را علمے از بارگاه حضرت حق جل شانه حاصل می شود که دیگری را حصول این علم بلا واسطه متصور نیست و چون منفعت آنرا بیان کنند که مقصود از رسالت هدایت اهل سعادت ست و اتمام حجت بر اهل شقاوت لابد از ان مستفاد میشود که صاحب تربیت کامله باشد و دعوت بالغه پس امثال این امور از لوازم ظاهره منصب رسالت ست و لهذا اکثر در بحث نبوت مذکور میگردد و منصب رسالت را لوازمے ست خفیه که حقیقت آن بعد از استعمال انظار عمیقه و افکار دقیقه منکشف میگردد مثل عصمت ایشان از صغائر و کبائر و تفضیل ایشان بر ملائکه مقربین و امتیاز ایشان از اکثر افراد انسان بحسب حقیقت و ماهیت پس امثال این امور از لوازم خفیه منصب رسالت ست و لهذا تمام مبحث نبوت از امثال همین مسائل مشحون ست که مطرح انظار اهل تدقیق ست و مطمح ابصار اهل تحقیق چون این مقدمه ممهد شد پس میگویم که هر گاه منفعت نصب امام بیان گردید که لابد لهم من امام یقیم حجتهم و یسد ثغورهم الخ خود بخود از بیان واضح گردید که درین ابواب صاحب دعوت باشد بتکریر و تجدید ذکر او هیچ

رکھتے ہیں پس مقام ذکر لوازم اور شروط میں انھیں امور خفیہ کو ذکر کرتے ہیں تاقیل و قال اور بحث و جدال اور اثبات و ابطال اُسپر متوجہ ہو اور حق باطل سے متمیز ہو لیکن لوازم ظاہرہ پس اُنکا ذکر اکثر مقامات میں چھوڑ دیتے ہیں اور اُسکو اُسی الفاظ کے ضمن میں حکم مذکور میں شمار کرتے ہیں مثلاً جس وقت لفظ رسول اللہ بولیں لابد اُس سے سمجھا جاتا ہی کہ اس منصب والے مراتب وجاہت میں عند اللہ بہ نسبت جملہ افراد انسانی ایک قسم کی امتیاز حاصل ہی کہ دوسروں کو حاصل نہیں اور جسوقت اس لفظ کی تفسیر کیجاتی ہی کہ مراد رسول سے وہ شخص ہے کہ جانب حق سے خلق کی تربیت کے واسطے مبعوث ہوئے ہے لابد اُس سے مستفاد ہوگا کہ اُسکو علم بارگاہ حضرت حق جل شانہ سے حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے کو اس علم کا حصول بلا واسطہ متصور نہیں اور جب اُسکی منفعت بیان کریں کہ مقصود رسالت سے ہدایت اہلِ سعادت ہے اور اتمام حجت اہل شقاوت پر ہے لابد اُس سے مستفاد ہوتا ہی کہ صاحب تربیت کاملہ ہو اور دعوتِ بالغہ پس ایسے امور منصب رسالت کے لوازم ظاہرہ ہیں اور اسی وجہ سے کمتر بحث نبوت میں مذکور ہوتے ہیں اور منصب رسالت کے کسی قدر لوازم خفیہ ہیں کہ اُنکی حقیقت انظار عمیقہ اور افکار دقیقہ کے استعمال کے بعد منکشف ہوتی ہے اور جملہ صغائر و کبائر سے اُنکی عصمت اور تمام ملائکہ مقربین پر اُنکی فضیلت اور اکثر افراد انسان سے اُنکی امتیاز بحسب حقیقت و ماہیت ہے پس ایسے امور منصب رسالت کے لوازم خفیہ میں سے ہیں لہذا تمام مبحث نبوت انھیں جیسے مسائل سے مشحون اور پُر ہے اور مطرح انظار اہل تدقیق ہے اور مطمح ابصار اہلِ تحقیق اس مقدمہ کی تمہید کے بعد کہتا ہوں کہ جس وقت امام کے نصب کی منفعت کا بیان ہوا کہ (ترجمہ اُنکے لیے امام کا ہونا ضروری ہے تاکہ اُنکے لشکروں کی تیاری اور اُنکے حدود کی نگہبانی کرے) خود بخود اس بیان سے واضح ہوا کہ ان ابواب میں صاحب دعوت ہو اُسکے ذکر کی تجدید و تکرار کچھ

حاجت نیست بخلاف سائر شروط مثالش آنکہ در مقام
بیان شروط قاضی ذکر علم و دیانت او می شود نہ اینکہ از
لوازمِ این منصب ست کہ ہمتِ خود را بفیصل خصومات
گمارد و آن را از اہم مقاصد خود شمارد کہ آن از لوازم ظاہرہ
تصورِ این منصب ست حاجتِ بیان ندارد و ہمچنین
در مقام بیان اوصاف امام صلوٰۃ ذکر علم و قرءۃ و
تقویٰ می شود نہ آنکہ از لوازمِ اوست کہ ہمت خود را بہ
ادائے صلوٰۃ گمارد و او را از جملہ فرائض انگارد و
ہمچنین در مقامِ بیانِ اوصافِ مؤذن ذکرِ طہارت و
استقبال قبلہ و معرفتِ وقت میشود نہ اینکہ از شروط
اوست کہ گنگ نباشد یا سدۂ بلغم در حلقوم بوجھے
نداشتہ باشد کہ جہر صوت ازو اصلاً ممکن نباشد چہ
این معنی از لوازمِ تصورِ منفعتِ اذان ست ہمچنین وجود
دعوت از لوازمِ تصورِ منفعتِ امامت ست اینست
انچہ از بیانِ حقیقتِ امامت و ذکرِ اقسامِ آن درین
باب بتائید رب الارباب بر منصۂ ظہور رسید و
عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ احکامِ امام در ابوابِ
آئندہ بالاستیعاب مذکور خواہد گردید واللہ یھدی
من یشاء الی سواء السبیل وھو حسبی ونعم الوکیل

تمت

ضروری نہیں بخلاف جملہ شروط مثال اُسکی یہ ہے کہ مقام بیان شروط
قاضی میں اُسکے علم و دیانت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا ذکر
نہیں ہوتا کہ اس منصب کے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت کو فیصل
خصومات میں کام فرمائے اور اُسکو اپنے اہم مقاصد سے خیال میں
لائے کیونکہ یہ اس منصب کے تصور کے لوازمِ ظاہرہ سے ہی حاجتِ
بیان نہ رکھے اور ایسے ہی امام صلوٰۃ کے اوصاف کے بیان میں
علم اور قرأت اور تقویٰ اور طہارت کا ذکر ہوتا ہے اور اس
بات کا مذکور نہیں ہوتا کہ اُسکے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت ادائے
صلوٰۃ میں کام میں لائے اور اُسکو ازجملہ فرائض جانے اور ایسے ہی
امام صلوٰۃ کے اوصاف کے بیان میں علم اور قرأت اور تقویٰ اور
طہارت کا ذکر ہوتا ہے اور اس بات کا مذکور نہیں ہوتا کہ اُسکے
لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت ادائے صلوٰۃ میں کام میں نہ لائے
اور اُسکو ازجملہ فرائض جانے اور ایسے ہی مقام بیانِ اوصاف
مؤذن میں طہارت اور استقبال قبلہ اور معرفت وقت کا
ذکر ہوتا ہے نہ یہ کہ اُسکے شروط میں سے ہے کہ گنگ نہو یا سدۂ
بلغم حلقوم میں اسی وجہ پر نہ رکھتا ہو کہ جہر صوت اُس سے اصلاً
ممکن نہو کیونکہ یہ معنی تصور از لوازمِ منفعتِ اذان ہے
ایسے ہی وجودِ دعوت لوازمِ منفعت امامت سے
ہے یہانتک امامت کی حقیقت کا بیان اور اُسکے اقسام کا
ذکر اس باب میں بتائید رب الارباب بمنصۂ ظہور پر پہنچا عنقریب
ان شاء اللہ تعالیٰ احکامِ امام ابواب آئندہ میں بالاستیعاب مذکور ہونگے

تمت

خاتمۃ الطبع ۔ مقتدیان و پیروان صراط المستقیم را
مژدہ و منتفیان آثار و حدیث رحمۃ للعالمین را صلہ
للہ الحمد کہ درین زمان میمنت توامان ظہور امام عالی بر
مذہب و ملت بیضا یعنی کتاب منصب الامامت بعد صحت تامہ
بقالب طبع بر آمد و در قلب اہل ایمان یقین روح تازہ در آورد فقط

اطلاع ۔ جناب مکارم اخلاق منشی محمد اسحاق صاحب
بصرف زر کثیر باعث اشاعت فیضان اس ترجمہ منصب امامت کے
ہوگئے اور زیور طبع سے آراستہ کر کے جملہ حقوق کاپی رائٹ محفوظ کرائے گئے
جس صاحب کو اس رسالہ سے مستفید ہونا ہو وہ مطبع فاروقی
دہلی سے طلب فرما کر ممنون منت فرماویں فقط
المشتہر سید محمد معظم عفی عنہ مالک و مہتمم مطبع فاروقی دہلی۔